اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

ماہنامہ اللطیف

ویلور

دار العلوم لطیفیہ

مکان حضرت قطب ویلور

Scanned with CamScanner

۹۲

اِنّ اللہ لطیف خبیر

علمی، دینی، اِصلاحی، اور معلوماتی

ماہنامہ

اللطیف

ویلور

زیرِ ظلِّ حمایت و سرپرستی:-

تقدس مآب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکانِ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرِ اعلیٰ

فضیلت مآب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالی بی۔اے ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرِ مسئول:-

جناب افضل العلماء مولانا مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری صاحب کڈپوی (فاضلِ لطیفیہ) صدر شعبۂ عربی دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرِ معاون:

جناب مولانا مولوی پی محمد ابو بکر صاحب لطیفی قمری اُستاذ دار العلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلبا:

(۱) مولوی حافظ یم بشیر الحق قریشی مولوی عالم ادیب فاضل ادہونی سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف

(۲) حافظ سید محمد یوسف پاشاہ طاہر فرقانی کڈپوی جنرل مانیٹر

(۳) سید دستگیر پاشاہ عدروس منگولی - جنرل کیاپٹن

سنہ ۱۳۹۴ھ
1974ء

مطبعۂ قومی پریس بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

ثنائے ذوالجلال

عطیہ
مولانا حضرت ابو صالح عماد الدین
شاہ سید محمد ناصر صاحب قبلہ قادری
مدظلہ العالی المعروف بہ حضرت
میراں پاشا صاحب

از قدوۃ السالکین
زبدۃ العارفین شیخ المشائخ اعلیحضرت رکن الدین شاہ سید ابو الحسن قربی قادری قدس سرہ العزیز

ثنا کہتا ہوں صدق دل سوں میں مولیٰ تعالیٰ کا ۔ اگرچہ ہو نہیں سکتا ثنا اس ذات اعلیٰ کا
وہی ہے گلشن ہستی میں مالی اسکی قدرت کا ۔ گل تر وجہ گل رخ کا صنوبر قد دلارا کا
صدف میں ایک قطرے سوں کیا ہے لولوئے لالا ۔ دو قطرے سوں کیا شاداب قد شمشاد بالا کا
اسی کی حمد میں دائم زباں بھرتی ہے عالم کی ۔ اگرچہ کوئی ثنا کہتا ہے ماہ مہر سیما کا
عبادت میں اسی کے ہیں سبی ذرات عالم کے ۔ اگرچہ کوئی کیا پوجا بت بی دست و بی پا کا
ہر ایک ذرہ اشارت ہے یہی توحید بر حق ہے ۔ اگر توں ہے اشارت فہم کر ادراک معنا کا
الیس کی ذات کوں لاکر کہ ہووے کشف لا اللہ ۔ بغیر از لا کے نا کھلے تجھے اسرار الا کا
دسے گا وجہ اس کا ہر ذرے سوں گر کریگا حل ۔ یقیں سوں ثم وجہ اللہ کے مشکل معمّا کا
ذرات خلق نیں ہے غیر ذات لم یزل ہرگز ۔ تو ہر ایک ذات کوں پرتو سمج اس ذات والا کا
صفت ہور اسم ہر شئی کا صفت ہور اسم حق کا ہے ۔ کہ ہے اسم و مسمّیٰ عکس اس اسم و مسمّا کا
تجلّی ہے یو سب غیب ہویت ہور وحدت کی ۔ اگر ہے جہل جاہل کا و گر ہے علم دانا کا
بغیر از عاجزی قربی تجھے چارہ ثنا سوں نیں ۔ کہ جیوں کہنا اتھا تیوں نیں کہے کوئی حمد مولا کا

رباعی

۴۸۷/۹۲

کلام اللہ

قرآنِ کریم میں کرامت دیکھی،
ہر جزو کے ساتھ کل کی شرکت دیکھی
ہر منزل کو اسی کی منزل پایا،
ہر سورہ میں خدا کی صورت دیکھی

حضرت امجد حیدرآبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغازِ سخن

ادارہ

الحمد للہ سالنامۂ اللطیف کا چودھواں شمارہ پیش کرتے ہوئے ہمیں بیحد مسرت ہو رہی ہے۔ کثرتِ مشاغل اور ہوش ربا گرانی کے باوجود سالنامہ کا بغیر کسی تاخیر کے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہو کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ جانا صرف تائید غیبی ہے اور بس ـــــ سالنامۂ اللطیف کو اسکی شاندار روایات کے مطابق قدیم و جدید فنکاروں کی نگارشات، بزرگوں کے نادر و نایاب تبرکات، اسٹاف اور طلبائے عزیز وغیرہ کے دلچسپ تحقیقی و معلوماتی مقالات سے زینت دی گئی ہے۔ مربیان دار العلوم، اساتذۂ کرام اور طلبائے عزیز نے اس کی آرائش جمال میں اپنی بھر پور کوششوں کو صرف کیا اور ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے ایک بیمثال معطر گلدستہ کی تشکیل دیتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا ہے۔

جہاں "سالنامۂ اللطیف" میں کئی سال سے **مکتوباتِ لطیفی** کا ترجمہ اور ایک نادر و نایاب کتاب **"مخزن السلاسل"** جو ایکسو اکانوے (۱۹۱) سلاسل پر مشتمل ہے شائع ہوتی آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ **اس سال** سے مزید ایک اور عجیب و غریب کتاب **"خوارق حیدری"** متن اور ترجمہ کے ساتھ قسط وار شائع کیا رہی ہے۔ مذکورہ کتاب جو ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی، پہلی بار اس کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نیز انتہائی خوشی اور مسرت ہمیں اس بات کی ہے کہ **بفضلہٖ تعالےٰ** زبدۃ العارفین الحاج الحافظ **اعلیحضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری** المشہور بہ **حضرت قطبِ ویلور** قدس سرہ العزیز کی تالیفِ انیف **"جواہر السلوک"** جو دنیائے تصوف کا بے مثال شاہکار ہے، جس میں تصوف کے گراں مایہ موتی اکٹھا کر دئیے گئے ہیں جسکی ضرورت ایک مدت سے تشنگانِ علوم معرفت شدت سے محسوس کرتے آرہے ہیں، اس کا **ایک حصہ** ترجمہ کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آگیا، جو قابل دید ہے۔ مذکورہ عظیم الشان کتاب جہاں صاحب بصیرت اہل ذوق حضرات کے لئے بیش بہا معلومات کا ذریعہ بنیگی انشاء اللہ تعالیٰ شائقین تصوف و

سلوک کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی ۔

ہمیں اسبات پر انتہائی تعجب ہے کہ علم تصوّف کی حقیقت سے ناآشنا لوگ اس کو سمجھے بغیر تصوف پر بیجا اعتراضات کر دیتے ہیں اور اسکی مختلف عبارتوں کی غلط تعبیر کرتے ہوئے اس کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حالانکہ علم تصوف قرآن و سنت سے ہٹ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے ۔ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تخلیۂ سِرّ اور تجلیۂ روح یہی سب کچھ تصوف کا لب لباب ہے، جن کی تعلیم سے قرآن اور حدیث لبریز ہیں ۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے علمنا هذا مشيد بالكتاب والسنة یعنی ہمارا یہ علم تصوف قرآن و سنت کی بنیاد پر قائم ہے ۔ شریعت اور طریقت ایک ہی اصل سے نکلی ہوئی دو ایسی چیزیں ہیں، جن میں کسی قسم کا تعارض نہیں البتہ ایک دوسرے کے بغیر بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں ۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں من تفقه ولم يتصوف فقد تصلق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق یعنی جس نے علم شریعت سیکھا علم طریقت نہ جانا وہ بکواس کیا ۔ جس نے علم طریقت سیکھا اور علم شریعت نہ جانا زندیق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حقیقت کو پالیا ۔

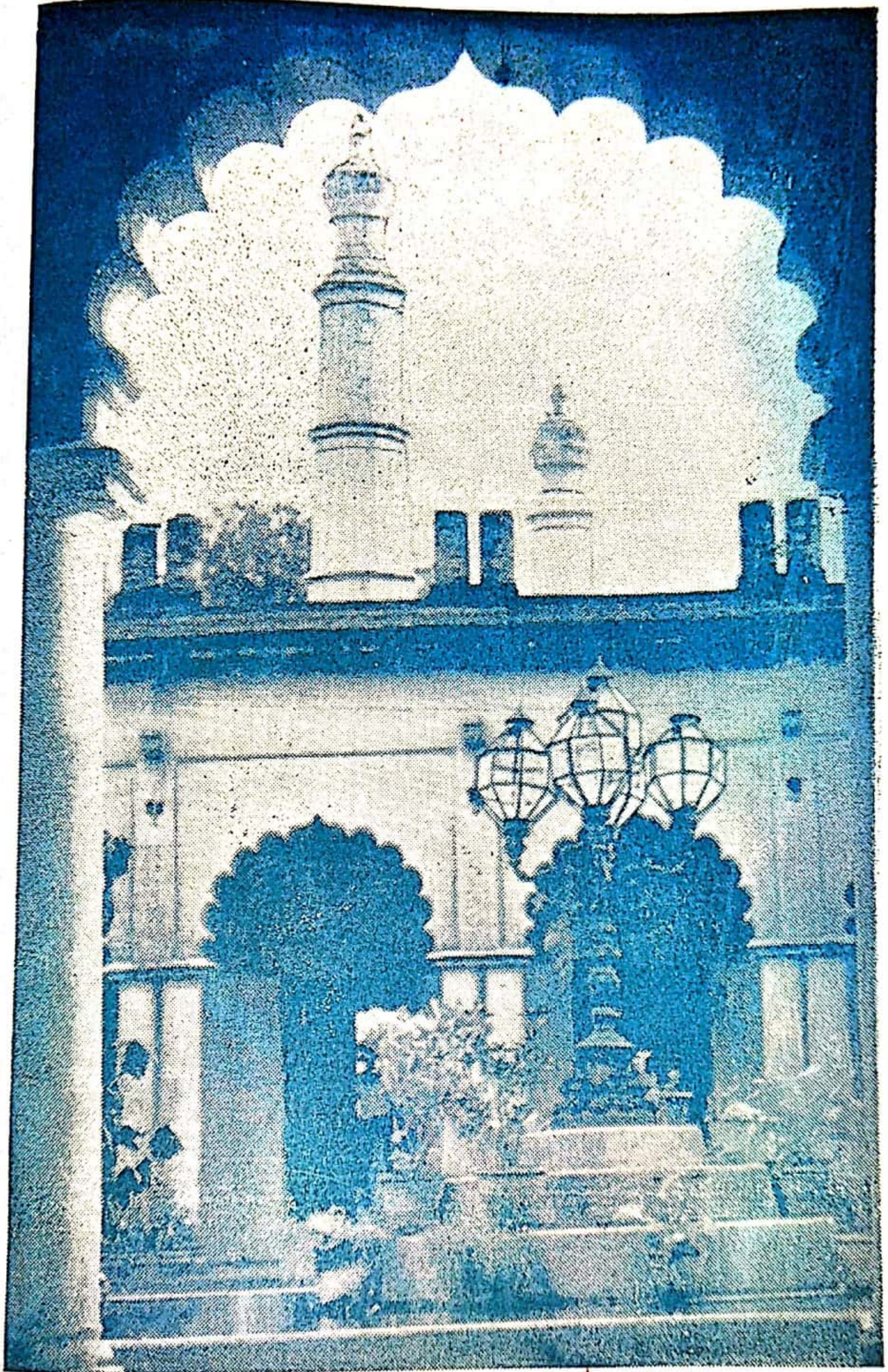
غرض جس اصول اور ضابطہ کے بل بوتے علم فقہ کو قرآن و سنت سے الگ قرار نہیں دیا جا سکتا اسی اصول و ضابطہ کے تحت علم تصوف کو بھی ان سے الگ اور جداگانہ حیثیت کا حامل قرار نہیں دے سکتے ، البتہ صوفیائے کرام نے ہمیشہ شریعت کو اولیت دیتے ہوئے اس میں استحکام کے بعد طریقت میں قدم رکھنے کی اجازت دی ہے ۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ رضی اللہ عنہٗ کا ارشاد گرامی ہے تفقه ثم اعتزل پہلے علم فقہ حاصل کرو، پھر درویشی کرنا نیز آپ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهَا الشَّرِيعَةُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ یعنی ہر وہ حقیقت جس کو شریعت نے رد کر دیا ہو وہ زندقہ ہے ۔

حاصل کلام علم تصوف جو کسی صورت قرآن و سنّت سے الگ نہیں ہے اس کو سمجھنے کے لئے دوسرے علوم و فنون کی طرح اسکی بھی اصطلاحات جاننا ضروری ہے، اسکے بعد مشائخ کرام کی حقائق سے بھری ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں تو یقیناً اسکی حقیقت سمجھ میں آئیگی اور اس کے لطیف و دقیق مسائل منکشف ہوتے جائینگے ۔

ربنا ارنا مناسكنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم، آمین یارب العالمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



دارالعلوم لطیفیہ کے حوض اور عمارت کا دلکش منظر

پیشکش : سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

روئیدادِ دار العلوم لطیفیہ

سالِ نو

الحمد للہ والمنۃ

ہندوستان کی عظیم قدیم دینی درسگاہ ام المدارس دار العلوم لطیفیہ مکانِ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز کے تعلیمی سالِ نو کا آغاز مورخہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۷۳ء روز چہارشنبہ سے ہوا حسب سابق اس سال بھی کثیر طلباء کو داخلہ کی اجازت دی گئی۔ علاقہ آندھرا پردیش، ٹمل ناڈ، کرناٹکا، مہاراشٹر اور کیرلا وغیرہ کے تشنگانِ علوم و فنون اس سرچشمۂ رشد و ہدایت سے سیراب ہوتے رہے۔ تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپ کے برادرانِ عزیز حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ نے طلباء کو ہر قسم کی سہولت پہنچائی۔ نیز صاف ستھری غذا اور عمدہ تعلیم و تربیت سے ان کے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ کرتے رہے۔

دورۂ حدیث

زبدۃ العارفین سراج حافظ اعلیحضرت محی الدین شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے فیوضات ظاہری و باطنی سے خطۂ ویلور کو بقعۂ نور بنا دیا تھا۔ آج بھی آپ کے فیوضات و برکات کا لامتناہی سلسلہ جاری و ساری ہے۔ آپ قدس سرہٗ العزیز نے جنوب میں علم حدیث کو پھیلانے اور اس کو فروغ دینے میں بڑی جدوجہد کی۔ اسی لئے آپ نے اپنے شاگرد رشید مولانا عبد الوہاب صاحب بانی مدرسہ باقیات الصالحات کو جو حیدر آباد میں منصب تحصیلداری پر فائز تھے خط لکھا کہ حدیث پڑھنے کے بعد پڑھانا چاہیئے چلے آؤ۔ موصوف اپنے مربی و مرشد کے حکم پر چلے آئے، اور دین کے کام میں جٹ گئے۔

مدارسِ جنوب میں یہ شرف صرف ام المدارس دار العلوم لطیفیہ کو حاصل ہے کہ سب سے پہلے یہاں طلبہ کو دورۂ حدیث کرایا گیا۔ بفضل تعالیٰ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف حدیث مقدسہ کی یہ دو جلد کتابیں مکمل پڑھائی جاتی ہیں۔ مورخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء بروز چہارشنبہ خانقاہ قطبیہ عالیہ میں تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا اور مورخہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء بروز چہارشنبہ فضیلت مآب اعلیحضرت

قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں پر اختتام پذیر ہوا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

دار العلوم کے تمام شعبوں میں انجمن دائرۃ المعارف کو بھی ایک امتیازی اور مثالی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں وہ طلبا کی تقریری صلاحیتوں کو پروان چڑھاتی ہے وہاں اس سے قابل ذکر فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ملک و ملت کی اعلیٰ شخصیتوں کو اس میں مدعو کیا جاتا ہے تاکہ طلبائے عزیز رہنمایان قوم و ملت کو قریب سے دیکھیں اور ان کی قیمتی آراء سے مستفید ہوں۔ حسب عادت امسال بھی مورخہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳ ڈسمبر ۱۹۷۳ء بروز پنجشنبہ انجمن دائرۃ المعارف کے افتتاحی جلسہ سے خطاب کرنے کیلئے عالیجناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم اے پرنسپال جامعہ عربی کالج پریمبور مدراس کو مدعو کیا گیا۔ مذکورہ افتتاحی اجلاس بعد نماز عشاء دار العلوم کے وسیع و عریض ہال میں بزیر صدارت فضیلت مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالمنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز منعقد ہوا۔ قرأت قرآن مجید و نعت شریف کے بعد مہمان خصوصی عالیجناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم اے نے طلبائے عزیز اور اہل جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فضیلت علم پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لئے کیا کہ وہ علم اسماء سے واقف تھے۔ آپ نے اہل یورپ کی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ تو کائنات کی تسخیر کرسکے لئے مگر اپنی تسخیر نہ کر سکے۔ ہم کو چاہیئے کہ تحصیل علوم کے بعد اپنی کامیابیوں پر نازاں نہ ہوں بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کو آراستہ کریں۔ مزید آپ نے کہا کہ انسان کے دو دشمن ہیں ایک شیطان یہ دشمن ازلی ہے دوسرا خواہشات نفس، ان دونوں کو قابو میں کرنا ضروری ہے۔ موصوف نے سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے تقریر کی خوبیوں اور اس کے اثرات و نتائج کو بیان کیا۔ اسمیں اچھا ملکہ حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ فاضل مقرر کی تقریر آیات قرآنیہ احادیث شریف اور زرین اقوال سے لبریز تھی۔

آپ کے بعد جناب افضل العلماء مولانا مولوی ابوالمکارم سید مصطفےٰ حسین بخاری صاحب قادری کڈپوی صدر شعبہ عربی دار العلوم لطیفیہ نے اہل جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ سورۂ حدید کی اس آیت کریمہ پر روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ لوہا ایک ایسا مادہ ہے جو آج دنیا کی ہر چیز میں استعمال ہوتا ہے۔ یورپ نے اس کو مختلف روپ دیکر اپنے کام میں لایا اور بے انتہا فائدہ اٹھایا۔ اس کے برخلاف مسلمانوں نے غفلت سے کام لیا اور خسارے میں رہے۔ اگر مسلمان آج بھی صحیح معنی میں قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور اسکی حکمت سے بھری ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا کا ہر میدان ان کے ہاتھوں میں ہوگا اور دونوں جہاں میں کامیاب و کامران ہونگے۔

بعد ازاں عالیجناب حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین

سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ و صدرِ انجمن دائرۃ المعارف نے اپنے خاص انداز میں طلباء اور اہل جلسہ سے خطاب فرمایا، زندگی کے پُر پیچ عقدوں کا حل بتاتے ہوئے طلباء عزیز و اساتذۂ کرام کو تعلیم و تعلّم درس و تدریس کے بہترین نکات واضح فرمائے۔ آپ کی تقریر بڑی دلچسپ اور لطائف و حقائق سے بھرپور رہی۔ مزید آپ نے انجمن دائرۃ المعارف کے ہفتہ واری جلسوں کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے فاضل مقررین کی تقاریر کی جانب طلباء اور اہل جلسہ کی توجہ مبذول فرمائی اور اخیر میں تمام کا شکریہ ادا فرمایا۔

اس سال بھی انجمن کے تقریباً پینتالیس ۴۵ اجلاس ہوئے جن میں اہم جلسۂ سیرۃ امام حسین علیہ السلام جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلسۂ گیارھویں شریف ہے۔ نیز ۱۵ اگست ۱۹۷۴ء کو یوم آزادی کے موقع پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔

دار التصنیف والاشاعت

دارالعلوم کا یہ شعبہ بھی سرگرم عمل ہے۔ اس سال دنیائے تصوف کا عظیم شاہکار زبدۃ العارفین الحاج الحافظ علامہ حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی تالیف انیف جواہر السلوک کا ایک حصہ ترجمہ کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آگیا ہے۔ حضرت سید شاہ ابو الحسن ثانی بیجاپوری قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف کا ترجمہ جناب افضل العلماء مولانا مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ احسین صاحب بخاری کڈپوی صدر شعبۂ عربی دارالعلوم لطیفیہ نے مکمل فرمادیا۔ جو متن کے ساتھ قسط وار اسی رسالہ میں شائع ہو رہا ہے۔ مولوی محمد ابوبکر صاحب ملیباری منشی فاضل استاذ دارالعلوم لطیفیہ "خوارق حیدریہ" کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اس کی پہلی قسط اسی رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ لطائف لطیفی کے ترجمہ کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں پورا فرمائے۔ آمین۔

صحت اسباب

طلباء عزیز اپنی صحتوں کو بحال رکھنے کیلئے ہر دن بعد نماز عصر دارالعلوم کے میدان میں مختلف گیمس، والی بال، بیٹ منٹن ٹنی کائٹ، کبڈی وغیرہ سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

نوید مسرت

دارالعلوم لطیفیہ سے ماہ مارچ ۱۹۷۴ء میں مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء اور ادیب فاضل میں شریک ہونے والے سو فیصد تمام طلباء نے شاندار کامیابی حاصل کی الحمد للہ علیٰ ذالک

امتحانات

۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء روز دوشنبہ سہ ماہی اور ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۷۴ء میں ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئے اور ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۷۴ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ سالانہ امتحانات کے بعض پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا۔

اور جوابات کی کاپیاں تصحیح کے لئے انہیں کے پاس بھیج گئیں۔

عباپوشی و اعطائے اسناد
۱۰ شعبان المعظم ۹۴ سنہ ھ بروز پنجشنبہ دار العلوم

لطیفیہ کے مزین و خوبصورت وسیع و عریض ہال میں صبح کے، ٹھیک دس بجے دار العلوم کا سالانہ اجلاس اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا جسکی صدارت سرپرستِ دار العلوم فضیلت انتساب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی جس میں مقامی و بیرونی علماء کرام حکماء اور معتقد، علم دوست و علم پرور حضرات کثیر تعداد میں مدعو تھے۔ تقدس مآب اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی نے بنفس نفیس اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا۔

تقسیم انعامات

اسی دن شام میں منعقد ہونے والی دوسری نشست میں درسیات مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر، اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو اور ان عہدیداروں کو جو سال بھر اپنی عمدہ خدمات کو پیش کیا تھا، نیز ان قدیم طلباء اور اسٹاف ممبران کو جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لیکر سال کے آخری دنوں کو رنگین بنا دیا تھا قیمتی انعامات سے نوازا۔

ھدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں، اور ڈاکٹروں کا خصوصًا جناب ڈاکٹر یم خلیل الرحمٰن صاحب ایم ڈی ایم او C.M.C ہاسپٹل کا مشکور ہے جو طلباء کی صحت کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔ نیز ان مدیران اخبار کا بھی مشکور ہے جو دار العلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔ بالخصوص ادارہ جناب عبد المتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہِ دل سے مشکور ہے کہ آپ نے اس سال "جواہر السلوک" اور "اللطیف" کی اشاعت میں پوری تندہی سے کام لیتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دار العلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے۔

آمین

یہی وہ علماء ہیں جنہیں حیاتِ دوام حاصل ہے

از عالیجناب حضرت مولانا ابوالحسین سید شاہ محمد مجاہد حسین صاحب
صدر الدین سیف الاسلام لائبریری ناظم دار العلوم
قبلہ قادری لطیفی پیکان حضرت قبلہ و اوہ بنگلہ

اسلامی علوم و فنون سے بہرہ ور ہونا ایک بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ یہی وہ علوم و فنون ہیں جو صرف خوش نصیبوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ان پہ ہوتی ہیں، اور وہ زندۂ جاوید بن جاتے ہیں۔

مولانا برہان الدین مرغینانی ایک زبردست عالم و باکمال مصنف تھے۔ ان کی جلالتِ علمی کا اندازہ ان کی زندۂ جاوید تصنیف "ھدایہ" سے لگایا جا سکتا ہے۔ حنفی فقہ میں آج تک اس کے مقابل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ دنیا کے ہر مدرسہ میں جہاں اسلامی علوم و فنون کا درس دیا جاتا ہے وہاں "ھدایہ" بھی شامل درس ہے۔ آپ ایک عالم باکمال و فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ صاحب مقامات اور جاہ و جلال والے بزرگ تھے۔ ایک روز آپ کی سواری کسی چوراہے پر سے چلی جا رہی تھی تو لوگوں نے دیکھا اور ایک شور و غل ہونے لگا کہ صاحب ہدایہ کی سواری آ رہی ہے۔ کثرت سے لوگ سڑک کے دونوں طرف آپ کے استقبال کے لئے جمع ہونے لگے۔ ان میں ایک کمسن سات سالہ بچہ بھی تھا۔ جب آپ کی سواری پہنچی تو وہ آگے بڑھ کر مؤدبانہ سلام بجا لایا۔ آپ نے سواری روک کر کہا کہ میں اللہ کی طرف سے کہتا ہوں کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے وقت کا علامہ ہوگا۔ جب سواری چلنے لگی تو یہ بچہ بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ پھر آپ سواری روک کر کہنے لگے کہ میں منجانب اللہ کہتا ہوں کہ یہ بچہ اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے ہوگا اور بادشاہ اس کے دربار میں حاضری دیگا۔ کشف کے زور سے آپ نے جو پیشینگوئی کی تھی کہ یہ نونہال جن کا نام شیخ برہان الدین محمود تھا بڑے ہو کر اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے ہوئے۔ اور بہت سی کرامتیں آپ سے صادر ہونے لگیں اور بادشاہِ وقت سلطان غیاث الدین بلبن آپ کا معتقد اور آپ کی مجلس کا حاضر باش ہوا۔

مولانا نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اپنے وقت کے جید عالم اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے آپ کو ارادت حاصل تھی۔ بیعت و خلافت سے مشرف تھے۔ آپ کے رشد و ہدایات سے خائف ہو کر

بادشاہ دہلی محمد تغلق نے آپ کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا اور طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا۔ ایک مرتبہ محمد تغلق نے آپ کے یہاں چاندی سونے کے برتنوں میں اس نیت سے کھانا بھیجا کہ اگر آپ اس سلطانی دعوت کے کھانے سے انکار کرینگے تو آپ کو سزا دینے کا ایک بہانہ مل جائے گا' اگر آپ نے ان سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھالیا تو وہ ایک فعل حرام کے مرتکب ہو جائیں گے' پھر دوسروں کو حرام کاموں سے روکنے اور منع کرنے کے قابل نہ رہینگے'۔

حضرت والا نے دستر خوان سے ایک پیالہ اٹھایا اور اس میں سے یخنی نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھ کر کھایا۔

لہٰذا بادشاہ اپنے عزم فرسودہ میں ناکام ومایوس رہا۔ بالآخر اس نے آپ کو شہر بدر ہونے کا حکم دے دیا اور مقام ٹھٹھہ روانہ ہونے کیلئے کہدیا۔ آپ دوشاہی دار نول کے ساتھ نارنول کے راستے سے ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔ جب نارنول پہنچے تو مولانا محمد ترک کے روضہ کے قریب سواری سے اتر پڑے اور روضہ پہ حاضری دیتے ہوئے مراقبہ میں چلے گئے۔

مولانا محمد ترک علیہ الرحمہ ترکستان کے رہنے والے تھے' ہندوستان آئے اور بمقام نارنول مقیم ہو گئے تھے آپ صاحب تقویٰ اور پرہیز گار ایک جیّد عالم اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ آپ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں ماہر وکامل تھے' آپ سے برکات وفیوضات کا سلسلہ جاری ہوا۔ رشد وہدایت کے ساتھ آپ مسندِ درس وتدریس پر بھی فائز رہے'

سینکڑوں طالبان علم آپ سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مراقبہ سے فارغ ہو کر سر اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص کو کوئی مشکل درپیش ہو تو وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہو' اُمید ہے کہ اس کی مشکل آسان ہو جائیگی"۔ یہ سن کر ایک بے باک نے کہا حضرت آپ تو خود اسوقت ایک بہت بڑی مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں' اسی لئے تو کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس مزار کی برکت سے میری مشکل آسان فرمادیگا' چنانچہ آپ نارنول سے دو تین منزل آگے نکل گئے ہونگے کہ بادشاہ کی موت کی اطلاع ملی اور فوراً ہی آپ دہلی واپس آگئے۔ سفر اور شہر بدر کی مصیبتوں سے جلد ہی نجات حاصل کر لئے۔

تاریخ اسلام سے جو واقف ہیں وہ شہنشاہ اورنگ زیب کے علم وعمل سے بھی واقف ہوں گے' ایک روز شہنشاہ کی سواری بیجاپور میں ایک مقام سے گذر رہی تھی تو کسی نے کہا کہ حضور' یہ حضرت مخدوم' گنج العلم کا روضہ ہے' شہنشاہ نے کہا کہ ایسے تو کئی ہوتے ہیں' کوئی ہونگے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ ان کی روشن ضمیری ضبط کر لی گئی' شہنشاہ سمجھدار تھا۔ فوراً گھوڑے سے اُترا اور روضہ پر حاضری دیتے ہوئے معذرت

کرنے اور معافی چاہنے لگا۔ تو تب کہیں روشن ضمیری کو ٹالی
گئی اور وہاں سے وہ بہت ہی ادب احترام سے روانہ ہوا۔

اس موقع پہ ایک اور واقعہ کا ذکر ناظرین الطیف
کے لئے باعث معلومات ہوگا۔ مدینہ منورہ کا گورنر مروان بن
حکم ایک روز روضۂ منورہ کے پاس حاضر ہوا تو یہ دیکھا، کہ
ایک شخص مزار انور سے چمٹا ہوا ہے۔ مروان نے اسکی گردن
پکڑ کر اٹھایا اور کہا کہ اے شخص! تجھے کچھ خبر ہے کہ تو کیا کر
رہا ہے؟ تو اس شخص نے سر اٹھا کر جواب دیا کہ ہاں! میں خوب
جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اے مروان! میں مٹی اور پتھر
کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ رسول اللہ کے دربار میں حاضر
ہوا ہوں۔ اے مروان جب دیندار لوگ والی بنیں تو رونے کی
ضرورت نہیں ہے، جب نااہل لوگ دین کے والی بنیں تو رونا چاہیئے۔
مروان یہ گرم جملے سن کر خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ گورنر مروان
کو جھنجوڑ کر ڈانٹ دینے والی کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی،
بلکہ ایک جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تھے۔

حضرت حمید الدین ناگوری المشہور بہ

حضرت قادر ولی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاصان خدا
میں سے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے قرب خاص
کی عزت وعظمت کا تاجدار بنایا تھا اور آپ کے سینے کو نور
باطن کا سفینہ بنا کر ایسا مخزن انوار بنایا کہ آپ کی ایک
نگاہ سے ذرّے رشک آفتاب وغیرت ماہتاب بن جاتے

۵ تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

مولانا شاکر نائطی اپنے ایک شاہکار قصیدہ میں
ایک عجیب وغریب واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ایک خوش بخت سے روایت ہے،
کیا ہی اللہ کی عنایت ہے،
تھی تلاش ان کو شیخ کامل کی
مرد عارف کی حق سے واصل کی
شوق تھا رات دن توسّل کا،
شیوہ تھا خلق سے تبتّل کا
شاہ گنج سوائی تک پہنچے،
اور رہے بارگہ میں جاکے کھڑے
عرض ومعروض میں زبان کھلی
اور بڑی عاجزی سے عرض یہ کی
شیخ کامل مجھے دکھا دیجے
پردہ آنکھوں سے اب اٹھا دیجے
طالب حق کی آرزو پاکر
اور خود اپنے ساتھ لے جاکر
حلیۂ شیخ اسے دکھا بھی دیا
اور حضرت مکاں بتا بھی دیا

اس بشارت عظمیٰ کے بعد جناب غلام محی الدین خان
صاحب مستقید اردھر میوری سیدھے ویلور دار السرور

آئے اور حضرت مکان کا بھرپور نظارہ جو خواب میں بتایا گیا تھا کیا۔ مرشدِ کامل کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ ملاقات و اجازت کے فوراً بعد دھرمپوری واپس گئے۔ اور مع اہل و عیال حاضر ہو کر اعلیحضرت مولانا مولوی الحاج ابو الفتح **سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطبِ ویلور** قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلی۔

مولانا محمد طیب الدین صاحب اشرفی مونگیری "**انوارِ اقطابِ ویلور**" میں تحریر فرماتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ "بڑی خصوصیت اس خاندان کی یہ رہی ہے کہ اس خاندان میں مسندِ سجادگی پر فائز ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ مقامِ قطبیت عطا فرمایا ہے"۔

زبدۃ العارفین اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین **سید شاہ عبد اللطیف قادری** ویلوری المشہور بہ **حضرت قطبِ ویلور** قدس سرہ العزیز بھی اپنے وقت کے زبردست عالم و فاضل، صاحبِ ولایت و کرامت اور ایک زبردست و باکمال مصنف واقع ہوئے ہیں۔ کئی ایک معرکۃ الآرا تصانیف آپ کے نوکِ قلم سے منصۂ شہود پر آگئی ہیں، جن سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے۔ ایک وقت آپ حضرت قادر ولی باشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے ناگور شریف تشریف لے گئے۔ جب آپ روضہ پر پہنچے تو کہا جاتا ہے کہ درگاہ شریف کے دروازے خود بخود کھل گئے اور اندر داخل ہوتے ہی تمام دروازے بند ہوگئے۔ کامل ایک گھنٹہ آپ اندر رہے معلوم نہیں کہ کیا کچھ گفتگو ہوئی۔ جب پھر آپ باہر آئے تو دروازے کھلے اور بند ہوگئے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر صرف اتنا کہا کہ اولادِ صالح کی بشارت دی گئی ہے

حج بیت اللہ و زیارتِ رسول اللہ کی غرض سے آپ مکہ مکرمہ گئے اور حج کے مراسم سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ روضۂ اطہر پر حاضری دیتے ہوئے آپ نے دربارِ رسالت میں سلام پیش کیا۔ روضۂ اطہر سے آپ کو وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کا جواب ملا۔ مدینۂ منورہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ وہیں تدفین ہوئی۔ وصال کے وقت، آپ کے صاحبزادے حضرت **رکن الدین سید شاہ محمد قادری** قدس سرہ العزیز اور دیگر عزیز و اقارب مدینۂ منورہ ہی میں تھے۔

حضرت قطبِ ویلور کے تصرفات

ملاحظہ فرمائیں کہ ایک روز شب میں آپ اپنی خادمہ کے خواب میں آکر کہنے لگے کہ مسجدِ مکان میں فلاں قندھاری صاحب تین دن سے مقیم ہیں کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں کی، جو بھی حاضر ہے پیش کریں۔ خادمہ خواب سے بیدار ہو کر کھانا وغیرہ تیار کر کے صبح کی اذان کے بعد اس قندھاری مولوی صاحب کے سامنے پیش کی۔ وہ متحیر ہوئے کہ تین دن سے کسی نے بھی توجہ نہیں کی اور صبح سویرے یہ خاصہ پیش ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ کہنے لگے کہ جب تک اس کا راز معلوم نہ ہو وہ نہیں

کھائینگے۔ مجبوراً خادمہ کو کہنا پڑا کہ خواب میں حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز کہہ رہے تھے کہ فلاں قندھاری صاحب مسجد مکان میں مقیم ہیں، کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں کی ہے، جو کچھ بھی حاضر ہے پیش کریں۔ لہٰذا یہ تو رہ حاضر ہے۔ آپ نے کہا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق تو کرلیتیں، آیا کہ ایسا کوئی مسافر موجود ہے یا نہیں۔ خادمہ نے جواب دیا اس کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ آپ موجود ہیں کہ نہیں وہ صاحب بہت حیران ہوئے اور طعام ماحضر سے فارغ ہوئے۔ کہاں مدینۂ منورہ اور کہاں ویلور دارالسرور۔ آپ تمام حالات کو دیکھتے ہیں اور ھدایت فرماتے ہیں۔ خاصانِ خدا وقت اور فاصلہ کی قید و بند سے آزاد ہیں، در و دیوار ان کی نگاہوں کے درمیان حائل نہیں ہوسکتے۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لئے ایک حیات ہوتی ہے تو ان علماء کی تین حیاتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب وہ ایک عالم با عمل کی حیثیت سے پہلی بار منظر عام پر آتے ہیں تو رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس پر فائز ہوتے ہیں اور ان سے سینکڑوں طالبان علوم فیضیاب ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔ دوسری حیات وہ ہے کہ جب اللہ کے فضل و کرم سے کوئی ایک اچھی تصنیف ان کے نوکِ قلم سے وجود میں آجائے تو یہ خود بھی ایک زندۂ جاوید کارنامہ ہوتا ہے اور رہتی دنیا تک لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

تیسری حیات بعد الممات ہے۔ مرنے کے بعد بھی ان کے تصرفات جاری و ساری رہتے ہیں۔ یہی وہ علماء ہیں، جنہیں حیات دوام حاصل رہے۔

ــــ۵ــــ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

خطابات ۔ از فصل الخطاب

از
جناب مولانا مولوی پی محمد ابوبکر
صاحب ملیباری منشی فاضل مدراس
یونیورسٹی استاذ دار العلوم
لطیفیہ حضرت مکان ویلور

تقریباً تین سال سے مجھے خطابات از فصل الخطاب کے عنوان سے سالنامہ "اللطیف" میں کچھ لکھنے کی سعادت ملتی آرہی ہے حسب عادت اس سال بھی زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف "فصل الخطاب" بین الخطاء والصواب سے دو فائدے جو صدقہ وایصال ثواب اور نذر کی بحث پر مشتمل ہیں ان کا خلاصہ مضمون کی شکل میں پیش کر رہا ہوں، جو یقیناً قارئین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

زندگی کا نعم البدل موت ہے۔ انسان کا دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس پر کیا گذرتی ہے اور ان کے احوال واقعی کیا ہیں سوائے خدائے علیم وخبیر کے کما حقہ کوئی نہیں جانتا، قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور بزرگان دین کے اقوال زندگی کے بعد والے حالات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے لئے جو چیزیں نفع بخش ہوتی ہیں ان کی وضاحت کرتے ہیں۔

زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز، شرح عقائد نسفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مرحوم کے لئے دعا اور صدقہ کرنا اس کے لئے بہت ہی نافع ہے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم ای صدقۃ الاحیاء عنھم ای عن الاموات نفع لھم ای للاموات خلافاً للمعتزلۃ تمسکا بان القضاء لایتبدل وکل نفس مرھونۃ بما اکسبت والمرء مجزی بعملہ لا بعمل غیرہ۔

مردوں کے لئے دنیا والوں کا دعا کرنا وصدقہ دینا نفع بخش ہے۔ اسکے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ قضا میں تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ ہر نفس اپنے کئے ہوئے کا ذمہ دار ہے۔ ہر آدمی اپنے عمل کی جزا پاتا ہے۔ غیر کے عمل کی نہیں۔

معتزلہ کے ان عقائد کی تردید اہلسنت والجماعۃ نے بہترین طریقے سے کی ہے جو بیدار مغز وسخن فہم حضرات کے نزدیک قابل پذیرائی ہے جیسا کہ من الدعاء للاموات خصوصاً فی صلوٰۃ الجنازۃ وقد توارثہ السلف فلو لم یکن للاموات نفع فیہ لما کان لہ معنیٰ

مردوں کے لئے دعا کرنا بالخصوص نماز جنازہ کی ادائیگی بے معنی ہو جائیگی حالانکہ نماز جنازہ مسلمانوں

پر فرض کفایہ قرار دی گئی ہے۔ اگر ایک نے بھی ادا کی تو سب بری الذمہ ہوگئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی وہ سب گنہگار ٹھہرینگے۔ اور اسکی فرضیت کا جو بھی انکار کریگا وہ کافر ہے۔

عقائد کی لطیف و نازک اور دقیق و غامض بحثوں میں ذہانت اور سخن فہمی ضروری ہوتی ہے۔ فقط سادہ لوحی سے کام نہیں چلتا۔

اہلسنت والجماعت کے موقف کو مضبوط بنانے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث کافی ہیں قال علیہ السلام ما من میت یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی میت پر سو آدمیوں نے نماز جنازہ ادا کی اور وہ اس میت کے لئے شفاعت چاہیں تو ضرور ان کی شفاعت قبول ہوگی۔

نیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقت کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالی یدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من رحمۃ وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم

یعنی میت کی حالت قبر میں ڈوبنے والے طالب مدد کی طرح ہے اپنے رشتہ داروں ماں باپ بھائی یا دوست کی دعاؤں کی منتظر رہتی ہے۔ جب ان لوگوں کی دعا اسے پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے' اللہ تعالی اہل قبور پر زمین والوں کی دعاؤں کو جبل رحمت کی طرح بنا دیتا ہے اور دنیا والوں کا ھدیہ اہل قبور کے لئے ان کی مغفرت چاہنا ہے۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ پانی میں ڈوبنے والا شخص جسطرح مدد کا طلبگار رہتا ہے یہی حالت اہل قبر کی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے ان کے حق میں دعا کرتا ہے تو وہ ان کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تر ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالی اہل زمین کی دعاؤں سے قبر والوں پر بے انتہا رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ بیشک مردوں کے حق میں زندوں کا تحفہ ان کی مغفرت چاہنا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اعمال خیر صدقہ' دعا' درود' تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کا فائدہ میت کو یقیناً پہنچتا ہے۔

عن سعد ابن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای صدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد

حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے' ان کے ایصال ثواب کے لئے کونسا صدقہ زیادہ افضل ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پانی سب سے زیادہ افضل ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی والدہؓ کے نام سے ایک کنواں کھدوایا جس سے ضرورتمند لوگ فائدہ اٹھاتے رہے اس کا ثواب ام سعدؓ کو پہنچتا رہا۔ حضرت سعدؓ کی گذارش پر حضور علیہ السلام نے پانی کا جو حکم دیا صرف اس لئے کہ سرزمین

عرب گرم اور ریگستانی علاقہ ہے۔ وہاں لوگوں کو سب سے زیادہ پانی کی ضرورت ہے۔

"امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ در تکملہ روض الریاحین' ذکر کردہ است کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام را در خواب دیدند کہ می گوید کہ ما حکم میکردیم در دنیا کہ ثواب قرأت قرآن بمیت نمی رسد الآن معلوم شد کہ میرسد بخوانید و ثواب آں بما برسانید۔"

حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ تکملہ روض الریاحین میں ذکر فرماتے ہیں کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو خواب میں دیکھا گیا' مخاطب ہو کر فرما رہے تھے کہ ہم نے دنیا والوں کو یہ حکم دیا تھا کہ قرآن خوانی سے مُردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا مگر اب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس کا ثواب میت کو ضرور پہنچتا ہے۔ اس لئے قرآن پڑھو اور اس کے ثواب کو ہم پہ بخشو۔

زندگی بھر حضرت موصوف اس مسئلہ میں منکر رہے ہے بعد موت کے انہیں بھی اس عمل خیر کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔

مزید یہ ہم فصل الخطاب بین الخطاء والصواب سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں جو ایصال ثواب الی المیت کے ثبوت میں مذکور ہے۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کی تمام قبریں ایکدم شق ہو گئی ہیں اور اہل قبور جوق در جوق کسی چیز کو سمیٹ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص خاموش اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا اور دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا سمیٹ رہے ہیں اور تم خاموش کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ اُس نے کہا کہ جو لوگ صدقہ ' دعا ' درود ' اور قرآن وغیرہ پڑھ کر اس قبرستان والوں پہ بخشتے ہیں اس کے برکات و فیوضات کو یہ لوگ سمیٹ رہے ہیں اور میں اس لئے خاموش بیٹھا ہوں کہ میرا ایک لڑکا جو فلاں بازار میں ایک خاص قسم کا حلوا فروخت کرتا ہے روزانہ ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھ کر میرے نام بخشتا ہے۔ لہٰذا میں مستغنی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں صبح اُٹھ کر اس بازار میں گیا' ایک جوان کو دیکھا جو اسی قسم کا حلوا فروخت کر رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے ہو۔ اس نے کہا میں روزانہ ایک پارہ قرآن شریف کی تلاوت کر کے اپنے والد مرحوم کو ھدیہ پیش کرتا ہوں پھر ایک عرصہ کے بعد میں نے حسب سابق خواب میں انہیں لوگوں کو سمیٹتے ہوئے پایا۔ اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی سمیٹتے ہوئے دیکھا جو پہلے مستغنی تھا صبح اٹھ کر میں پھر اسی بازار میں گیا' تلاش و جستجو سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے۔ مذکورہ روایت سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب سے میت کو کتنا عظیم فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مولوی مہاجر مسائل اربعین کے اکتیسویں (۳۱) مسئلہ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ علمائے حنفیہ کے نزدیک عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ ھدایہ میں مرقوم ہے ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ بے شک انسان اپنے اعمال صالحہ کے ثواب کو غیر کے لئے نماز۔ روزہ اور صدقہ

وغیرہ کی شکل وصورت میں پیش کر سکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

ان العالم والمتعلم اذا مرا على قرية فان الله تعالى يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية اربعين يوما یعنی کسی قریہ سے ایک عالم یا متعلم کا گذر ہو تو اس قریہ کے قبرستان سے چالیس دن کے لئے اللہ رب العزت عذاب کو اٹھا لیتا ہے۔

حضرات! جب ایک عالم و متعلم کے راستہ سے گذر جانے پر اہل قبور کے لئے رحمتیں نازل ہو جاتی ہیں تو قرآن خوانی وصدقہ وخیرات سے ان کے لئے کتنا نہیں فائدہ اور ثواب حاصل ہوگا۔

نذر نذر کا لغوی معنی (بفتح نون وسکون ذال معجم) پیمان ہے۔ اس معنی سے اگر لیا جائے تو یہ واجب الادا ہو جاتا ہے مثلاً روزہ، صدقہ، خدائے تعالی کیلئے اور کھانا کھلانا بزرگوں کے نام پہ۔ دوسرا معنی ھدیہ کے آتے ہیں جو امراء وسلاطین واحباب ودوست کے خدمات میں پیش کئے جاتے ہیں۔

وہ نذر جو واجب الادا ہے اسکی بحث طویل ہے، لہذا ذیل میں اختصار سے کام لیتے ہوئے ایک مختصر سا مضمون زیب قرطاس کر رہا ہوں۔ جسکو حضرت قطب ویلور قدس سرہ نے واضح طور پہ فتاوی عالمگیری اور فتاوی خیریہ وغیرہ کے دلائل وبراہین سے پیش فرمایا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں مرقوم ہے کہ نذر کا طریقہ جو اکثر لوگوں میں رائج ہے وہ اس طرح ہے کہ کسی بزرگ کے مزار پہ آدمی آتا ہے اور غلاف اٹھا کر کہتا ہے یا سیدی ان قضيت حاجتي فلك مني من الذهب مثلا كذا باطل اجماعا نعم لو قال يا الله اني نذرت لك ان شفيت مريضي اونحوه ان اطعم الفقراء الذي بباب السيدة نفسية اونحوها او اشترى حصيرا لمسجدها اوزيتا لوقودها او دراهم لمن يقوم بشعائرها مما يكون فيه نفع الفقراء والنذر لله تعالى وذكر الشيخ انما هو محل الصرف النذر لمستحقه يجوز ولكن لا يحل صرفه الا الى الفقراء ولا الى ذي علم لعلمه ولا لحاضري الشيخ الا ان يكون واحدا من الفقراء واذا عرف هذا فما يوخذ من الدراهم ونحوها و ينقل الى ضرائح الاولياء تقربا اليهم فحرام بالاجماع مالم يقصد بصرفها الفقراء الاحياء قولا واحدا وقد ابتلى الناس بذالك۔

اے آقا میری حاجت براری ہو جائے تو میں آپ کی خدمت میں اتنا سونا عطا کروں گا، اسطرح کہنا بالاجماع باطل ہے۔ ہاں اگر یوں کہے اے اللہ میں تیری نذر مانتا ہوں اگر تو مجھے میرے مرض سے صحت بخشے تو ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا جو سیدہ نفیسہ کے دروازے پہ پڑے ہوئے ہیں، یا میں آپ کی مسجد

کے لئے چٹائی خرید دوں گا۔ جو اس کی تعظیم کرتے ہیں ان عطایا سے فقیروں کو فائدہ ہو۔

اور نذر اللہ کیلئے ہے اور شیخ کا ذکر صرف نذر کیلئے بیان مصرف ہے تو یہ صورت جائز ہے لیکن نذر کو فقیروں کے علاوہ دوسروں پہ خرچ کرنا حلال نہیں کسی عالم کو اس کے علم کی وجہ سے اور نہ شیخ کے پاس آنے والوں میں سے کسی پہ۔ البتہ اگر ان میں سے فقیر ہو تو دے سکتے ہیں۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جو کچھ بھی درہموں وغیرہ سے لیا جائیگا اور ان کو اولیاء اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی مزاروں کی طرف منتقل کیا جائیگا۔ تو ایسا کرنا تمام کے نزدیک حرام ہے۔ جب تک اس کے خرچ کا قصد زندہ فقیروں کے لئے نہ ہو مگر لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ فقراء کو کھانا کھلانا اور مال کا خرچ کرنا ان تمام کا ثواب مرحوم کی روح کے لئے ایصال کرنا مسنون ہے۔ حدیث حضرت سعد کا ذکر اوپر آچکا ہے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں۔ بس اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الجواهر القدسية

معرّب وملخّص من انوار اقطابِ ويلور

ملخص :- جناب مولانا المولوى السيّد محمّد برهان الدين الجزرى لحنطهرى مدرس دار العلوم لطيفية حضرت مكان ويلور

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذى نزل بحكمته اسرار ذاته من سماء العماء الى الارض الطبيعة الكلية وكتمها وصانها بقدرته اظهاراً للخصوصيات الاسمائيه۔ فانحجبت بالطواغيت الشيطانية حجابا انساها وامالها عما كانت عليه من الكمالات القدسية۔ فمالت عن المعقولات الى المحسوسات وركنت عن المحمودات الى المذمومات۔ واشتاقت الى الشهوات والفت العادات فلم تذكر بلدانها الاصلية ولادارت ببالها مبادئها الاولية فارسل اليها رسلا على صورتها الظاهرية ورسلا على صورتها الباطنية فاوقدوا فى حنادسها مصابيح ملكوتية وانارو غياهبها بانوار غيبية وازالوا ظلماتها بقوة ربانية۔ فحكمة الله عزوجل تقتضى ان لا يخلو العالم عن الافاضل والاواسط والاراذل۔ فالاراذل هم

اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحيات الدنوية وهم غافلون عن الحيات الاخروية، همتهم قاصرة على تعمير الدنيا الذميمة و تهئية اسبابها الذميمة۔ والاواسط هم اهل الاخرة الذين يجتنبون المنكرات ويواظبون على الطاعات رغبة فى نيل المثوبات۔ والافاضل هم اهل الله الذين اخلصوا انفسهم لله باقبال الكلّ على الله وحركاتهم وسكناتهم لله من الله الى الله فى الله الذين امنوا وعملوا الصالحات وباعوا الفانيات الخسية واشتروا الباقيات النفيسة واستبدلوا الباقيات الصالحات بالغاديات فمنهم شيخ المشائخ زبدة العارفين وكنز الراغبين وملجاء المريدين قدوة الواصلين شمس العلماء سيد شاه **عبد اللطيف** البيجاپورى عليه رحمة البارى

فلما تجلى شمسنا الموصوفة فى ميدان ويلور المسماة بدار السرور رأى فى المنام جدّه نبيّنا محمّدًا صلى الله عليه وسلم كانه يقول له اى بُنيّ اقم فى هذ المقام بك وبذريتك يعلى الله دينه الاسلام وابن مدرسة ومسجدا وزاوية للصوفية فى هذا المقام فلما انتبه المنام ايقن ان هذه مرضاة لربى الله وبشارة رسول الله فهذه المدرسة اللّطيفية ثمرة رؤياه ونتيجة بشرا فمنه رحمه الله جرت سلسلة التدريس اشاعة العلوم الدينية فى ارجاء جنوب الهند الى هنا۔

فاردت ان اسرد عليك نبذة من احواله رحمه الله۔ فولادته سنة الف وسبعة وستين من هجرة خير البرية عليه ازكى التحية فى بيجاپور وسلسلة نسبه من جهة الاب تنتهى الى سبط الرسول وكبد فاطمة البتول امامنا الحسين الشهيد فى ارض كربلا مع كرب وبلاء۔ هكذا سيد شاه عبد اللطيف البيجاپورى هو ابن ميران سيد ولى الله وهو ابن سيد عبد اللطيف المعروف بسباپوجی وهو ابن سيد محمد وهو ابن سيد عبد الحق وهو ابن سيد قطب الدين وهذه الاجداد الثلثة مدفونون باحمد آباد گجرات۔ وهو ابن سيد عبد الفتاح مصنف شرح مثنوى عبد الفتاح وهو ابن قاضى سيد اسماعيل وهو ابن سيد برهان الدين وهو ابن سيد حسين وهو ابن سيد نور الله منصور الذى توفى فى نجف اشرف وهو ابن سيد عبد الفتاح الذى توفى فى دهلى عاصمة الهند وهو ابن سيد حامد الذى توفى فى اصفهان۔ وهو ابن سيد حمزه وهو من الخلفاء غوث الاعظم توفى فى بغداد۔ وهو ابن سيد اسد الله الذى توفى فى الروم وهو ابن سيد حسين اكبر الذى توفى حاما۔ وهو ابن سيد محمد الذى توفى فى كشمير وهو ابن سيد سيف الله ناصر الذى توفى مكة المكرمة زادها الله شرفا ودفن فى الجنة المعلى وهو ابن سيد ابى القاسم الذى توفى فى اصفهان وهو ابن سيد حيدر كرار الذى توفى فى المدينة المنورة زادها الله شرفا وهو ابن سيد امام محمد تقى عسكرى توفى فى سامرة وهو ابن الامام محمد تقى الذى توفى فى بغداد وهو ابن الامام على موسى الرضى وهو ابن الامام موسى الكاظم وهو ابن الامام جعفر هو ابن الامام باقر وهو ابن على ابن الحسين ابن الامام زين العابدين ابن على ابن الحسين ابن ابى عبد الله سيد الشهداء

امامنا الحسین رضی اللہ عنہم۔
ومن جہۃ الام ھو حسنی[1] واسرد
علیک نسبہ من جہتھا الی قطب الاقطاب
غوث الاعظم ھکذا۔ وھو ابن بنت سید شاہ
ابی الحسن ابن سید بدر الدین حبیب اللہ ابن
سید عبد القادر یوسف الثانی ابن سید شمس
بھاؤ الدین العارف ابن سید یونس الثانی ابن
سید عبد الرحمان اشرف جہانگیر وھو ابن سید
یونس شرف جہان ابن سید یوسف حاجی الحرمین
الشریفین ابن سید احسن الدین ابن سید
محمد رضو احمد ابن سید ابی نصر ابن سید
تاج الدین عبد الرزاق ابن غوث الاعظم
سید شاہ عبد القادر الجیلانی افاض اللہ
علینا فیضہ النورانی رضی اللہ عنہم تعلم
وتربی تحت ابیہ صاحب الطریقۃ والشریعۃ
بحر المعرفۃ والحقیقۃ کان فی صورتہ وسیرتہ
عدیم النظیر وخلقہ وخُلقہ کالبشیر النذیر
کان ورعا صوفیا نقیا وبارعا فی العلوم
والاعمال نقیا۔ فبعد حفظ القرآن سلک
فی مسالک الصوفیۃ وغاص فی بحر التصوّف
وحصّل الدرر والجواہر العلیۃ وخاض
فی المنقول والمعقول حتی تحیر فی حقہ
ارباب العقول والنقول وترقی الی ذروۃ

[1] من جہۃ الام

الکمال حتی صار مظہر الجلال والجمال
فاخذ البیعۃ والخلافۃ من جدہ السید
ابی الحسن علی السلاسل المختلفۃ الذیلۃ۔
القادریہ والچشتیہ والشطاریۃ
والبخاریہ والسہروردیہ والرفاعیہ
والکبرویہ والگازرونیہ والاویسیہ
والطاؤسیہ والجیینیہ والحسنیہ والصدیقیہ
والفاروقیہ والعثمانیہ۔ ثم ارتضی بحکمۃ
اللہ فی التناسل والتوالد خشیۃ ان یدخل
تحت قولہ علیہ السلام من رغب عن سنتی
فلیس منی فتزوج بی بی ساجدہ بیگم بنت
السید ابی القاسم الملقب من قبل شاہ
عالمگیر بدرایت خان کان ماہرا فی المنقول
والمعقول والقواعد والاصول، فولدت لہ
مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابا الحسن
المتخلص بفرحی ویلوری قدس اللہ سرہٗ
وکان رحمہ اللہ نذر ان ولدت ذکرا
ان یسمّی باسم جدہ الشریف فکان المولود
کما رجاہ فسمّاہ کما تمنّاہ۔ ثم الجأہ اضطرار
الحالات السیاسیہ واضطرام النیران
الخصومتیہ الی ترک الوطن۔ فانسلک فی
سلک من سلف فابقی طریقۃ للخلف فہجر
وطنہ وآوی مع ابنہ ابی الحسن قربی علیہ

الرحمه الی قریۃ قریبۃ من "ھیلی" مسماۃ "بشاہ نور" فی جانب الجنوب سنۃ الف ومأۃ واحدی وعشرین۔

واقام رحمه الله فی تلک القریۃ سنتین ثم بعد ذلک انتقل منها الی قریۃ صغیرۃ مساۃ "بسرا" من قری "کرناتک" فاقام ھناک عشر سنۃ او اثنی عشر سنۃ علی اختلاف الرواۃ ثم لما اوقدت نیران المخاصمۃ والمنازعۃ فی تلک القریۃ انتقل منها الی "ارکات" فاستقبله الناس مع الفرح والسرور۔ ثم بعد ستۃ سنۃ انتقل منها الی ویلور دار السرور۔ فاقام فی اللیل فی المیدان المشہور الآن بحضرت مکان صانہ المنان عن حوادثات الزمان و بسط مسند الدرس والتدریس۔

ثم لما اشتاق الوصال ناوته المشیۃ الازلیۃ ودعته القدرۃ الابدیہ۔ لانه لما کانت الحیاۃ فی الاجسام بالعرض قام بھا الفناء والموت۔ فان حیاۃ الجسم الظاھریۃ من آثار حیاۃ الروح کنور الشمس الذی فی الارض فیتبعھا نورھا فتبقی الارض مظلمۃ کذلک الروح اذا رحل عن الجسم الی عالمه واصله تبعته الحیاۃ المنتشرۃ فی الجسم الحی ورجع الجسم الی اصله منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔

وظھر مظھر کل نفس ذائقۃ الموت، انا لله وانا الیه راجعون۔

ثم دفن رحمه الله فی مقبرۃ جامع مسجد ویلور فی الجانب الشرقی ومدفنه یزار ویتبرک وزیارته تزیل کل ھمّ و غم لانی جربت ذلک مرارا ولاحت لی ثمراتھا تیرا یزورہ العوام والخواص و وفاته سنۃ الف ومائۃ وتسعۃ واربعین من ھجرۃ خیر البریۃ ومنھم سید العارفین تاج المحققین مولانا رکن الدین سید شاہ ابو الحسن المعروف المشہور بقربی علیه الرحمۃ

قد اختلف الرواۃ فی سنۃ ولادته قال مولانا سید محمد قادری فی ضمیمته لجواھر السلوک انه ولد رحمه الله فی بیجاپور لیلۃ البرأت سنۃ الف ومائۃ وثمانیۃ عشر من ھجرۃ خیر البریۃ علیه ازکی التحیۃ وھو حسینیّ من جھت الاب وحسنیّ من جھت الام وھجر وطنه مع والدہ وکان سنه حین ھجر ارکات وجاء الی ویلور دار السرور اربعا وعشرین۔

فتربی وتعلم عند ابیه الماجد ثم بعد ذلک تعلم تحت المشائخ الکرام و قرأ وقت دورانه مع والدہ الکتب الفارسیه

عند مولوی محمد الحسین صاحب بیجاپوری،
ثم بعد ذلک تلألأ نور العرفان فی قلبہ و
تألق ضیاء الایمان فی جبینه فتهیأ فی
تحصیل العلوم الدینیه وسائر العلوم
الفتوتیه فخاض فی المنقول وغاص فی
المعقول کان رحمه الله منهمکا فی اخذ
العلوم من افواه الفحول فصار فی مدة
قلیلة ممتازا بین الاقران وفائقا فی الزمان
فحصل له قدم راسخ فی العلوم العقلیه و
النقلیه خصوصًا فی الاصطلاحات الصوفیه
لانه کان اکثر حرکاته وسکناته وتربیاته
تحت الاصفیاء الکمل والعرفاء الفضل
فاخذ من ابیه الماجد الخلافة والاجازة
فی السلسلة القادریه ثم بعد ذلک اخذ
ایضا من شیخه شیخ فخر الدین رحمه الله
الخلافة والاجازة فی تلک السلسلة فلما
رأی شیخه ومرشده شیخ فخر الدین
قوة ملکته وکمال صفائه احاله الی شیخه
ومرشده حضرت شاه عبد الحق محمد مخدوم
ساوی المتوفی فی سنة الف ومائة وخمسة
وستین فانه کان ماهرا فی العلوم الظاهریة
وکاملا فی العلوم الباطنیة وکان الشیخ
مخدوم یمدح مولانا قربی علیه الرحمه بین

مریدیه وجلسائه لعلمه بفرط ذکائه
وزکائه ولکونه متمیزا ومشارا الیه من
بین مریدیه اجاز الشیخ وقت حیاته فی
البیعة والخلافة. ولمثل هذا فلیعمل
العاملون ولیجتهد المجتهدون ثم بعد
ذلک جلس وتهیاء للتدریس وارشاد
الناس الی دین الله فجاء الناس قبیلا بعد
قبیل وجیلا بعد جیل. وبایعوا علی
یدیه وظفروا به وکان یکثر البیعة
لان مراده ارشاد الناس الی دین الله،
حتی الامکان وکان رحمه الله فارغا الا عن
ذکر ربه ومتوکلا علی معبوده وکان مستغنیا
عن الاغیار وشاغلا فی الخلوات بالاذکار
وما ذهب قط الی باب دار من دور الامراء
وما تکفف الی غنی من الاغنیاء کما هو
عادة العلماء الجهلاء بل هو رحمه الله
ملجاء الاغنیاء ومأوی الامراء کما لا
یخفی علی من له ادنی علم باحواله و
اوصافه رحمه الله وکان ثابت القدم علی
الشریعة المطهرة واذا رأی من یخالف
الشریعة نهاه وانکره ونفره ولا یتکلم
معه نفرة عنه. ومن اعان علی معصیة
هجره وزجره کائنا من کان ولا یخشی

فی اللہ لومۃ لائم ولا یغضب الا للہ وکان متشددا علی اداء الصلوات فی اوقاتھا المقدرۃ وما اخرج صلاۃ من الصلوات عن وقتھا الا فی حالۃ واحدۃ وھی حین اخذتہ الحمی فزال عقلہ من شدۃ الحمی فخرجت صلاۃ العصر والمغرب فصلاھما بعد الافاقۃ وقت العشآء (اللھم ارزقنا الاقتداء بہ)

وکان یصلی بالاشارۃ حین عجز عن القیام والقعود وکان سخاوتہ وعطائہ اشھر من ذکرہ واغنی عن بیانہ۔ وکان عندہ حق للسائل والمحروم۔ وکان لہ طول باع فی الانشاء والتصنیف ومصنفاتہ مشھورۃ و بعضھا مطبوعۃ موجودۃ وبعضھا غیر موجودۃ الآن وبعضھا موجودۃ فی کتب خانۃ لطیفیہ واذکر لک اسماء بعضھا فی الذیل لتفھم فطنتہ ومھارتہ وملکتہ فی التصنیف وعبورہ فی العلوم العقلیۃ والنقلیۃ رسالۃ اثبات وجود حقیقی "رسالہ حق الحق" بحث فیہ علی الکشف المقید والکشف المطلق رسالۃ بحر الاسرار منظومۃ فی اللغۃ الفارسیہ البرھان القاطع فی بیان التوحید الجامع "بحث فیہ علی النسبۃ العینیۃ والنسبۃ الغیریہ بین العبد والرب الدلیل المحکم فی التوحید الاقوم، عین العیان، حق المعرفۃ، تحفۃ الذاکرین، الوجدان، خلاصۃ العرفان، رسالۃ جمع الجمع، رسالہ تجدد الامثال، رسالہ لب السلوک، رسالہ توفیق، رسالہ مظھر الکل، تمت نامہ وھی منظومۃ فی اللغۃ الدکنیۃ، میزان العقائد، تقویۃ الایقان، منھج التحقیق فی فضیلۃ الصدیق، الدلائل المنیعۃ فی رد شیعۃ الشنیعۃ" ثم لما اشتاق الی الوصال صال الی اللہ سنۃ الف ومأۃ واثنین و ثمانین من الھجرۃ النبویۃ فی عشرین من رمضان یوم الخمیس وقبرہ مشھور یزار ویتبرک فی قبۃ مشھورۃ مبارکۃ فی حضرت مکان۔

ومنھم سید السالکین حضرت مولانا محی الدین شاہ سید عبد اللطیف قادری المعروف بذوقی رحمہ اللہ، ولد سنۃ الف ومأتۃ واحدی وخمسین فی مقام ویلور، تعلم وتربی تحت والدہ قربی رحمہ اللہ وقرأ عندہ الکتب الفارسیۃ الابتدائیۃ ثم ترک الاشتغال بالتعلم وذھب مع والدہ الماجد الی الشیخ ناصر رحمہ اللہ وکان عمر ذوقی وقتئذ احدی عشرۃ سنۃ فاجلسہ الشیخ قبالتہ فقال لہ الذوقی

ادعو لهذا العاصی بزیادة العلم فاجاب له الشیخ بانك تکون منقد ما علی معاصریك، وقال الذوقی رحمه الله ثم بعد ذلك ظهر لی نتیجة الدعاء ثم بعد مدة قلیلة تمهر الذوقی رحمه الله فی کل الفنون خصوصًا فی العروض و القوافی وعلم الحساب، وتبحر فی المنقول و المعقول والفروع والاصول وکان ممتازا فی فن التصوف، وبعد مطالعة مصنفاته یضطر العقل الی تسلیم ان الله اکرمه بالعلوم الوهبیة والمعرفة اللدنیة وکان مشتاقا الی مطالعة الکتب فمن بنات افکاره ظهرت دار الکتب اللطیفیه، فملأ حجرتین کبیرتین بالکتب الفنونیة فی العربیه والفارسیه والاردیة وصنف رحمه الله فی اکثر الفنون واشتری کتبا کثیرة فجمعها فی دار الکتب اللطیفیه فان لم یمکن حصول الکتاب بالاشتراء ینقله ویکتبه۔ ولذا نری کتبا کثیرة قلمیة جزاه الله خیر الجزاء۔ ویجیئ رجال کثیرون محققون من الآفاق المختلفة من وقته الی الآن الی دار الکتب اللطیفیه لمطالعة الکتب الغریبة القدیمة المعدومة فی العصر الجدید۔ لانه رحمه الله فهم ان الکتب المذهبیة الدینیه هی روح الملة الحنفیة السهلة السمحاء وریحانها و غذاءها ودواءها، ولایستقیم الدین ولا یبقی الابها فاجتهد لاحیاء الملة حق الاجتهاد۔

ثم بعد تکمیل العلوم الظاهریة اخذ البیعة الشریفة من والده مولانا قربی رحمه الله وسار فی منازل السلوك تحت تربیته التامة وحصل الاجازة والخلافة فی السلاسل المختلفة کما بینه بنفسه فی بعض مصنفاته ثم جلس رحمه الله للتدریس فاذا جلس کانه غزالی الاوان ورازی الزمان وتعلم قوم عنده بعد ما تعلموا عند والده مولانا قربی رحمه الله لما سمعوا من ذکائه وکمال قوته فی حل المشکلات وفك المعضلات۔

وکان له قدم راسخ فی الانشاء والتصنیف وقرض الشعر کوالده رحمهما الله ومصنفاته خارجة عن الاحصاء واذکر بعضها فی الذیل علی منهج المثال واعداد المشهورات منها قریبة الی مائة وخمسین۔

تفسیر لطیفی، لطائف لطیفی۔ هدیة الاخیار فی تتبع مخزن الاسرار، انشاء عقائد ذوقی، انشاء لطف المعی، انشاء قادری، انشاء باقری، اصطلاحات الشعراء، المختصر التحریر، روضة الخلد، طالع، شرح عبد الله

یزدی، تادیب لخلان، زین اللغات، دلائل امامة علی خطبات ذوقی، المختصر الناظر عجالة نافعة، نواقض الروافض، تصفیة الاذہان، رکن رکین ترجمۂ حصن حصین، تذکرة الاولیا، تحریر عقائد، در ثمین قصائد ذوقی، مجموعۂ قصائد، دیوان قدیم، مجیب نامه جواہر منظوم، تعداد الشهور، نظم معارج النبوة معجز مصطفیٰ، غرائب اللغات، سلالة العقائد مفتاح الاسرار، وغیرها من المصنفات المشهورة

وکان ایضا شاعرا مشهورا وعد اشعاره فبلغت قریبا من ثلثمأة الاف، وکان صاحب کرامات عجیبة وخوارق عادات غریبة فان اردت الوقوف علیها فطالع "مطلع النور" ثم لما اشتاق الوصال غاب عن اعین الرجال وصال الی الملک ذی الجلال، فلبّی لمولاه سنة الف ومأة واربعة وتسعین الهجریة، فی ثلثة عشر رجب المرجب ودفن قریب والده قربی رحمهما الله فی القبة المشهورة المبارکة فی شرق اللطیفیه۔

ومنهم قدوة السالکین کنز العارفین مولانا شاه سید ابو الحسن القادری المعروف المشهور **بحموی** رحمه الله القوی ولد فی سبعة وعشرین من الشعبان المعظم سنة الف ومأة وستة وثمانین من الهجرة یوم الاثنین وقت العصر کما فی ضمیمة جواهر السلوک واختلف الرواة فی سنة وقت وصال والده مولانا ذوقی رحمه الله فذهب بعض الی الخمسه وبعض الی الثمانیة فتربی تحت والده قبل وصاله فبعد وصاله اتت به امه الماجده الی مدراس۔ فاقام هناک یتعلم الی ان یکمل له عشرون سنة، فتعلم من الاساتذة الکرام المختلفین، التفسیر والحدیث والفقه وعلم الکلام وعلم الطب الفلسفة ثم بعد ذلک رجع مع امه الی ویلور ثم بعد تکمیل العلوم الظاهریة توجه الی العلوم الحقائقیة فخضع له کل الفنون العلومیة کما قال صاحب مطلع النور مع حوالة شاه عنایة الله فخری۔ ثم سار فی المنازل السلوکیة وکان کثیرا ما یطرأ علیه الکیفیة الجذبیة۔

ثم اقتدی بوالده رحمه الله۔ فجلس للتدریس وتهیأ للخدمت الدینیة واستفاد منه کثیر من الناس۔ ثم سنة الف ومأتین و خمسة وثلثین من الهجرة النبویة بنی مسجدا عالی الشان فی شمال اللطیفیه وقبالة القبة الاقطابیه۔ ثم بعد ذلک غلبت علیه الکیفیة الجذبیه۔ فکثیرا ما یغیب عن الدنیا وما فیها

وکان رحمہ اللہ یوما یصلی اماما صلاۃ العشآء فحین اتی الی ایاک نعبد وایاک نستعین طرأت علیہ الطاریۃ المحویۃ فقام وکرر ہذہ الآیۃ الشریفۃ حتی دھش الناس وتحیروا فقطعوا الاقتداء وصلوا فرادی والمحوی رحمہ اللہ یکررھا الی ان قال المؤذن فی اذان الصبح الصلوٰۃ خیر من النوم۔ (اللھم اجعلنا ممن یقتدون آثار السلف الصالحین)

وکان رحمہ اللہ فی الجود والعطاء مثل والدہ وجدہ وکان مشھورا فی الانشاء والتصنیف ومصنفاتہ فی فنون متفرقۃ لا تعد حتی یبین کمیتھا ولکن اذکر بعضھا علی نھج المثال۔

رسالہ ذکر وجود مراتب وجود بحث فیہ علی مسئلۃ معرکۃ الآراء اعنی مسئلۃ الاندراج ای اندراج کل شئی فی کل شیٔ رسالۃ ذکر ذاکر بحث فیہ علی مراتب الاذکار رسالۃ تفصیل المراتب فی اطوار المراتب بحث فیہ علی التوحید الافعالی، والتوحید الصفاتی والتوحید الذاتی، والتوحید المطلق، رسالہ عالم الارواح، رسالہ عالم المثال، رسالہ شرح حقیقۃ محمدی، رسالہ ببعث غائب وحاضر رسالہ ربود الھی، شرح فیہ کل واحد من الاسمآ

صفاتہ تعالی علی نھج عجیب۔

فیعلم من مطالعتھا قوۃ فطنتہ وکمال ملکتہ ورسوخ صفاتہ العلومیۃ وعبورہ فی الکتب الفنونیہ وثباتہ علی الشریعۃ المطھرۃ المصطفویہ فمن مطالعۃ الکتب المصنفۃ یعرف قدر صاحبھا۔ ویفیض العقل الی تسلیم قابلیۃ مصنفھا۔ و یلتجئ الذھن الی الاعتراف بصلاحیۃ مؤلفھا۔

ثم لما تم ما قضی لہ مولاہ صار مشتاقا الی الانس مع المعبود الحقیقی فصال الیہ مع الفرح والسرور وفاز بالوصال الی ذی الجلال سنۃ الف ومأتین وثلثۃ واربعین من الھجرۃ النبویۃ۔ یوم الاثنین لستۃ وعشرین من جمادی الاخری، فدفن رحمہ اللہ عند والدہ الماجد فی القبۃ المشھورۃ المبارکۃ۔ المعروفۃ بالقبۃ الاقطابیہ، مزارہ یزار ویتبرک وزیارۃ من فی ھذہ القبۃ الاقطابیہ تریاق مجرب ومرھم معروف۔

ومنھم زبدۃ العارفین حاجی الحرمین الشریفین مولانا محی الدین

سید شاہ عبد اللطیف القادری النقوی الملقب من قبل قادرولی الناگوروی بقطب ویلور رحمه الله۔

ولد فی ویلور سنة الف ومأتین وسبعة من الهجرة النبویه۔ وهو من جهة الاب حسینی و هو من جهة الام حسنی۔ وکان موفقا رحمه الله مشتاقا مولعا فی صباه بتحصیل العلوم الدینیه وکان ذهینا وفطینا حین الطفولیة فادخل فی المدرسة اللطیفیه للتعلم فی اربع من عمره فتعلم القرآن مع التجوید فی مدة قلیلة۔ ثم اشتغل فی الاسباق الاخری ودعا له ابوه المحوی یوم الجمعة وقت قبول الدعاء بزیادة علم ابنه فقبل الله دعائه کما رجاه وقرأ عند والده مولانا محوی رحمه الله ومشائخ آخرین کتب الفقه والعقائد والادب والانشاء والصرف والنحو والمنطق والمناظرة والهندسه والهیئة والریاضة والمساحة وکتب الفروع والاصول وحفظ القرآن فی عشرین من عمره ثم اشتغل فی مطالعة الکتب مدة مدیدة ثم بعد ذلك ذهب الی مدراس للتعلم عند مولانا عبد العلی صاحب بحر العلوم المعروف بملك العلماء ومولنا باقر آگاه رحمة الله علیهما وکان رحمه الله کثیرا ما یتمنی ان یتعلم عند شاه ولی الله محدث دهلوی رحمه الله ولکن لم یتم تمناه لوصال والده مولنا المحوی رحمه الله وکان وقت التعلم عندهما مشتغلا فی المطالعة الی نصف اللیل ولا یتکلم الا للضرورة۔ ثم بعد اتمام ما اراد رجع الی ویلور واشتغل ایضا عند والده بالعلوم الباطنیه۔ ثم بعد تکمیل العلوم الظاهریة والعلوم الباطنیة۔ اخذ البیعة من والده فانهمك فی الریاضة والمجاهدة ثم اخذ الاجازة والخلافة فی السلاسل المختلفة کما فی مطلع النور۔ ثم جلس علی نهج والده للتدریس والافتاء فتلمذ لدیه الوف من الفحول الکرام۔ وکان رحمه الله مجیب للسائل فورًا بلا تاخر ولا توان ومهارته فی الفتوی مشهورة محسودة۔

وکان مع ذلك کله مولعا باصلاح الناس وارشادهم الی الشریعة المصطفویه فافلح ناس کثیرون۔ علی یده وسعد وا فی طرائق الرشاد والهدی جزاه الله خیر الجزاء ولا یعلم تعداد من اخذ البیعة علی یدیه رحمه الله تحدیدا ولکن یعلم من تتبع الکتب المختلفة المرقومة المستورة علی احواله ومناقبه رحمه الله انه کانوا سبع مائة الف من العرب والعجم۔ ومن افاضل مریدیه الذین یشار الیهم بالانامل۔

مولنا مولوی شاہ عبد الحی صاحب قادری سگوری
کان ماہرا فی المنقول والمعقول وکان لہ قدم راسخ
فی الانشاء والتصنیف ومن مشہور مصنفاتہ
"مطلع النور" الذی رقمہ علی احوال الاقطاب
الویلورئین و (جنان السیر) -

مولنا شمس العلماء شاہ عبد الوہاب قادری
تعلم عند قطب ویلور واخذ الاجازۃ والبیعۃ
والخلافۃ علی یدہ وکان ماہرا فی العلوم العربیہ
کلہا ولاشاعۃ العلوم الدینیۃ بنی علی حکم
شیخہ مدرسۃ عالیۃ مسمّاۃ بالباقیات
الصّالحات الواقعۃ فی ویلور -

مولنا شیخ محمد حفظی استنبولی
کان شیخا کاملا وعالما وعاملا وواقفا علی
العلوم الشرعیۃ ومع کونہ حافظا للقرآن کان
محدثا حافظا کان قد حفظ اثنی عشر الفا من
الاحادیث -

مولنا مولوی شاہ محمد حنیف صاحب
قادری تعلم عند قطب ویلور واخذ البیعۃ علی
یدہ کان جامعا بین المنقول والمعقول و
درس مدۃ مدیدۃ فی المدرسۃ اللطیفیہ -

مولنا سید شاہ محی الدین عبد الغفار
صاحب قادری المتخلص بمسکین شاہ وھو من
اولاد حضرت شاہ عالم گجراتی قدس سرہ العزیز

اخذ البیعت والخلافۃ علی یدی قطب ویلور
رحمہ اللہ کان ممتازا فی میدان المعرفۃ
والشریعۃ، کان ماہرا فی الاشعار الاردیۃ
وکتابہ "دیوان مسکین" موجود فی دار الکتب
اللطیفیہ -

ومصنفات قطب ویلور رحمہ اللہ کثیرۃ
مشہورۃ معتبرۃ عند العلماء والمشائخ الفضلاء
ومنہا غایۃ التحقیق، بحث فیہ علی وحدۃ
الوجود مع الدلائل العقلیۃ والنقلیۃ، جواہر
الحقائق - ہذا الکتاب داخل فی نصاب اللطیفیہ
بحث فیہ علی ثبوت حقائق الاشیاء فصل
الخطاب بین الخطاء والثواب بحث فیہ علی
التوحید والرسالۃ وعلم الرسول والملائکۃ
والاولیاء - جواہر السلوک، وھو آخر مصنفاتہ
رحمہ اللہ - اوضح فیہ المسائل السلوکیہ
وبحث فیہ علی اصول مراتب لسلسلۃ القادریۃ
والسلسلۃ الچشتیہ والسلسلۃ النقشبندیہ
وعلی التوحید الایمانی والتوحید العلمی و
توحید الافعالی وتوحید الصفاتی والتوحید
الذاتی والتوحید الحالی وعلی مسئلۃ المعیہ
وعلی مسئلۃ الاندراج وعلی مسئلۃ تجدد
الامثال -

رسالہ بذکر الف مقام، وہذہ رسالۃ

الفہا اذکان فی الطائف جوابا لسوال مریدہ
شیخ محمد حفظی استنبولی، واحیاء التوحید
احیاء السنة، تنبیہ الجاہلین، صراط المومنین
مکتوبات لطیفی، رسالہ فطرہ، اصل العلوم۔
وکان یجتمع لوعظہ الهنود والنصاری و
هم یتأثرون بوعظہ ونصحہ وکانوا یتحیرون اذا
سمعوا نصحہ ووعظہ وکان رحمہ اللہ یرسل الی
رؤسائهم وعرفائهم رسالة مملوة بالوعظ و
النصیحة وکان رحمہ اللہ مشهورا بالسخاوة
والضیافة وکان زاهدا متوکلا فارغا قلبه عن
الاغیار وکان یجلس بعد الصبح فی مصلاہ بالاذکار
الی الضحی۔
ثم بعد الظهر یشرع فی تلاوة القرآن الی
العصر، وهذہ عاداته الیومیه والوظائف الدینیة
ثم زاد شوقه رحمہ اللہ الی زیارت حرمین الشریفین
فلما خرج للزیارة ما جاوز باهل بلد الا استقبلوہ
مع الفرح والسرور واخذوا البیعة علی یدہ و
فازوا به فلما وصل رحمہ اللہ الی مکة المکرمه
زادها اللہ شرفا وفضلا اخذ البیعة ثلث
مأئة رجال مع الخلوص والخشوع ثم بعد ادائه
ما علیه ذهب الی المدینة المنورہ وزادها اللہ
شرفا وتکریما وزار روضة جدہ محمد صلی اللہ علیه
وسلم واراد القیام فی المدینة المنورہ وودع من

کان معه من القافلة وودعوہ مع حزن و
غم۔ فلما نام فی اللیل رأی فی المنام جدہ
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وامه رحمها اللہ
کانها حاضرة وان امه تدعوہ الیها مع الحزن
والغم فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
"رح یا ولدی" والحال ان امه کانت مریضة و
کانت کثیرا ما تدعو اللہ بارجاع ولدها الیها
فعزم علی الرجوع وذهب للزیارة الوداعیة
فغلب علیه مر الفراق ثم بعد ذالك رجع مع بنیته
الظاهریة، وحضر عند جدہ بالالفة الباطنیه
ثم بعد جلوسه لاشاعة العلوم الدینیه و
لارشاد الناس الی الملة الحنفیة ازداد شوقه
الی زیارة دیار الحبیب وحرق قلبه تذکار فرقته
فاراد سفر الحجاز مرة ثانیه۔ فتهیأ للخروج
خالفه ثانیا فاجتمع عندہ اکابر العلماء و
الفضلاء وافاضل مریدیه العظماء فمنعوہ
عن هذہ الارادة وقالوا له ارجع یا شیخنا
عن السفر الی الشقة البعیدہ لانك لا تتحمل
الآن مشقة السفر لزیادة العمر ولبعد
منزل السفر ولکن منع فی قبول المنح وعزم
علی الفرق والجمع فلما حان له حین الرحیل
تلقاہ الناس جیلا بعد جیلا فودع اقاربه
بالتحیة والسلام وخرج فی اربع شوال بسنة

الف ومأتين وثمانيه وثمانين من هجرة
خير الانام بذريعة القطار من اركونم، فوصل
مقيمًا فى كڈپه وتاڈپترى الى ادهونى ثم رحل
منها يوم الجمعة وقت صبح الصادق فى تسع
شوال المكرم مرحبا لاهل ادهونى فوصل مقيما
فى رائچور وكرنول وگلبرگه شريف وپونه الى
بمبئى ثم رحل منها الست من ذى القعده
فى السفينة الى الحجاز فاستقبله الناس فى
كل محطة القطار وبايع البعض على يديه بعد
نهوضه للسفر ونجحوا وفازوا والان هذا
السفر كان سفرا بعيدا وكان رحمه الله لا
يرجو الرجوع وكان كثيرا ما يظهر من فيه
رحمه الله من مات فى احدى الحرمين بعث
يوم القيامة من الآمنين۔ فهذا يشعر
بانه كان لا يرجو الرجوع فقد فاز من استيقظ
وتنبه من الهجوع فوصل رحمه الله الى المكة
المكرمة زادها الله شرفا وتعظيما۔ كما اراد بعد
ما جرى من امر السفينة ما جرى لا اريد ان
اخوض فى هذه الواقعة فمنها يعرف مقدار
مكانته ومقامه عند الله (من كان لله كان الله له)
ثم بعد ما فرغ من فرائض الحج ونوافله
نهض للسفر الى المدينة المنورة زادها الله
تبجيلا وتكريما۔ ثم بعد ما جرى من فتنته
ما جرى ولبعد ما اخذ من مقدورات الله
ما قدر واجرى غربت الشمس لجنوبيه
كما مضى فى المشية الالهى فى المدينة
النبويه احدى عشر محرم الحرام زاده الله
من العطية والاكرام فصلى عليه سبعون
الفا من الزائرين ودفن فى جنة البقيع
عند قدم حضرت امامنا الحسن رضى الله عنه

ومنهم قدوة السالكين مولنا شمس
العلماء ركن الدين سيد شاه محمد القادرى
النقوى الويلورى عليه الرحمه المعروف
بركن الدين ثانى ولد رحمه الله اثنين وعشرين
من شوال المكرم سنة الف ومأتين وتسعة
وستين من الهجريه فى ويلور وقد بشر قبل
رحمه الله لوالده قطب ويلور بولادة مولنا
ركن الدين ثانى قبل سنه وثمانين سنه
وايضا قد بشره رسول الله بالاولاد الصالحين
حين حضر ابوه قطب ويلور عند الروضة
الشريفه للزيارة المنيفه
وكان رحمه الله ذهنا فطينا ذكيا حاذقا
ماهرا فى العلوم الظاهريه والباطنيه وقرء
ابوه مولنا قطب ويلور رحمه الله عليه
تلميذه مولنا محمد حنيف صاحب

قادری بنگلوری لتعلیم ابنه مولٰنا رکن الدین ثانی فتعلم عنده وفاق فی المنقول فی المعقول وتربی عند والده الماجد وفاق الاقران فی العلوم العربیه وتوجه والده قطب الاولیٰ وان وسعد الزمان قطبؒ ویلور رحمه الله الی ابنه الفرد بتوجه التام والقصد فنشأ کما شاء واراد۔ ثم بعد التکمیل فی العلوم الظاهریه والباطنیه، اعطی والده البیعة والخلافة فی المدینه المنوره حین کان مع والده فی حجته الثانیه فاخذ البیعة والخلافة بعد ما سمع من ابیه ما اوصاه به من الاشیاء التی بد منها والبسه الجبة والعمامة واودع فی صدره ما اودع فی صدره اجداده وآباه الفضلاء۔ ثم بعد ما رجع جلس و تهیاء للتدریس والارشاد والاشاعة۔ فبنی مدرسة عالیة الشان فی جنوب الهند مشهورة بام المدارس وهی المدرسة اللطیفیه علی الهیئة الموجودة والصورة المشهودة فطار الیها الاطیار من نواحی الارض وتحومها لان الشجرة المثمرة تحفها الاطیار فاکلوا من فواکه هذه الشجره وارووا نفوسهم بالمیاه العلومیه فوجدوا هذه المدرسة اللطیفیه مآبالهم ومرجعا ومأوی لهم وملجأ۔ فیا لها من صدقة جاریه و نفقه غیر ضائعة وکان رحمه الله صاحب کرامات وخوارق عادات ثم لما اشتاق الوصال ناداه رب السموات والارض فدخل فی خبر کان۔ ما شاء الله کان۔ فی عشر رمضان المبارک سنه الف وثلث مائة وخمسة وعشرین من هجرة سید الانام وعلیه وعلی اله التحیة والسلام فدفن مع اجداده فی القبة المشهورة بالقبة الاقطابیه فی حضرت مکان بویلور۔

ومنهم شمس العلماء مولٰنا سید شاه عبد اللطیف المشهور بمکی علیه الرحمه ولد فی ستة وعشرین من ربیع الاول سنة الف وثمانمئتین و ثمانیة وتسعین من الهجرة النبویه فتربی وتعلم العلوم الابتدائیه تحت ابیه الماجد مولٰنا رکن الدین الثانی، ثم بعد ذلک ادخل فی المدرسة الاطیفیه۔ لتکمیل العلوم الشرعیه، وکانت المدرسة وقتئذ مملوة بالمشائخ الکاملین المکملین والماهرین الممهرین، فتکمل وتمهر تحتهم بالعلوم الشرعیة الظاهریه والباطنیه۔ وتخلی عن الاوصاف المذمومه وتحلی بالاوصاف المحموده فلما حان حین وصال ابیه اقیم مقامه وانیب منابه۔ فوکل وفوض

اليه جميع المعاملات اللطيفيه، وكان سنه رحمه الله وقتئذ سبعة وعشرين سنة فشمر عن ساق الجد واجتهد حق الاجتهاد في ترقيها وارتفاعها وتكثير نفعها واكثار الآخذين منها والغائصين في بحورها فاملاء المدرسة بالمدرسين الكبار المقيمين وغيرهم - من الفحول الكمل والبحور الفضل فما زالت ترقى وترتفع المراتب العليه - فجلس لارشاد الناس الى الصراط المستقيم - كما هو دأب الاكابرين والاكارمين من اجداده الكرام وآبائه العظام ولله در القائل -

" ومن يشابه آبه فما ظلم "

وكان يمشي على اقوام الآباء والاجداد و كان في الزهادة والعبادة والسخاوة معدوم البديل وكان في قرى الاضياف مفقود المثيل وكانت كراماته لا تعد ولا تحصى وكان رحمه الله بعد ادائه الوظائف الليلة واليومية - يشغل بمطالعة الكتب وكان يجتمع الناس عنده فيسمعون منه الحديث والتفسير والفقه والتصوف فلم يزل هكذا الى ان رأى سنة الف وثلث مائة وثمانيه وثلاثين رؤيا - كان جده قطب ويلور واباه ركن الدين يقولان له، اخرج لزيارة الحرمين الشريفين وهكذا راى ثلاث ليال متتابعة وراى في الليلة الثالثة كان جده يقول اني انتظرك في المكة المكرمة زادها الله شرفا وتكريما فجئ اليها فلما اصبح اخبر هذا الخبر عند والدته فتهيأ حسب البشارة لزيارة الحرمين الشريفين فاوصى لاولاده بحقوق الله وحقوق العباد فذهب بابنه الاكبر مولانا سلطان

ابو الفتح عبد القادر النقوي لزيارة

الحرمين وكان عمره وقتئذ اربع عشرة سنة فوصلا الى المكة المكرمة زادها الله شرفا وتكريما - فقربهما الحاكم الشريف المكي ضيافة على حسب الحكم - وذهب يوما الى الجنة البقيع لزيارة اهل القبور فاقام في مقام قياما طويلا فملأت عينه من الدموع فحار الحاضرون ودهشوا لانهم لم يفهموا حقيقة هذا وخافوا و هابوا عن السؤال فبعد ما فرغ من اعمال الحج بثلاثة ايام - اخذته الحمى وكان الامر هكذا الى ان مضى يومان ففي اليوم الثالث نادى ابنه الاكبر واعطى له الخلافة والسلسلة واوصى اليه باشياء مختلفة -

فبعد اعطائه له سند الخلافة غربت شمس الفلاح والهدى ومطلع الجود والندى

فی تسع عشرۃ ذی الحجۃ سنۃ الف وثلاث
مائۃ وثمانیۃ وثلاثین من الہجرۃ النبویہ
فدفن فی الغد فی المقام الذی قام فیہ وبکی
فعلم الناس بعد ھذا السر المکنون فی بکائہ فی
قیامہ رحمہ اللہ۔

ومنھم مولانا ابو الفتح سلطان
محی الدین سید شاہ عبد القادر النقوی
رحمہ اللہ ولد فی اربع من ربیع الاول سنۃ
الف وثلاث مائۃ واربع وعشرین فی حضرت
مکان ویلور فنشاء وتربی وتعلم العلوم الابتدائیہ
تحت والدہ الکریم مولانا محی الدین مکی رحمہ اللہ
ثم ادخل فی دار العلوم اللطیفیہ فتعلم عند
اساتذتہ الکرام ومشائخہ العظام وتمہر
فی العلوم العقلیۃ والنقلیہ والعلوم الباطنیۃ
والظاہریہ۔ ثم سافر للحج مع ابیہ وما نبت لہ
شعرۃ فی وجہہ فلما فرغا من فرائض الحج ونوافلہ
وقد آن حین وفاۃ ابیہ فنادی واعطی لہ
الخلافۃ فی مجلس المشائخ والعلماء المریدین
فی کعبۃ اللہ فلما رجع من الحج رأیہ الناس وقد
نور وجہہ باللحیۃ الکثۃ فتعجبوا وتحیروا
وکان رحمہ اللہ علی منوال آبائہ واجدادہ فی کل
ما تقدم وکان مستجاب الدعوۃ ولذلک کان

الناس یجیئون الیہ من کل فج عمیق لتحصیل
دعائہ وللفوز بمرامہم وکان کثیرا ما
یشتغل بتلاوۃ القرآن ومطالعۃ کتب
التفسیر والفقہ والحدیث۔
واحوالہ واوصافہ معلومۃ ومشہورۃ
عند الناس لا حاجۃ الی ذکرھا ولا طاقۃ لنا
فی احصائہا ثم لما آن آن وصالہ مرض مرضا
خفیفا فادخل فی المستشفی ولکن المرض
زاد شیئا فشیئا۔ فذھبت اختہ لتعبید
فقال مخاطبا لہا خذی منا ما تریدین الآن
وبعد اسبوع واحد یجیئ بکم البکاء و
الاحزان۔ فکان کما قال رحمہ اللہ سنۃ
الف وثلاث مائۃ وثمانیۃ وسبعین من
ہجرۃ خیر الانام۔ فقد افلت شمس لعالم
والخیر الافخم فدفن مع آبائہ فی
القبۃ المشہورۃ فی حضرت مکان ویلور۔
اللہم اجعلنا من الفائزین فی الدارین
بحق سید الانبیاء والاولیاء وھولاء
الشرفاء المذکورین۔ آمین۔



بحضور
حضرت قطبِ ویلور
الحاج الحافظ مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چشمِ ساقی وُہ پلا دے جامِ عرفانی مجھے
بیخودی دیکر کے دیدے چاکِ دامانی مجھے

دردِ دل کی بات ہے جو لب پہ آسکتی نہیں
در پہ تیرے لیکے آئی صد پریشانی مجھے

قطبِ ویلور اے لطیفِ لطف فرمائے زماں!
اک نظر میں اپنی دید و جلوہ سامانی مجھے

بادۂ گلرنگ کی کیوں بات میں دریر کروں
جامِ جیلاں میں پلا دو تُم فقط پانی مجھے،

کیوں غریبِ بے وطن عثمان سمجھوں خود کو میں
جب درِ سُلطان کی ملجائے مہمانی مجھے

پیش کنندہ:-
محمد عثمان اعظمی
محلہ حسین پورہ ڈاکخانہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ (یوپی)

الحال
خطیب جامع مسجد بانسمنڈی
کان پور (یوپی)

موت کے عبرتناک احوال وکوائف

کل نفس ذائقة الموت



سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
جب لاد چلیگا بنجارا

دنیا گذشتنی وگذاشتنی ہے۔ جو چیز پیدا کی گئی ہے اس کے لئے فنا لازمی وضروری ہے۔ آخر ایک دن موت آنی ہے۔ جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو وہاں کی تیاری چاہیئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ انسان چلتا پھرتا نہیں مرتا۔ بلکہ اس کا وقت موت قریب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی حیلہ و بہانہ ایسا لاحق کر دیتا ہے کہ اس حیلہ سے موت آجاتی ہے۔ مثلاً کچھ عرصہ اس کو بیمار رکھتا ہے رفتہ رفتہ انسانی قویٰ مضمحل ہوتے جاتے ہیں۔ یہ بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقتاً راحت وآرام کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا علاج ہے حقیقی بیماری امراض روحانیہ میں یہ بہت ہی خوف کی چیز ہے۔ اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہیئے۔ بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کسقدر خدا کو یاد کرتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے۔ اور یہ تو اللہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا ع آنچہ از دوست می رسد نیکوست مگر ہم جیسے گنہگار سیہ کار کم ازکم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع وگھبراہٹ کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری اور مصیبت کے اظہار سے تکلیف نہیں جائیگی۔ پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے۔ بہت سے نادان بیمار ہی میں نہایت بیجا کلمے بول اٹھتے ہیں بلکہ بعض کفر تک پہنچ جاتے ہیں، معاذ اللہ! اللہ عزوجل کی طرف ظلم کی نسبت کر دیتے ہیں۔ یہ تو بالکل ہی خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق بن جاتے ہیں۔

کون مسلمان نہیں چاہتا کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور مرنے کے بعد اسے خدا کے دامن رحمت میں جگہ نہ ملے۔ در اصل یہ ایمان کی بہت بڑی علامت ہے۔ کافر اور مسلمان میں یہی تو فرق ہے کہ کافر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور حق وناحق سے نظر پھیر کر دنیاوی زندگی کے عیش وعشرت کے حصول کی کوشش کرتا ہے لیکن مسلمان کی نظر دنیا کی طرف سے زیادہ آخرت پر ہوتی ہے۔ وہ دنیا کی بھلائی چاہتا بھی ہے تو اس خیال سے کہ یہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ آخر میں وہی کاٹے گا جو یہاں بوئیگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔

کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ عقلمند کون ہے۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت کے مالک بن گئے۔ حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ ہم حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں گئے۔ حضور قبر کے کنارے بیٹھ کر اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی۔ پھر ہمیں مخاطب کر کے فرمایا۔ بھائیو۔ اس روز کے لئے تیاری کرو۔

کون مسلمان ہے جس کا دل اس حدیث کو پڑھ کر سوز و گداز سے لبریز نہ ہو جائے۔ موت اور آخرت کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ اس کا تصور کر کے اللہ کے سب سے بڑے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ سنئے جس کی شان ہے۔

مالک عقبیٰ، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم

قاسم جنت، ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

انکی حالت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصار کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب ہم قبر پہ پہنچے تو قبر جس کی تیاری میں کچھ دیر تھی۔ حضورؐ بیٹھ گئے ہم سب بھی خاموش بیٹھ گئے۔ اتنے خاموش اور چپ، گویا ہمارے سروں پہ پرند بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضورؐ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ حضور اس لکڑی سے زمین کریدنے لگے۔ پھر سر مبارک اٹھا کر فرمایا، قبر کے عذاب سے بچو۔ اور اس سے پناہ مانگو۔ یہ کلمہ دو یا تین بار فرمایا۔

مومن کی موت

پھر مومن اور کافر کی موت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جب مومن بندہ دنیا سے جدا ہو کر آخرت کی جانب متوجہ ہوتا ہے یعنی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے ایسے نورانی فرشتے آتے ہیں گویا ان کے چہروں کے ساتھ ساتھ آفتاب ہے۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ ملک الموت اس کی نظر کے سامنے بیٹھ کر فرماتے ہیں یا ایتہا النفس المطمئنۃ یعنی اے اطمینان والی روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل۔ یہ پیغام سن کر روح خوشی خوشی اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشک سے پانی پہلے اس روح کو ملک الموت لیتے ہیں۔ پھر اسی وقت ان کے ہاتھ سے دوسرے فرشتے لیکر کفن اور خوشبوؤں میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اسوقت روح سے ایسی ایسی جانفزا خوشبو نکلتی ہے جیسے اعلیٰ ترین خوشبو۔

اس کے بعد حضورؐ نے بیان فرمایا کہ اس روح کو لیکر فرشتے اوپر چڑھتے ہیں۔ راہ میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں، وہ جماعت کہتی ہے۔ کیا ہی پاکیزہ روح ہے۔ یہ فرشتے اس کا نام بتاتے ہیں۔ وہ نیک نام جس سے وہ دنیا میں یاد کیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ فرشتے اسکی روح کو آسمان دنیا تک لیجاتے ہیں۔ پھر روح ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر پہنچائی جاتی ہے اور دوسرے سے تیسرے پر۔ پھر یونہی ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ اسوقت ارشاد باری

ہوتا ہے کہ میرے بندے کے اعمالنامے علیین میں محفوظ کردو۔ اور روح کو دنیا کی طرف لوٹا دو۔ (یعنی ابھی حساب کتاب کا معاملہ باقی ہے) حضور صلعم نے ارشاد فرمایا پھر اس کی روح دنیا کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، اس کے بعد دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ۔ پھر پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کو جو تیری ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا تو کیا کہتا ہے اور کیا سمجھتا ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ کا رسول، ان پر اللہ کا درود و سلام ہو۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول صلعم ہیں، وہ جواب دیتا ہیں کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اسکی تصدیق کی۔ اب آسمان سے غیبی ندا آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو۔ اور جنت کا لباس پہنا دو۔ اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی خوشبوئیں اور جنت کی راحتیں اسے پہنچنا شروع ہو جاتی ہیں اور اسکی حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک شخص آتا ہے، جو نہایت حسین اور خوشبوؤں میں لبسا ہوا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تجھ کو اس چیز کی بشارت ہو جو تجھے خوش کرنے والی ہے۔ یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ مومن اس سے دریافت کرتا ہے۔ تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے نیکی اور بھلائی ٹپک رہی ہے، وہ جواب دیتا ہے، میں تیرے نیک اعمال ہوں۔ بندہ کہتا ہے، الٰہی قیامت بھیج۔ قیامت جلد قائم کر تا کہ میں اپنے مال اور اہل و عیال کی طرف لوٹوں۔

کافر کی موت اس کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کے بارے میں فرمایا کہ جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے آتے ہیں۔ جن کا رنگ سیاہ اور ڈراؤنی شکل ہوتی ہے اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ اس کی نظروں کے سامنے بیٹھتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اے خبیث روح نکل خدا کے عذاب و اس کے غضب کی طرف۔ یہ سن کر روح خوف سے جسم میں پھیل جاتی ہے اور وہ فرشتے روح کو اسطرح نکالتے ہیں جیسے لوہے کی گرم سلاخوں کو پانی سے بھیگے ہوئے اون میں رکھ کر کھینچا جائے۔ روح نکال کر فرشتے ٹاٹ میں لپیٹتے ہیں۔ اس سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے مردار۔ اور اس گندی اور بدبودار روح کو لیکر جب اوپر چڑھتے ہیں تو دوسرے فرشتوں سے ہر جگہ اس روح کی خباثت کا اظہار کرتے جاتے ہیں اور آسمان پر پہنچکر آگے جانے کی راہ چاہتے ہیں تو دروازہ نہیں کھلتا۔ یہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنی کافروں کے لئے جنت کے دروازے نہیں کھولے جائینگے، اور ان کا جنت میں داخل ہونا تو ایسا ناممکن ہے جیسا کسی اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا، اس کے بعد اللہ تعالی حکم دیگا کہ اس شخص کے نامۂ اعمال کو سجین یعنی

ادنیٰ ترین مقام میں رکھدو۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ یعنی جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے اسکی حالت ایسی ہے جیسے وہ آسمان سے گر پڑا۔ پھر اس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا اسے کسی دُور جگہ میں لے جا پٹکے۔

کافر سے سوال

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اس شخص کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے تو فرشتے اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور وہ سب سوال کرتے ہیں جو مسلمان سے کئے جاتے ہیں۔ وہ ہر سوال کے جواب میں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک آواز آتی ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے نیچے آگ کا بستر بچھا دو۔ اور دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھولدو۔ دروازہ کھل جاتا ہے اور اسکی گرمی اور لپٹ اسے جھلسانے لگتی ہے، قبر بھی تنگ کردیا جاتا ہے کہ دب کر پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔ اس کے بعد ایک بدشکل، بدوضع، بدبودار شخص اسکے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے یہی ہے وہ دن جو تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ کافر اس سے پوچھتا ہے کہ تو ہے کون۔ تیرے چہرے سے بُرائی ٹپک رہی ہے، وہ کہتا ہے میں ہی ہوں تیرا عمل خبیث جو تیرے سامنے ہوں دیکھ اپنے عمل کو۔

پھر اس کو عذاب دینے کے لئے ایک ایسا فرشتہ اس پر مسلط کیا جائے گا جو نہ کچھ دیکھیگا نہ سنے گا، اس کے پاس لوہے کی ایسی مونگری ہوگی کہ اگر اسکی ضرب کسی پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس مونگری سے اس پر ایک ضرب لگائے گا جس سے وہ اسطرح چیخے گا جس کو جن و انس کے سوا سب چیزیں سنیں گی، جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہیں اس ضرب سے وہ خاک ہو جائے گا اس کے بعد اس میں پھر روح ڈالی جائے گی۔

غلط فہمی

بعض دیگر احادیث میں لفظ قبر آیا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سوال و جواب صرف اُن ہی مُردوں سے مخصوص ہے جو قبروں میں دفن ہوتے ہیں۔ دراصل قبر کا ذکر ان حدیثوں میں صرف اس لئے آیا ہے، وہاں مُردوں کو قبروں ہی میں دفن کرنے کا عام رواج تھا اور لوگ صرف اسی طریقے کو جانتے تھے۔ ورنہ اللہ کے فرشتے کی طرف یہ سوال و جواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے، خواہ جسم قبر میں دفن کیا جائے خواہ دریا میں بہا دیا جائے خواہ آگ میں جلایا جائے، خواہ گوشت خور جانوروں کے پیٹ میں چلا جائے۔ یہ سب کچھ براہ راست روح کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو وہ طبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔

خواب کی مثال اس کے سمجھنے کے لئے کافی ہے اور خواب کی مثال سے اس شبہ کا جواب بھی ملجاتا ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مردہ دو چار دن تک ہمارے سامنے پڑا رہتا ہے اور اس سوال و جواب کی آواز ا[illegible] سے کوئی نہیں سنتا، اور نہ اس پر عذاب یا ثواب کا کوئی اثر معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ خواب میں ایک

آدمی پر سب کچھ گذر جاتا ہے وہ بات چیت کرتا ہے کھاتا پیتا ہے لیکن اس کے برابر والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

اس قسم کے عامیانہ اور جاہلانہ شبہوں میں سے قبر کے اس سوال و جواب پر ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قبر میں جانے کے لئے جب کوئی راستہ نہیں اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا روزن وسوراخ بھی نہیں ہوتا تو فرشتے اس میں جاتے کسطرح ہیں؟

یہ شبہ دراصل ان حقیقت ناشناسوں کو ہوتا ہے جو فرشتوں کو شاید اپنی طرح گوشت پوست سے بنی ہوئی مادی مخلوق سمجھتے ہیں۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ فرشتوں کے کہیں پہنچنے کے لئے دروازے کی یا کھڑکی کی ضرورت نہیں۔ ہماری نگاہیں یا آفتاب کی شعاعیں جسطرح شیشوں میں سے نکل جاتی ہیں اسی طرح فرشتے اپنے وجود کی لطافت اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے پتھروں میں سے بھی پار ہو جاتے ہیں۔

تعارض کسی شخص کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں شرف زیارت نصیب ہوئی۔

کتنا خوش نصیب وہ انسان ہے جس کو اللہ کے پیارے حبیب اپنی زیارت سے شرف بخشیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضورؐ کی ایک حدیث سنی ہے کہ مومن کی روح جسم سے بہت ہی آسانی اور بے تکلف نکل جاتی ہے گویا اس کو کچھ احساس نہیں ہوتا جیسے خمیری آٹے سے بال یا جیسے مشک سے پانی۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں عرض کیا کہ قرآن پاک میں تو جان کنی کی سخت شدت اور تکلیف بیان فرمائی ہے ارشاد رب ہے کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ

التَّرَاقِیَ وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (ترجمہ) ہرگز نہیں، جس وقت جان پہنچی سینہ کی ہسلی تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو" اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے، یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہو گیا[۲] ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی۔ جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچا لے۔

[۷] یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو جدا ہونا ہے یا یہ مطلب ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

[۸] یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے

کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جاکر گر پڑتی ہے اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں ساق کنایہ سخت مصیبت سے تو اس حدیث اور آیت سے کیونکر مطابقت اور مناسبت ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ سورہ یوسف پڑھو، وہاں اس کا جواب تم کو مل جائے گا۔ وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر بار بار سورہ یوسف پڑھی۔ مگر جواب سمجھ میں نہ آیا۔ مجبور ہو کر عالم وقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سورہ یوسف کی اس آیت میں تیرے سوال کا جواب ہے۔ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ یعنی مصر کی عورتوں کی حضرت زلیخا نے دعوت کی۔ کھانے کے بعد ان کے ہاتھوں میں لیموں اور چھری دیدی اور پھر رخ یوسف سے نقاب ہٹا کر حسن خداداد کی جھلک دکھا کر کہا اب لیمو کاٹو، انہوں نے بے خودی میں بجائے لیمو کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بولیں کہ سبحان اللہ! یہ حسین انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

دیکھو ان عورتوں کے ہاتھوں پر چاقو چلا، ہاتھ کٹا خون بہا، درد بھی ہوا مگر جمال یوسفی میں ایسی محو ہوگئیں کہ نہ ہائے وائے کی نہ درد کی شکایت، نہ تکلیف کا احساس بلکہ حال یہ تھا کہ ہاتھ کٹ رہا ہے اور حسن یوسفی کی مدح خوانی کر رہی ہیں۔ ایسے ہی مرد صالح کو بوقت نزع جمال مصطفوی کی زیارت ہوتی ہے تب نقشہ یہ ہوتا ہے کہ جان نکل رہی ہے اور جمال مصطفےٰ سامنے ہے سر نیوالا دیکھ دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ تمہارے جمال پر قربان، تمہارے کمال کے صدقہ، تمہارے خد و خال پر فدا، تمہارے بنانے والے رب ذوالجلال پر قربان، تمہارے رخسار پر قربان، غرض کہ مرنے والا ان پر قربان ہوتا رہا۔ اور جان نکل گئی۔ اسے محسوس بھی نہ ہوا۔ تو قرآن کریم نے اس واقعی تکلیف کا ذکر فرمایا اور حدیث پاک نے احساس کی نفی کی، دونوں میں مخالفت نہیں۔

زیارت قبور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں (یعنی روضۂ اطہر میں) داخل ہوتی تو اپنے کپڑے اتار دیتی (یعنی زائد کپڑے جو غیروں کے سامنے ہوتے ہیں، ستر پوشی کے لئے ضروری ہیں) اور اپنے دل میں کہتی کہ یہاں تو صرف میرے شوہر اور میرے والد ہیں۔ پھر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو حضرت عمر کی حیا کی وجہ سے خدا کی قسم میں وہاں نہیں گئی، مگر اچھی طرح اپنے اوپر کپڑے لپیٹ کر مسئلہ زیارت قبور جائز و مسنون ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا فرماتے اور یہ فرمایا بھی ہے کہ تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔

ایصال ثواب

مومن مردہ کو زندہ مسلمانوں

کی دعاؤں اور صدقات وخیرات سے نفع پہنچتا ہے۔ اگر مسلمان مردہ عذاب میں مبتلا ہے تو پس ماندوں کی دعا اور ان کی خیرات سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اگر عذاب میں مبتلا نہیں تو اس کے درجات میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور زندوں کی طرف سے مُردوں کو صدقات اور خیرات کا ثواب پہنچنے میں اس قدر احادیث آئی ہیں کہ اگرچہ وہ اخبار، اخبار احاد ہیں لیکن ان کا قدر مشترک ہے اور سلف اور خلف سب انہی کے قائل رہے ہے۔ صرف معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ کہ ہر آدمی کا نفع اور ضرر خاص اسی کے عمل سے متعلق ہے (عقائد اسلام) اور جو حدیث میں آیا ہے کہ انسان کے اعمال مرنے کے بعد منقطع ہو جاتے ہیں تو اس سے مراد ذاتی اعمال ہیں، مگر اسی حدیث کا اک ٹکڑا ہے 'صدقہ جاریہ' یا لڑکا صالح وغیرہ معلوم ہوا کہ پس ماندہ کے صدقات خیرات سے نفع پہنچتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب قبر سے اٹھے تو گناہوں سے پاک و صاف ہو کر اٹھے۔

رب تعالیٰ کی شان رحمٰن رحیم وکریم ہے جس بندۂ مومن پہ اسکی شان کریمی ہو جائے گی اس کے اعمال سیئہ کو عفو فرما کر جنت عطا کر دیگا۔ حدیث میں یہاں تک ہے کہ لم یعملوا خیرا قط۔ حکایت۔ خداوند قدوس قیامت کے روز میزان عدل میں سب کے اعمال تولے گا۔ ایک شخص کے اعمال حسنہ سے صرف ایک نیکی کی کمی ہو جائے گی۔ مالک یوم جزا کا حکم ہوگا انطلقوا بعبدی الی النار یہ بات سن کر وہ عرض کریگا۔ خداوندا اگر اجازت ہو تو میں میدانِ محشر میں خویش و اقارب سے ایک نیکی لے آؤں۔ ارشاد ہوگا کیا آج بھی کسی سے

نیکی ملنے کی اُمید ہے۔ آج تو وہ ہے کہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ الآیہ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے کہ اس کو بھائی سے بھی زیادہ دوست رکھتا تھا اور اس کے ذمہ اس کے حق بھی بہت تھے اور اپنے باپ سے کہ اس کی تعظیم ماں سے بھی زیادہ ہے اور حق بھی اس کا زیادہ ہے بلکہ بیٹا اسی کا ہے اور اپنی بیوی سے کہ آدمی کو ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ دم مرگ تک رہتا ہے اور ماں باپ کے حق کو جانتا ہے کہ خواب خیال تھا گذر گیا۔ اب اس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور اپنے بیٹوں سے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بھی زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کو اپنے مرنے کے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہے اور ذکر کرنے میں ان قرابتوں کے ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جو شخص باوجود ان قرابتوں کے اپنے اقربا سے بھاگے گا تو غیروں سے بطریق اولیٰ بھاگے گا۔ خیر تم کو امید ہے تو جا کے دیکھو۔ وہ شخص تلاش کرتا ہوا اپنے باپ کے پاس جائیگا کہ تم نے دنیا میں مجھے بڑی مہربانی اور جانفشانی سے پرورش کیا تھا۔ آج مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے، مہربانی فرما کر مجھے ایک نیکی دے دیجئے۔ تاکہ میں جنت میں چلا جاؤں۔ جواب ملیگا چلے جاؤ آج نہ میں تیرا باپ ہوں، نہ تو میرا لڑکا۔ مجھے خود اپنی فکر ہے کہ میرا کیا حال ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس سب خویش و اقربا کے پاس جائے گا مگر سب سے

یہی جواب پائیگا۔ اور ایک شخص جس کے پاس صرف ایک نیکی ہوگی اس کو دیکھ کر اپنے جی میں کہے گا، اس کے نامۂ اعمال میں تو صرف ایک نیکی کی کمی ہے اور میرے پاس تو سرے سے ایک ہی نیکی ہے اس سے تو میرا کوئی کام نہیں چلیگا اور اس کو ایک نیکی سے جنت نصیب ہو جائیگی۔ اس خیال سے اس کو بلا کے اپنی نیکی اس کو دے دیگا۔ بعد ازاں حکم باری ہوگا انطلقوا بعبدین الی الجنۃ ملائکہ عرض کرینگے خداوندا دونوں کو جنت کیسے نصیب ہوئی۔ ارشاد باری ہوگا، ایک تو اپنے اعمال پورے ہونے کی وجہ سے اور دوسرا شانِ کریمی سے یعنی عطا کرنا شانِ خداوندی ہے۔ رب العالمین کو یہ گوارا نہیں ہے کہ جس بندے کے اندر کرم کا کچھ بھی مادہ ہے اس کو دوزخ میں داخل کروں۔

مومنو! خوش ہونے کا مقام ہے کہ خداوند کریم کیسا مہربان اور رحم والا ہے۔ دعا ہے رب تعالیٰ مسلمانوں کو عمل خیر کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وصلے اللہ علیٰ خیر خلقہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللطیف ۱۳۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

للحضرت الشیخ الامام
محمد بن سعد البوصیری علیہ الرحمہ

پیشکش :- فضل العلماء مولوی ابوالمکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری فاضل لطیفیہ
(صدر شعبۂ عربی دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ)

اَلصُّبحُ بَدَا مِن طَلعَتِہٖ — وَاللَّیلُ دَجیٰ مِن وَفرَتِہٖ

آپ کے چہرۂ اقدس کی روشنی سے صبح نمودار ہوئی — اور آپ کے گیسوئے سیاہ سے رات کو تاریکی ملی

فَاقَ الرُّسُلَ فَضلاً وَّعُلاً — اَھدَی السُّبُلَ لِدَلَالَتِہٖ

آپ علو مرتبت اور فضائل میں تمام انبیا ورسل سے فائق ہیں — آپ ادیان وملل کے تمام راستوں میں سب سے بہتر راستہ اسلام کی طرف رہنما ہیں

کَنزُ الکَرَمِ مَولَی النِّعَمِ — ھَادِی الاُمَمِ لِشَرِیعَتِہٖ

آپ وفضل وکرم کا ایک خزانہ ہیں خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کے تقسیم کرنیوالے ہیں — آپ اپنی شریعت کی طرف تمام اقوام وملل کی رہنمائی کرنیوالے ہیں۔

اَزکَی النَّسَبِ اَعلَی الحَسَبِ — کُلُّ العَرَبِ فِی خِدمَتِہٖ

آپ سب سے زیادہ پاکیزہ نسب ہیں سب سے بہتر خوبیوں کے مالک ہیں — آپ کی اطاعت وانقیاد کیلئے سارے عرب کی گردنیں جھک گئیں

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الحَجَرُ — شُقَّ القَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ

آپ کے حکم کی تعمیل میں درخت چلے اور کنکریاں بولنے لگیں — آپ کے ایک اشارہ سے چاند کے ٹکڑے ہوئے ہیں۔

جِبرِیلُ اَتیٰ لَیلَۃَ اَسریٰ — وَالرَّبُّ دَعیٰ لِحَضرَتِہٖ

آپ کی خدمت میں معراج کی رات جبریل امین حاضر ہوئے — اور آپ کو پروردگار نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کیلئے یاد فرمایا

مُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا — فَالعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ

پس آپ ہی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سرتاج ہیں — اور آپ کی اطاعت ہی میں ہمارے لئے عزت وسعادت ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخزن السلاسل

از
افضل العلماء مولوی ابوالمکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری فاضل لطیفیہ
وصدر شعبۂ عربی دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

تصنیف انیف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز

چوتھی قسط

مخزن السلاسل بڑی ہی نادر و نایاب کتاب ہے جس میں حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز نے ایک سو اکانوے ۱۹۱ سلاسل کو جمع فرمایا ہے۔ صاحب کتاب کو ان تمام سلسلوں میں بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے اپنے ہمشیرزادہ سید شاہ کریم اللہ قادری قدس سرہ کو مذکورہ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفراز کرتے ہوئے آداب بیعت و ارشاد سے روشناس فرمایا۔

الحمد للہ مذکورہ کتاب کا ترجمہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعہ بعد نماز عصر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اس کی چوتھی قسط ترجمہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے جو سلاسل شطاریہ کے چھ سلسلوں پر مشتمل ہے۔

بخاری عفا اللہ عنہ

نوٹ: گذشتہ سال سلاسل چشتیہ کا سولھواں سلسلہ مطبع میں سہواً چھوٹ گیا تھا اس سال اس کی تکمیل کر دی گئی ہے۔

چشتیہ کا سولھواں [۱۶] خرقہ

السّادسة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من السید اسمٰعیل بن احمد شاہ وھو
من السید محمد وھو من الشاہ اسمٰعیل وھو
من الشاہ حبیب اللہ وھو من الشیخ جلال
وھو من السید جلال المعروف بشاہ مخدوم
وھو من الشاہ نورعالم وھو من السید جلال
المعروف بمخدوم شاہ چندا المدفون بکوکی
من قریات شکر وھو من الشیخ عارف بن
ضیاؤ الدین وھو من الشیخ سعد زنجانی
وھو من الشیخ علاء الحق والدین لاھوری
وھو من الشیخ سراج الدین اخی عثمان
الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد
اولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین
شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار
وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ
معین الدین حسن السنجری وھو من
الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ
حاجی الشریف الزندی وھو من الشیخ
قطب الدین مودود الچشتی وھو من ابیہ
الشیخ ناصر الدین ابی اسحاق یوسف بن
محمد بن سمعان الچشتی وھو من خالہ

سولھواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
سید اسمٰعیل ابن احمد شاہ سے پہنا ہے،
وہ سید محمد سے وہ شاہ اسمٰعیل سے، وہ
شاہ حبیب اللہ سے، وہ شیخ جلال سے
وہ سید جلال المعروف بہ شاہ مخدوم
سے وہ شاہ نور عالم سے، وہ سید جلال
المعروف بہ مخدوم شاہ چندا سے (آپ کا مدفن
قریہ جات شکر میں کوکی نامی ایک قریہ ہے) وہ
شیخ عارف ابن ضیاؤ الدین سے وہ شیخ سعد
زنجانی سے وہ شیخ علاؤ الدین لاہوری سے
وہ شیخ سراج الدین اخی عثمان اودھی سے
وہ شیخ نظام الدین محمّد اولیاء بدوانی
سے وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے
وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل الباب
اوشی سے وہ شیخ معین الدین حسن
سنجری سے، وہ شیخ عثمان ہارونی
سے، وہ شیخ حاجی شریف زندی
سے وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی
سے، وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین
ابو اسحاق یوسف ابن محمد
ابن سمعان چشتی سے، وہ اپنے ماموں

ناصر الدین محمّد بن احمد الچشتی وھو
من ابیه ابی احمد بن فرشتاقة الچشتی
وھو من شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد
السالکین علی الاطلاق صاحب الولایة
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق و
ھو من ممشاد علوی الدینوری وھو من
امین الدین ابی ھبیرة البصری وھو من
سدید الدین ابی حذیفة المرعشی وھو من
ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من ابی الفیض
فضیل بن عیاض وھو من ابی الفضل عبد
الواحد بن زید وھو من ابی النصر الحسن
البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجھہٗ
وھو من خاتم النبییّن رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمدن الامین صلی
اللہ علیه وعلیٰ آله واصحابه وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین۔

ناصر الدین محمد بن احمد چشتی سے
وہ اپنے والد ابو احمد بن فرشتاقہ چشتی
سے، وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین
صاحب ولایت الشیخ المرشد
ابو اسحاق سے، وہ ممشاد علو
دینوری سے، وہ امین الدین ابو ھبیرۃ
بصری سے، وہ سدید الدین
ابو حذیفہ مرعشی سے، وہ ابراھیم
بن ادھم بلخی سے، وہ ابو الفیض
فضیل ابن عیاض سے، وہ
ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے
وہ ابو النصر حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبییّن رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپؐ نے نورِ مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

اما الخرقة الشطّارية فستة

احدها البسها الفقير الشاه ابو الحسن من خاله السيد اسماعيل بن السيد ميران وهو من ابيه السيد ميران وهو من السيد عبد الله وهو من السيد وجيه الدين حيدر علی الثانی وهو من حاجی حميد المعروف بالشيخ محمد غوث وهو من الشيخ ظهور حاجی حضور وهو من الشاه ابی الفتح هداية الله سرمست وهو من الشيخ قاضن وهو من الشيخ عبد الله وهو من الشيخ محمد عارف وهو من الشيخ محمد عاشق بن الشيخ حذاقلی وهو من ابيه الشيخ حذاقلی ماوراء النهری وهو من خواجه ابی الحسن الخرقانی وهو من الشيخ ابی مظفر الطوسی وهو من خواجه اعرابی يزيد عشقی وهو من الخواجه محمد المغربی وهو من سلطان السالكين شيخ الواصلين امام الكاملين رئيس اهل اليقين بايزيد البسطامی وهو من امام جعفر الصادق وهو من ابيه الامام محمد الباقر وهو من ابيه الامام زين العابدين وهو من ابيه اشرف الشهداء ومحبوب خير الانبياء الامام ابی عبد الله الحسين وهو من ابيه اسد الله الغالب

خرقہائے شطّاریہ چھ ہیں

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید میراں سے وہ سید عبد اللہ سے، وہ سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شاہ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ عبد اللہ سے، وہ شیخ محمد عارف سے، وہ شیخ محمّد عاشق ابن شیخ حذاقلی سے، وہ اپنے والد شیخ حذاقلی، ماوراء النہری سے، وہ خواجہ ابو الحسن خرقانی سے، وہ شیخ ابو المظفر طوسی سے، وہ خواجہ اعرابی یزید عشقی سے، وہ خواجہ محمد مغربی سے وہ سلطان السّالکین شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس اہل یقین بایزید بسطامی سے، وہ امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمّد باقر سے وہ اپنے والد امام زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب

امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور
المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

الثانیۃ لبسھا الفقیر الشاہ

ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو
من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ
السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو
من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو
وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من ابیہ ناصر الدین الشھید محمود وھو من
ابیہ السید جلال الحق والدین الحسین الحسینی
مخدوم جھانیان وھو من السلطان عیسیٰ وھو
من سلطان العارفین شیخ الواصلین امام
الکاملین رئیس اھل الیقین بایزید البسطامی
وھو من الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ
الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی
زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن

نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے
والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
اپنے والد ناصر الدین شہید محمود سے، وہ اپنے والد
سید جلال الدین حسین حسینی مخدوم جہانیاں
سے، وہ سلطان عیسیٰ سے، وہ سلطان
العارفین شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس
اہل یقین بایزید بسطامی سے وہ امام
جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد
باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء

ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین
وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و
اصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین ۔

الثالثۃ لبسھا الفقیر الشاہ

ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من
السید شیر محمد وھو من جدہ السید عرب شاہ
وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ
السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم و
ھو من الشیخ علی السجستانی وھو من سلطان
عیسیٰ وھو من سلطان العارفین شیخ الواصلین
امام الکاملین رئیس اھل الیقین بایزید البسطامی
وھو من الامام الجعفر الصادق وھو من ابیہ
الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام
علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء

محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے
اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم
سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

تیسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن

نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ
سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے وہ سید شیر محمد سے وہ اپنے دادا سید
عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ
المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ علی
سجستانی سے وہ سلطان عیسیٰ سے، وہ
سلطان العارفین شیخ الواصلین امام الکاملین
رئیس اہل یقین بایزید بسطامی سے وہ
امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف

ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین
وهو من ابیه اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیه
وعلی اله واصحابه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

الرابعة ۴ لبسها الفقیر شاہ
ابو الحسن من ابن عم امه السید نور اللہ
وهو من ابیه السید علی محمد وهو من
السید محمد وهو من ابیه السید جلال
ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن و هو
من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه
السید احمد وهو من ابیه السید راجو هو
من ابیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ
عالم من عند اللہ وهو من ابیه السید
برهان الدین ابی محمد عبد اللہ المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد
بن عبد اللہ الشیرازی وهو من الشیخ زین الدین
ابی بکر الخوافی وهو من الشیخ شهاب الدین
البسطامی وهو من الشیخ قوام الدین محمد
البسطامی وهو من ابیه جمال الدین عبد الحمید

شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے
آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

۴ چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن
نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے
وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے
والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے
وہ اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے
وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی
سے، وہ شیخ زین الدین ابو بکر خوانی سے
وہ شیخ شہاب الدین بسطامی سے،
وہ شیخ قوام الدین محمد بسطامی سے
وہ اپنے والد جمال الدین عبد الحمید سے

وھو من ابیہ نجم الدین فضل وھو من
عمہ جلال الدین مسعود وھو من عمہ مجد
الدین شاھنشاہ وھو من ابیہ جلال الدین علی
وھو من ابیہ عزیز الدین عبد العزیز وھو من
ابیہ الفقیہ جمال الدین عبد الحمید وھو من
ابیہ الشیخ عبد اللہ محمد بن علی الراستانی
وھو من الشیخ ابو الحسن الذرجی وھو من الشیخ
ابی بکر اسبھان وھو من ابراھیم کشتان وھو
من الشیخ ابی موسیٰ وھو من عمہ سلطان العارفین
شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس اھل
الیقین ابی یزید طیفور بن عیسی البسطامی
وھو من الامام الجعفر الصادق وھو من ابیہ
الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام
علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء
ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین
وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من
امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح
الامین -

وہ اپنے والد نجم الدین فضل سے، وہ اپنے چچا
جلال الدین مسعود سے وہ اپنے چچا مجد الدین
شہنشاہ سے، وہ اپنے والد جلال الدین علی
سے، وہ اپنے والد عزیز الدین عبد العزیز
سے، وہ اپنے والد فقیہ جمال الدین عبد الحمید
سے، وہ اپنے والد شیخ عبد اللہ محمد ابن علی
راستانی سے، وہ شیخ ابو الحسن ذرجی سے،
وہ شیخ ابو بکر اسبھانی سے، وہ ابراھیم کشتان
سے، وہ شیخ ابو موسیٰ سے، وہ اپنے چچا سلطان العارفین
شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس اہل الیقین
ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ بسطامی سے، وہ
امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین
سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء،
محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین
سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے، اور
آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا ہے -

الخامسۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من السید محمد المشھور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ عبدالصمد وھو من الشاہ صبغۃ اللہ وھو من السید وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشاہ ابوالفتح ھدایت اللہ سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ عبداللہ وھو من الشیخ محمد عارف وھو من الشیخ محمد عاشق وھو من ابیہ الشیخ حذاقلی ماوراء النھری وھو من الخواجہ ابوالحسن الخرقانی وھو من الشیخ ابی المظفر الطوسی وھو من الخواجہ یزید عشقی وھو من الخواجہ محمد المغربی وھو من سلطان العارفین شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس اھل الیقین ابی یزید طیفور بن عیسی البسطامی وھو من الامام الجعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین ع

پانچواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبدالصمد سے، وہ شاہ صبغۃ اللہ سے، وہ سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شاہ ابوالفتح ھدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبداللہ سے، وہ شیخ محمد عارف سے، وہ شیخ محمد عاشق سے، وہ اپنے والد شیخ حذاقلی ماوراءالنہری سے، وہ خواجہ ابوالحسن خرقانی سے، وہ شیخ ابوالمظفر طوسی سے، وہ خواجہ یزید عشقی سے، وہ خواجہ محمد مغربی سے، وہ سلطان العارفین شیخ الواصلین امام الکاملین رئیس اہل یقین ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ بسطامی سے وہ امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابوعبداللہ حسین سے، آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بوسطہ روح امین

السلام الی الروح الامین

السادسۃ لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن
من السید محمد المشہور بشاہ حضرت الحسینی
وھو من السید برھان الدین وھو من الشیخ عبد
القدوس وھو من ابی البرکۃ الشیخ عیسیٰ و ھو
من الشیخ لشکر محمد وھو من حاجی الحمید المعروف
بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی
حضور وھو من الشاہ ابی الفتح ھدایت اللہ،
سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ عبد اللہ
وھو من الشیخ محمد عاشق وھو من ابیہ الشیخ
حذاقلی ما وراء النھری وھو من الخواجہ محمد
المغربی وھو من سلطان العارفین شیخ الواصلین
امام الکاملین رئیس اھل الیقین ابی یزید طیفور
بن عیسیٰ البسطامی وھو من الامام جعفر الصادق
وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشھداء و محبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین۔

۶
چھٹا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا
ہے، وہ سید برہان الدین سے، وہ شیخ عبد القدوس
سے، وہ ابو البرکت شیخ عیسیٰ سے، وہ شیخ
لشکر محمد سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ
شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور
سے وہ شاہ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست
سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبد اللہ سے
وہ شیخ محمد عاشق سے، وہ اپنے والد شیخ
حذاقلی ما وراء النہری سے، وہ خواجہ محمد مغربی
سے، وہ سلطان العارفین شیخ الواصلین
امام الکاملین رئیس اہل الیقین ابو یزید طیفور ابن
عیسیٰ بسطامی سے، وہ امام جعفر صادق سے
وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ امام علی
زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء،
محبوب خیر الانبیاء امام عبد اللہ حسین سے، وہ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ
نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین
خرقہ پہنا ہے۔



ہر سلیم الفطرۃ انسان کے نزدیک یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب تک کوئی شخص علم حاصل نہیں کرتا اسکی زندگی زنگ روپ لئے ہوتی ہے اور اس کی شخصیت میں اسی وقت انسانیت کے اقدار بلند ہوتے ہیں جبکہ وہ صحیح معنی میں علوم وفنون اور تہذیب و تمدن سے آشنا ہوجائے۔ اس فلسفہ کی فہمائش سعدیؒ نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ؎

آدمی را آدمیت لازم است
عود را گر بو نباشد ھیزم است

علوم وفنون کا تصور جب ذہن میں ابھرنے لگتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ان کے لامتناہی سلسلہ کا تصور بھی لازماً آجاتا ہے اس لئے کہ علوم وفنون کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ کتنے علوم وفنون ہیں جو معرض وجود میں آچکے ہیں۔ اور نہ جانے کتنے وجود میں آتے رہینگے۔ یہاں تمام علوم کا احاطہ مقصود نہیں۔ صرف علم فرائض زیر بحث ہے جسکی فضیلت حدیث شریف میں آکر ہے حتیٰ کہ اسکو نصف العلم سے تعبیر کیا گیا اور شارع علیہ السلام نے اسکی تعلیم اور نشر واشاعت پہ کافی زور دیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانّها نصف العلم وهو ينسى وهو اوّل شيئ ينزع من امتي لوگو! علم فرائض خود سیکھو، اور دوسروں کو بھی سکھاؤ اس لئے کہ وہ نصف علم کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ علم بھلا دیا جائے گا۔ سب سے پہلے میری امت سے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ علم فرائض ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوی کہ علوم دینیہ میں علم فرائض نہایت فضیلت کا حامل ہے۔

سب سے پہلے اسلام نے دنیا میں وراثت کا جامع اور ٹھوس دستور پیش کیا۔ تاکہ تمام افراد کو منصفانہ حیثیت سے ان کے حقوق مل سکیں اور تقسیم وراثت کے اندر اہم اور بنیادی پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ہماری عقل پہ موقوف نہیں رکھا بلکہ خود منصفانہ تقسیم فرمایا جس کے فلسفہ سے اکثر ناآشنا ہیں جیسا کہ خود قرآن کہتا ہے وآباؤكم وابناؤكم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا الآیہ

تمہارے اصول وفروع جو ہیں (انکے متعلق)

پوری طرح نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں کا کون شخص تم کو (دنیاوی واخروی) نفع پہنچانے میں (باعتبار توقع کے) نزدیک تر ہے۔ یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا علم وحکمت والا ہے اور اسی اصول کی عمل پیرائی میں عوام کا فائدہ ہے۔

اسی علم کی فضیلت و اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ لوگو جس طرح قرآن سیکھتے ہو اسی توجہ وانہماک کے ساتھ علم فرائض بھی حاصل کرو۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دیگر علوم کے ساتھ ساتھ نصف العلم کے سیکھنے اور سکھانے میں بھی بہت زیادہ منہمک رہتے تھے۔ انہیں حضرات کی محنت ورغبت سے امت محمدیہ کو علم فرائض حاصل ہوا۔ پھر ائمۂ اربعہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی رض، حضرت امام مالک رض، حضرت امام احمد حنبل رض نے احادیث نبویہ وآثار صحابہ کی روشنی میں مسائل میراث کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ علمائے متقدمین نے امت مسلمہ کے رشد وہدایت کے پیش نظر اس علم فرائض کے سلسلے میں مستقل کتابیں لکھیں، اور علم فرائض کی اہمیت پر مفید وکارآمد مدلل مضامین تحریر فرما کر امت مرحومہ پر بڑا احسان کیا ہے۔ بالخصوص علماء وفقہا نے اسکے اہتمام میں مسائل فرائض کو کتاب الفرائض کے عنوان سے اپنی کتابوں میں مستقل جگہ دی۔ اس کے علاوہ علم فرائض اخافی، فرائض طحاوی، فرائض سجاوندی

جو "سراجی" کے نام سے مشہور ہے نہایت مقبولیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کے مصنف فقیہہ حنفی امام سراج الدین محمد بن محمد بن عبدالرشید سجاوندی ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ علمائے محققین کی بڑی جماعت نے اسکی شرح لکھی ہے۔ تقریباً سراجی کی چوبیس شروحات لکھی گئی ہیں اور یہ کتاب عربی مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اس علم کو فرائض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فرائض فریضہ کی جمع ہے اور فرض سے مشتق ہے جس کے معنی کلام عرب میں کثیر ہیں۔ مثلاً وجوب قطع کرنا۔ حصہ، مقدار مقرر کرنا وغیرہ اور چونکہ علم فرائض میں بھی معانی مذکور پائے جاتے ہیں، اس لئے اس کا نام بھی فرائض رکھا گیا۔ اصطلاح شرع میں اسکی تعریف یہ ہے علم باصول من فقه وحساب تعريف من الوراثت ومن التركة یعنی علم فرائض علم فقہ اور علم حساب کے ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ ترکہ میت کے وارثوں میں تقسیم کرنے کی کیفیت معلوم کی جائے۔

اور فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی سے (یعنی قرآن سے) اور اس قسم کے مسائل فقہ کو فرائض اس لئے نام رکھا گیا کہ سہام مقدر مقطوع ہیں (کذا فی العالمگیر) حضرت علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے آدھا علم اس لئے کہا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو اس کے مسائل عموماً درپیش ہوتے ہیں اور فقہ

شافعیہ کی مشہور کتاب فتح المعین میں اسکی وجہ تسمیہ اسطرح بیان کی گئی ہے۔

ومسمی نصفا لتعلقہ بالموت المقابل للحیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض کو نصف العلم چند وجوہات کی بنا پر فرمایا (۱) آدمی کی دو حالتیں ہیں، ایک زندگی کی دوسری مرنے کے بعد کی۔ دوسرا علوم میں زندگی کے آئندہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا ذکر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے فرائض نصف العلم ہے۔

(۲) ملکیت کے بعض معاملات اختیاری ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ اور بعض غیر اختیاری ہیں جیسے میراث جن میں لینے والا کا کچھ چارا نہیں۔ بلا اختیار ایک مِلک سے نکل کر دوسرے کی مِلک میں منتقل ہو جاتا ہے۔ فرائض میں غیر اختیاری سبب سے مالک ہونیکی بحث ہوتی ہے۔

(۳) انکی صورتیں اور پیش آنے والے مسائل بہت زیادہ اور مختلف پہلو رکھتے ہیں۔ اس لئے مسائل کی تعداد میں گویا نصف حصہ متفرقہ مسائل کا ہے اور نصف حصہ مسائل فرائض کا۔ اس لئے فرائض کو نصف العلم قرار دیا گیا (۴) احکام شرعیہ بعض قرآن شریف اور حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں، اس وجہ سے ایک خاص اہمیت فرائض کو حاصل ہوی لہذا بمنزلہ نصف علم کے ہوا۔

(۵) چونکہ اس کے سیکھنے اور سکھلانے میں بڑی محنت اور مشقت ہوتی ہے۔ پس گویا علم فرائض محنت اور مشقت کے لحاظ سے نصف العلم ہے۔ اس لئے جسقدر محنت تمام علوم پر ہوتی ہے اس لحاظ سے نصف محنت صرف اس علم کی تحصیل میں ہوتی ہے (۶) اس علم میں چونکہ ثواب کثیر ہے گویا تمام علوم کے برابر اس میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ علمائے کرام نے اس کی اہمیت وفضیلت میں یہاں تک کہدیا ہے کہ علم فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر اسقدر ثواب دیا جائے گا جتنا کہ دوسرے قسم کے سو مسئلوں کے برابر ملتا ہے۔

اور میراث کا مقصد یہ ہے کہ حق والوں کا حق پہنچا دینا اور ان کے سہام (حصہ) کی تعین پر قادر ہونا اور اس کے ارکان تین ہیں، وارث (ترکہ لینے والا) مورث (ترکہ چھوڑنے والا) اور حق معروف اور اس کے شرائط بھی تین ہیں۔ مورث کی صورت میں حقیقی ہو یا حکمی اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا حکمی اور وراثت کے سبب کا علم۔

وراثت کے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نسآء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین اٰباؤکم و

وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما۔ (ترجمہ) "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹوں کا حصہ بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگر دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کی اولاد ہو اور پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو مال کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو مال کا چھٹا حصہ بعد اس کے وصیت کے جو کر گیا اور قرض کے تمہارے ماں باپ اور تمہارے بیٹے اور تم کیا جانو کہ ان میں تمہارے کو زیادہ کام آئیگا یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔"

ولکم نصف ما ترک ازوجکم ان لم یکن لھن ولد الخ

اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں ان میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو انکے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت کر گئیں اور قرض نکال کر تمہارے میں سے آٹھواں حصہ جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ، اولاد، کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں ہر ایک کو چھٹا حصہ پھر اگر وہ ہیں ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور قرض نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو۔

اور اللہ علم والا اور حلم والا ہے

(سورہ نساء رکوع ۲)

ان دو آیتوں میں جن فرائض کا ذکر ہے وہ سب سے زیادہ اہم ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری بیمار پرسی کے لئے بنو سلمہ کے محلہ میں پیادہ پا تشریف لائے میں اسوقت بیہوش تھا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر وضو کے پانی کا چھینٹا دیا جس سے مجھے ہوش آیا تو میں نے کہا حضور! میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم شریف)

مسلم شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد ابن حنبل وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعد ابن ربیع کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ دونوں حضرت سعد کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ساتھ جنگ احد میں شرکت کئے تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوگئے ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح بغیر مال کے ناممکن ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ خود خدا کرے گا چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی۔ آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیجکر حکم بھیجا کہ دو تہائیاں ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کے ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لئے اس سورت کی آخری آیت نازل ہوئی ہوگی اس لئے کہ ان کی وارث صرف

ان کی بہن تھی، لڑکیاں تھیں ہی نہیں، وہ تو کلالہ تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے، اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا حصّہ بھی مقرر کر دیا۔ ان دونوں کے حصّوں میں فرق کر دیا۔ اس لئے کہ مردوں کے ذمّہ جو ضروریات ہیں وہ عورت کے ذمہ نہیں، مثلاً ان کے متعلقین کے کھانے پینے اور اخراجات کی کفالت، تجارت اور کسب و اسی طرح کی اور مشقتیں انہیں انکی حاجت کے مطابق دگنا دلوایا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پہلے مال کا حصّہ دار اور حقدار صرف لڑکا تھا، ماں باپ کو بطور وصیت کے کچھ ملجاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو ختم کر دیا۔ اور لڑکے کو لڑکی سے دگنا دلوایا اور ماں باپ کو چھٹواں حصّہ دلوایا اور تیسرا حصّہ بھی اور بیبیوں کو آٹھواں حصہ اور چوتھا حصّہ خاوند کو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میراث کے احکام اترنے پر بعض لوگوں نے کہا یہ اچھی بات ہے کہ عورت کو چوتھا اور آٹھواں حصہ دلوایا جارہا ہے اور لڑکی کو نصف دلوایا جارہا ہے اور ننھے ننھے بچوں کا حصّہ مقرر کیا جارہا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ لڑائی میں نکل سکتا ہے نہ مال غنیمت پاسکتا ہے۔ اچھا تم اس حدیث سے خاموشی برتو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھول جائیں۔ ہمارے کہنے کے وجہ سے آپ ان احکام کو بدل دیں۔ پھر انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ لڑکی سے اس کے باپ کا آدھا مال دلوارہے ہیں۔ حالانکہ وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے لائق اور دشمن سے لڑنے کے قابل نہیں آپ بچے کو ورثہ دلارہے ہیں، بھلا وہ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

یہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں ایسے ہی کیا کرتے تھے کہ میراث صرف اسے دیتے تھے جو لڑکے لڑنے کے قابل ہوں، کتاب و سنت سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ لڑکی کو یعنی لڑکا نہ ہونے کی صورت میں نصف حصّہ دلوایا گیا ہے۔ پس اگر دو کو بھی آدھا ہی دینے کا حکم کرنا مقصود ہوتا تو یہی بیان ہوجاتا۔ جب ایک کو الگ کر دیا گیا تو معلوم ہوا کہ دو کا حکم بھی وہی ہے جو دو سے زائد کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حاصل کلام علم الفرائض کا جاننا بہت ضروری ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ مسائل فقہ کی تعلیم میں جس طرح توجہ مبذول کرتا ہے اسی طرح اس علم کی جانب توجہ مرکوز کرے۔ اور بالخصوص مدارس عربیہ میں اسکو بام عروج پر پہنچادیں۔ کیونکہ ہمارے طلبہ کو فراغت کے بعد ہی جن نئے نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ان میں سے وراثت کے مسائل بھی ہیں۔ لہٰذا طلبا کا علم فرائض میں عبور حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں ذراسی لغزش اور تقسیم وراثت میں معمولی کمی وبیشی سے حق تلفی کا امکان ہے جو حسن معاشرہ اور خوشگوار آئندہ تعلقات کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہندوستان اور تدوین فتویٰ

تلخیص کار:- حافظ میم. بشیر الحق قریشی لطیفی ادھونی
زمرۂ مولوی عالم
ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی

دار العلوم لطیفیہ کے کتب خانہ میں چاروں طرف تہذیب و شائستگی سے پھیلی ہوئی کتابوں کا جائزہ لے رہا تھا، میری نظریں الماری کے اس گوشہ پہ جمنے لگیں جس میں "البعث الاسلامی" لکھنؤ کے قدیم و جدید شمارے ترتیب وار جمع تھے۔ ان کی الٹ پھیر کے دوران جناب ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب لکچرر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کا مقالہ "تدوین الفتاوی فی الھند" نظر آیا جسکے دوران مطالعہ میں یہ خیال شدت کے ساتھ سطح ذہن پہ ابھرنے لگا کہ جنوبی ہند کی دینی درسگاہیں بالخصوص دار العلوم لطیفیہ، مدرسہ باقیات صالحات ویلور، جامعہ نظامیہ حیدرآباد وغیرہ مدت مدید سے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے آرہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہاں کے علمائے متقدمین اور مشائخین کرام بھی جیسے حضرت قطبؒ ویلور، حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم، حضرت مولانا قاضی محمود علیہما الرحمہ وغیرہ وقت اور ماحول کے بدلتے ہوئے تیور اور نازک ترین مرحلوں میں بھی نہایت عمدگی کے ساتھ اپنی فہم و ادراک اور درایت سے نئے نئے مسائل کا حل تلاش فرماکر استفتاء کے روپ میں اسلام کی بیش بہا اور ناقابل فراموش خدمت انجام دئے ہیں۔ آج بھی علمائے متاخرین اپنے اسلاف کی سنت پہ عمل پیرا ہیں۔ اور جنوب میں بھی افتاء پہ عظیم الشان کام ہو رہا ہے لہٰذا ان تمام کی خدمات کا احاطہ ہونا چاہئے۔ غرض اس طرح لطیف اور پاکیزہ خیالات کا میرے ذہن پہ یلغار رہا۔ لیکن وقت کی قلت نے ان خیالات کو قوت سے فعل کے دائرہ میں آنے نہ دیا۔ انشاء اللہ آئندہ جنوبی ہند میں انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے افتاء پہ جو قابل ذکر کام ہو رہا ہے مستقل طور پہ قلم کو جنبش دی جائے گی۔ سر دست ناظرین کی معلومات کے لئے مذکورہ مضمون کی تلخیص پیش کی جارہی ہے ـــ

ہندوستان میں اسلامی علوم اور ان کی مختلف اقسام اور فروعات جیسے تفسیر قرآن اور حدیث، فقہ، اصول وغیرہ کی نشر و اشاعت اور ان کی تدوین و ترتیب میں ہمیشہ مسلمانوں نے حصہ لیا۔ اور اسلامی علوم کے ذخیروں میں ایک قیمتی اضافہ کیا۔ اور اپنی پیہم جد وجہد سے ان کی

مکمل شروحات بیان کیں۔ ان کی مایۂ ناز خدمات میں سے تدوین فتویٰ بھی ایک اہم کارنامہ ہے۔ جب کہ قرآن و حدیث اور اجماع سے نئی مشکلات اور روز افزوں وجود میں آنے والے مسائل کے حل کے حل کے لئے نص صریح اور کوئی واضح حکم نہ پا سکے

تو قرآن وحدیث اور اجماع امت کی اساس پر اس عمل کو شروع کیا۔

زمانہ ہر روز ترقی کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے اور نئے علوم اور نئے حقائق اور مختلف جدید اختراعات وجود میں آتے ہیں جسکی وجہ سے ہمیشہ اہل دین اور اصحاب تقویٰ کی یہ خواہش رہتی ہے کہ صبح شام پیش آنے والی نئی مشکلات کیلئے شرعی احکام کو جان لیا جائے تاکہ مسلمانوں کے اشغال یومیہ ان احکام اور فتووں کے مطابق انجام پاتے رہیں۔

ہندوستان کے ہر دور (اسلامی اور غیر اسلامی) میں ایسے مفتیان کرام کی کثیر جماعت ملتی ہے جو اپنی درایت اور اجتہاد سے فتویٰ دیکر سائلین فتویٰ کی تشنگی بجھاتے آرہے ہیں جن کے مشہور فتوے آج بھی ہندوستان کے مختلف کتب خانوں کے اندر مطبوعہ اور قلمی شکل میں موجود ہیں۔ ان میں اکثر فتووں کا تعلق مسلک حنفیہ سے ہے۔ فتوے کی زبان ہمیشہ زمانہ کی کروٹ کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ان میں سے بعض عربی زبان، اور بعض زبان فارسی میں ہیں اور موجودہ دور میں اکثر اردو زبان میں ہیں۔

جس زمانہ میں ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس وقت افتاء نویسی کا کام بھی امور سلطنت میں شامل تھا لیکن جب مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت چلی گئی تو افتاء کا کام دینی درسگاہوں اور شخصی خانقاہوں سے ملحق رہا۔ دورِ جدید میں کوئی ایسا بڑا مدرسہ دکھائی نہیں دیتا جس میں افتاء کا بھی ایک مستقل شعبہ نہ ہو۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک کثیر تعداد میں ہندوستان کے مختلف گوشوں میں "دار الافتاء" پھیلے ہوئے ہیں جو ہم تک علمی مواد پہنچا رہے ہیں۔ مثال کے طور "دار الافتاء دیوبند" ہے جو اب تک تخمیناً بارہ ہزار دقیق اور باریک مسئلوں کا جواب دے چکا ہے۔

ناظرین کی خدمت میں اب ان مایۂ ناز فتووں سے چند کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے جن کا فیض کئی دور سے جاری وساری ہے۔ ان میں سب سے قدیم فتوے "فوائد فیروز شاہی" ہیں۔ یہ مجموعہ چودہویں صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا۔ جس کے مصنف شیخ ملا محمد عطاری ہیں۔ مولانا نے اس کو فیروز شاہ تغلق کے حکم سے فقہ حنفی کے مطابق تصنیف کیا ہے۔ فیروز شاہ تغلق ایک زبردست عالم اور متقی اور پرہیزگار بادشاہ تھا اور شعائر اور اشاعت اسلام کو بہت محبوب رکھتا تھا۔

دورِ فیروزی میں فتاویٰ تاتارخانی کی بھی تالیف ہوئی۔ اور یہ دو بڑی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف شیخ عالم بن علاء دھلوی ہیں۔ مولانا نے اس کو خان اعظم تاتارخان کی سرپرستی میں تالیف کیا۔ تاتارخان ملک فیروز کا حاشیہ نشین تھا۔ یہ بھی اپنے بادشاہ کی طرح علم دوست

اور علماء پرور تھا۔ علماء، ادباء کی حوصلہ افزائی اور ان کی دلجوئی میں بادشاہ کے راستہ پر گامزن تھا۔

"فتاوی حمادیہ" یہ بھی دو جلدوں پر مشتمل ہے، جس کے مصنف مفتی ابوالفتح رکن الدین بن حسام الدین ناگوری ہیں۔ مولانا نے اپنے فرزند شیخ داؤد کو ساتھ لیکر قاضی حمادالدین احمد قاضی القضاۃ گجرات کی سرپرستی اور نگہبانی میں تالیف کیا۔ شاید اسی خاص سبب کی وجہ سے یہ فتوے "فتاوی حمادیہ" کے نام سے مشہور ہو۔

ان تمام میں جلیل القدر فتاوی عالمگیری ہے، جو عرب، شام اور مصر کے شہروں میں "فتاوی ھندیہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ "فتاوی عالمگیری" کو اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جید علمائے کرام کی ایک جماعت نے مرتب کیا اور خود اورنگ زیبؒ نے بھی فقہ حنفی کی جدید تدوین پر خاص توجہ دیا تاکہ ہندوستان میں فقہ حنفیہ سلطنت اسلامیہ کا دستور بن جائے۔

اس اہم کام کی تحقیق کے لئے اورنگ زیب نے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جو علوم اسلامیہ اور فقہ کے اندر مہارت تامہ رکھتے تھے اور شیخ نظام علیہ الرحمہ اس کمیٹی کے صدر تھے۔ جو ہر ہفتہ تدوین شدہ مسائل کو اورنگ زیبؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے جن کا اورنگ زیبؒ بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد اپنی گراں قدر رائے کا اظہار فرماتے اور تمام مسائل پر بحث و مباحثہ بھی فرماتے تھے۔ اس طرح پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ فتاوی عالمگیری کی تدوین عمل میں آئی۔

حاصل کلام فتوؤں کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔ لہٰذا چند فتوؤں کے نام دیئے گئے ہیں :—

خزانۃ الروایات	قاضی جکن گجراتی
ابراہیم شاہیہ	قاضی نظام الدین جیلانی
فتاوی ضیائیہ	قاضی ضیاءُ الدین
فتاوی نقشبندیہ	شیخ معین الدین کشمیری
فتاوی اکبرشاہی	شیخ عتیق اللہ
مطالب المومنین	شیخ بدرالدین لاہوری
الفتاوی الفقیہہ	شیخ میر محمد بن اولیاء جونپوری
زبدۃ الروایات	سید علیم اللہ جالندھری
فتاوی عزیزیہ	شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی
فتاوی شرفیہ	مفتی شرف الدین رامپوری
فتاوی ناصریہ	شیخ محمد غوث مدراسی
جامع الفتاوی	سید عبدالفتاح بن عبداللہ گلشن آبادی
الفتاوی الفقیہہ	مرزا حسن علی لکھنوی
الفتاوی الفقہیہ	شیخ رضا علی بن سخاوت علی بنارسی
فتاوی ودودیہ	شیخ عبدالودود کلکتوی
فتاوی رضویہ	شیخ احمد رضا بریلوی
مجموعۃ الفتاوی	شیخ عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی
مجموعۃ الفتاوی	شیخ محمد نعیم بن عبدالحکیم لکھنوی
مجموعۃ الفتاوی	شیخ اشرف علی تھانوی

مکتوب حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مترجم :-
عالیجناب مولٰنا مولوی
سید حمید اشرف صاحب
سابق مدرس دار العلوم لطیفیہ الاسکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

مندرجۂ ذیل مکتوب زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین شاہ سید عبد اللطیف قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے مولوی محمد امام الدین صاحب مہکری نائب قاضیٔ میسور کو فارسی زبان میں تحریر کیا تھا جو سبق آموز نصائح پر مشتمل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ اور سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ آنے والوں کی زبانی اور مخدومی محی الدین علیخان صاحب مہکری کے خط سے آنجناب کے نائب قاضی کی خدمت کے تقرر کی خبر معلوم ہوی۔ خدمتِ قضاء کی تقرری کے وقت سے آپ کے خطوط کی آمد و رفت بالکل بند ہے حتیٰ کہ خانصاحب ممدوح کے خطوط میں آپ کا سلام و دُعا بھی مذکور نہیں ہوتا۔ خط و کتابت کا ذکر ہی کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قضاءت کی خدمت ہم فقیروں کی یاد اور محبت سے مانع ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معزب کے بعد اپنے محلہ کی چند اونٹنیوں کا دُودھ دوہا کرتے تھے۔ جب مسند خلافت پر رونق افروز ہوے تو اُس وقت بھی دُودھ کا دوہنا آپ نے ترک نہیں کیا۔ تعجب ہے کہ آنجناب مسند قضاءت پر فائز ہونے کے بعد ہم فقیروں کی یاد روا نہیں رکھتے۔

محب محترم! ع از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

خانصاحب موصوف کے خط میں چند کلمات جو حق تعالیٰ کی یاد دلائیں تحریر کئے گئے ہیں۔ اس کو اپنا دستور العمل بنالیں اپنے کو شریعت کا پابند بنائیں، عدالت و قضاءت کو مقدمات شرعیہ کی تنقید کا ذریعہ سمجھیں اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو عہدۂ قضاء کو اپنے لئے ایک بلا و مصیبت تصور کریں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بہت سے عزت والے ذلیل و خوار ہونگے اور بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں خوار و حقیر سمجھے جاتے ہیں وہ قیامت کے دن عزت و اعتبار کے مقام پر فائز ہونگے۔ حق تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ہم لوگوں اور آپ کو دنیا کی فانی عزت، وجاہت ظاہری ٹیپ ٹاپ طمطراق میں گرفتار نہ کرے بلکہ آخرت کی دائمی عزت و وجاہت، اعتبار و وقار کے شرف سے معزز فرمائے (آمین) وہ ہماری دعا قبول فرمائے۔ خدا تمہاری مدد کرے۔

ایک فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ایک نابینا حافظ صاحب پنجوقتہ فرض نمازوں کی امامت کرتے ہیں۔ کیا ہم مصلی مقررہ امام کے ہوتے ہوئے یا نہ ہوتے ہوئے ان صاحب کے پیچھے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں؟ یہاں ایک صاحب کہتے ہیں کہ نابینا کے پیچھے فرض نماز ادا کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیا سچ ہے؟ بینوا و توجروا

السائل:۔ شیخ عبدالحق راجکوٹی

الجواب
اللھم ھدایۃ الحق والصواب

درصورت مسئولہ نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی نے کہا ہے کہ اگر حاضرین میں نابینا مسائل نماز سے زیادہ واقف ہو تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ اس کی امامت بینا سے افضل ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مکتوم جو نابینا تھے انہیں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا امام مقرر کیا۔ اور وہ یعنی ابن مکتوم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر پہ جانے کے بعد امام ہوتے تھے۔ الحاصل اگر مذکورۂ بالا وصف نابینا میں ہو تو افضل ہے۔

تبع فی ذلک صاحب البحر حیث قال قید کراھۃ امامۃ الاعمیٰ فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ (شامی جلد اول)

ھکذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

(جناب مولانا) ابوالمعالی علوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)





س وہ کونسی جنگ ہے جس میں ملائکہ نے مسلمانوں کی مدد کی؟
ج - جنگ بدر ہے جو ۲ سنہ ہجری میں واقع ہوئی۔
س - دنیا میں سب سے پہلے تانبے کے برتن کس نے بنائے؟
ج - حضرت سلیمان علیہ السلام نے۔
س دنیا میں سب سے بڑا معبد کون سا ہے؟
ج خانہ کعبہ - جو ملک عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر نو کی۔
س ایک روپیہ کا نوٹ ہندوستان میں کب جاری ہوا؟
ج تاج برطانیہ کے دور میں 1917ء میں ہوا۔
س دھلی میں کانگریس اور مسلم لیگ کی انٹریم گورنمنٹ کب قائم ہوئی؟
ج ۲ر ستمبر 1946ء میں قائم ہوئی۔
س دنیا میں سب سے پہلے کاغذ کس نے تیار کیا؟
ج حضرت یوسف علیہ السلام نے۔
س دنیا میں سب سے چھوٹا جزیرہ کونسا ہے؟
ج فلیٹ ہوم ہے۔ یہ رودبار انگلستان میں واقع ہے اس کا پورا رقبہ صرف ڈیڑھ سو میل ہے۔
س سب سے پہلے سوئی کس نے ایجاد کی؟
ج حضرت ادریس علیہ السلام نے۔

س ساری دنیا میں دوسری جنگ عظیم کب شروع ہوئی؟
ج ۳ر ستمبر 1939ء میں شروع ہوئی۔
س ہندوستان ری پبلک یعنی جمہوریہ کب ہوا؟
ج ۲۶ر جنوری 1950ء میں ہوا۔
س مجلس میں سب سے پہلے کہاں شمع جلائی گئی؟
ج - مصر میں۔
س دنیا میں سب سے اچھے تیر انداز کون ہیں؟
ج راسکن میکسیکو کے باشندے جو ۳۰ فٹ کے فاصلے پر کے دانے کو بآسانی نشانہ لگا سکتے ہیں
س - ہندوستان میں نیا سکہ کب سے جاری ہوا؟
ج یکم اپریل 1957ء سے جاری ہوا۔ ایک روپیہ کے سو پیسے قرار پائے۔
س دنیا میں سب سے لمبا تار کا سلسلہ کونسا ہے؟
ج ٹیلیفون کے تار کا ہے، جو شمالی امریکہ میں نیویارک اور سان فرانسسکو کے درمیان کھولا گیا۔ ان دو شہروں کے درمیان تقریباً تین ہزار میل کا فاصلہ ہے۔
س جنوب کا سب سے قدیم مدرسہ کونسا ہے؟
ج دار العلوم لطیفیہ ویلور جس کی بنیاد ۱۲۳۸ھ میں رکھی گئی۔

فقر قربی قدس سرہ العزیز

از
یس عبد اللہ
عرف جمشید پاشہ
یم یس سی

شاھی و ملک شاہی قربی جوے نسنجد
در ملک فقر دستی بالاست بوریا را

زبدۃ العارفین اعلیحضرت رکن الدین سید شاہ محمد ابوالحسن قربی قادری قدس سرہ العزیز ۱۱۱۸ھ میں دار النور بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۳۸ھ میں اپنے والد بزرگوار قدوۃ العارفین اعلیحضرت سید شاہ عبد اللطیف بیجاپوری قدس سرہ العزیز کے ہمراہ دار السرور ویلور پہنچے۔

دونوں بزرگوں نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس مقام کو عزت و رونق بخشی اور اس خطہ کو علم کی دولت سے مالامال کرنے لگے۔ اعلیحضرت قربی قدس سرہ العزیز کا وصال ۱۱۸۳ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار گنبدِ اقطاب ویلور میں مرجعِ خاص و عام ہے۔ آپکی اعلیٰ شخصیت جامع الکمالات تھی۔ آپ اپنے دور کے زبردست اہل اللہ میں سے تھے۔ آپ کا شیوہ فقر و قناعت، صبر و توکل، تقویٰ اور پرہیزگاری تھا۔ یہ تمام باتیں آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں پیشِ نظر مضمون میں آپ کے فقر کو احادیث مقدسہ اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ملاحظہ فرمائیں:-

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے الفقر فخری یعنی فقر میرے لئے باعثِ افتخار رہے ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ کیلئے آپ سے محبت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا" بلا کو چادر بنالے اور فقر کو چادر بنالے" جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی محبت کیلئے ضروری ہے کہ آپ کا طریقہ اپنایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جب آپ کی محبت میں درجۂ کمال کو پہنچے تو اپنا سارا مال آپ پر خرچ کردیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی حالت بنالی۔ اور فقر میں آپ شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف عبا سے بدن ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ غرض فقر کو اپنانا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتباع کی دلیل ہے۔ فقر کا راستہ نہایت پُر خطر ہے۔ ہر کس و ناکس اس کو طے نہیں کرسکتا۔ یہ کام تو صرف درویشوں کے لئے آسان ہے۔ کہ وہ اپنی فقیری کے باوجود مالدا

نظر آتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ یعنی ان فقراء کی فی سبیل اللہ خدمت کرنی چاہیئے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں۔ زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے جن کو جاہل لوگ سوال نہ کرنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنی ان کے پہلو خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کو اُمید و خوف کے عالم میں پکارتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقر کو اختیار فرمایا اور آپ کی دُعا تھی کہ اللھم احینی مسکینًا وامتنی مسکینًا واحشرنی فی زمرۃ المساکین یعنی اے اللہ مجھے فقیری میں زندہ رکھ فقیری کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور فقیروں کے زمرہ میں میرا حشر فرما۔ فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ لگا ہوا تھا کبھی جُدا نہ ہُوا۔ آپ نے فرمایا کہ جیسا کہ پانی کی رَو اپنے منتھا کی طرف دوڑتی ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

اسی لئے شمیم گلستان تاج محشان زبدۃ العارفین اعلیحضرت رکن الدین شاہ سید محمد ابو الحسن قادری قربی قدس سرہ العزیز اپنی زندگی کو فقر سے آراستہ و پیراستہ کر لیا تھا۔ آپ علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی بقول ابن جلاء "فقر وہ ہے کہ تیرے واسطے کچھ نہ ہو اگر تیرے پاس کچھ ہو تو تیرے واسطے نہ ہو" کا نمونہ تھی۔ کیونکہ آپ دوحۂ مصطفوی کے میوہ تھے اور فقر آپ کی خاندانی میراث تھی۔ آپ کی زندگی تصوف کے رمزوں اور اصولوں کا خزانہ اور فقر کی علامتوں کا ٹھکانہ تھی۔

پہلا رمز جو آپ کی زندگی میں پایا جاتا تھا وہ یہ ہے جیسا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا الفقیر من لا یستغنی بشیئ دون اللّٰہ یعنی فقیر اللہ عزوجل کے بغیر آرام نہیں پا سکتا۔ اس کو بجز اسکی ذات کے کوئی مطلوب نہیں۔ حضرت قربی قدس سرہ العزیز کی زندگی بھی تقویٰ و پرہیزگاری سے معمور تھی۔ آپ کا مطلوب و مقصود خدائے تعالیٰ کی ذات تھی۔ آپ پابند شریعت تھے۔ آپکے فرزند لبند اقبال قدوۃ السالکین اعلیحضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی قدس سرہ العزیز سید لطف اللہ اور سید عمر سے النشاء عقائد ذوقی میں نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو الحسن قادری قربی قدس سرہ ۱۳۸۱ھ میں بمقام میراج مالہ تشریف لے گئے اور ہم دونوں آپکے ہمراہ تھے ایک دن وہاں ناشتہ کرنے کے بعد آپ کو قئے آنے لگی یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ ہم لوگ آپکے نزدیک تھے لیکن آپ کو قطعی خبر نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ ہوش میں آئے پوچھا کیا ظہر کا وقت ہے۔ ہم نے کہا ہاں فرمایا ہمیں بٹھاؤ۔ ہم لوگوں نے بٹھا دیا۔ آپ نے

بیٹھکر نماز ادا فرمائی۔ پھر کہا لٹا دو۔ ہم نے لٹا دیا۔ اسطرح آپ ہر نماز کے وقت ہوش میں آتے رہے اور نمازیں ادا کرتے رہے۔ حالانکہ آپ انتہائی تکلیف میں تھے۔ نیز آپنے مرض الموت میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ ہونے کے باوجود اشاروں سے نماز ادا کرتے رہے۔ آپنے علم پر عمل کیا اور علم کا حق علم کو دیا اور عمل کا حق عمل کو دیا۔ خدا کی خوشنودی حاصل کی خدائے تعالیٰ نے آپ کو اسی کمال اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پابندئ شریعت مطہرہ کی وجہ سے آپ کو مرتبۂ غوثیت پر فائز فرمایا تھا۔ حضرت رویم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں مِنْ نَعْتِ الفقیر حفظ سرّہ وصیانۃ لنفسہ واداء فریضتہٖ حضرت قربی قدس سرہٗ العزیز کی مبارک زندگی اس قول کی آئینہ دار تھی۔

دوسرا رمز آپکی حیات طیبہ میں یہ پایا جاتا تھا کہ حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کردیا تھا۔ ویسے ہی آپ بھی سخاوت کو پسند فرماتے تھے۔ آپ کی بخشش وعطا کا یہ عالم تھا کہ کوئی سائل آپکے در سے محروم نہیں گیا۔ حالانکہ ظاہراً آپ کی معاشی حالت بہتر ہونے کی کچھ علامت نہیں تھی، اس کے باوجود آپکے جود وسخا میں کبھی فرق نہیں آیا۔ چنانچہ حضرت باقر آگاہ اپنی کتاب تحفۃ الاحسن میں لکھتے ہیں، سخاوت ایشاں بمثابہ ایست کہ ہیچ سائل از درگاہِ ایشاں محروم نرود۔ یعنی آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کوئی آپ کی بارگاہ سے محروم نہیں گیا۔ ابو الحسن نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نعت الفقیر السکوت عند العدم والبذل عند الوجود وقال ایضًا الاضطراب عند الوجود یعنی فقیری کا وصف یہ ہے کہ میسر نہ ہونے کے وقت سکوت اختیار کرے اور پائے جانے کے وقت خرچ کرے نیز آپنے فرمایا پائے جانے کی صورت میں مضطرب ہو جائے۔ غرض حضرت قربی قدس سرہ العزیز نے کبھی کچھ جمع نہیں کیا، اور جو بھی آتا خیرات کردیتے تھے اور آپ خلق خدا سے مستغنی اور ان کی جاہ ودولت سے بے نیاز تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اکبر رتبہ نواب والا جاہ حضرت کی خدمت میں جاگیر کا پروانہ لئے حاضر ہوئے اور بہت کوشش کی کہ آپ قبول کرلیں لیکن آپ یہ کہتے ہوئے رد فرمادیا ؎

شاہی وملک شاہی قربی جوئی نسنجد
در ملک فقر دستی بالاست بوریا را

اسی طرح اکبر رتبہ نواب حیدر جنگ نے ایکہزار روپے بھیجکر حیدرآباد آنے کی درخواست کی مگر آپ نے وہاں جانا گوارا نہ فرمایا۔

تیسرا رمز یہ حضرت سریافی فرماتے ہیں افضل المقامات اعتقاد الصبر علی الفقر یعنی فقر پر صبر کرنا افضل مقامات میں سے ہے، اس لئے صوفیاء کرام نے فقر کے ہاتھوں سے صبر کا استقبال کیا۔ صبر سے فقر پر قائم رہنا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا باعث ہے۔ حضرت قربی قدس سرہ العزیز نے اپنی زندگی میں شیعوں کے ظلم سے بہت صبر کیا۔ آپکا

صبر انتہائی درجہ کا تھا۔ ایکمرتبہ حسن امام خاں اور مرتضیٰ خاں نامی دو شخص جو کٹر شیعہ تھے حضرت قربی قدس سرہ کو قتل کرنے کے لئے چار آدمیوں کو مقرر کیا۔ یہ چاروں گھات میں تھے کہ حضرت کو قتل کر ڈالیں۔ ابھی دو تین دن بھی نہیں گذرے تھے کہ خدا کی مار پڑی۔ ان میں سے ایک مر گیا اور باقی تین دیوانے ہوگئے۔ اسی لئے حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ اَلْفَقْرُ بَحْرُ الْبَلَاءِ وَبَلَاءُہٗ کُلُّہٗ عِزٌّ یعنی فقر مصیبتوں کا دریا ہوتا ہے اور فقر کی تمام مصیبتیں عزت ہیں۔

یہ جو تھا رمزیہ ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا "علامۃ الفقر خوف الفقر" یعنے فقر کی علامت یہ ہے کہ بندہ ولایت کے کمال مشاہدہ کے قیام اور صفت کے فنا میں زوال اور قطعیت سے خوف کرتا رہے۔ حضرت قربی قدس سرہ العزیز نے اسی اصول کو اپنایا اور قربیت خداوندی میں لگے رہے۔ کیونکہ جب بندہ ہر وقت اور ہر حال قرب الٰہی کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر قرب چاہتا ہے۔

حاصل کلام حضرت قربی قدس سرہ العزیز کی شخصیت جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے جامع الکمالات تھی۔ آپ نے اسوۂ حسنہ کی کامل اتباع کی اور دوسروں کو بھی اس پر گامزن ہونے کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کا مصداق تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مقدس شخصیتوں کی پاکیزہ زندگیوں کے طفیل سے دارین کی سرخروئی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔



۷۸۶
۹۲



اردو کا وہ دور تقریباً ختم ہونے آرہا ہے جس میں وہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص علاقہ کی زبان سمجھی جارہی تھی۔ آج اس کے حسن تاباں کے ہر سُو بکھرتے ہوئے جلوے، اور نئے نئے فنکار، مایۂ ناز ادیب، اُبھرتے ہوئے عدیم المثال انشا پرداز، انقلاب انگیز شاعر اور اس میں منتقل ہونے والا عصری علوم و فنون کا ذخیرہ، اور اعلیٰ شاعری کا بڑھتا ہوا انبار سبھی یہ بشارت سنا رہے ہیں کہ آئندہ اردو کی زندگی میں ایک زرین اور عہد آفریں دور کا آغاز ہوگا۔ خدا کرے یہ حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہو، اردو ترقی کی اس اعلیٰ سطح پر اپنے قدم جما بھی دے لیکن کبھی اپنے ان ادیبوں، شاعروں کو بھلا نہیں سکتی جنہوں نے اسے کس مپرسی اور کمزوری کے عالم میں گلے لگایا اور سنوارا، نکھارا۔ ایک حسین رُوپ بخشا۔

تاریخ زبان و ادب اُردو میں صوفیائے کرام کی خدمات اس نکتۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں کہ انہوں نے ایسے وقت اور ایسے ماحول میں اردو کا ہاتھ تھاما جبکہ ہندوستان میں فارسی کا طوطی بول رہا تھا اور اس تھی یا یہ زبان میں شعر کہنا کچھ لکھنا۔ حتیٰ کہ کلام کرنے کو بھی علمی طبقہ اپنی کسر شان تصور کر رہا تھا، ایسی فضا میں ان بزرگوں نے اردو میں شعر و سخن کا آغاز کیا اور نثر میں بھی رسالے لکھے جس کی وجہ سے صوفیائے کرام ہی کو اُردو کے پہلے شاعر اور نثر نگار ہونے کا فخر حاصل ہے۔

اس کا ہمیں بھی اعتراف ہے کہ صوفیائے کرام کا مقصد اردو زبان اور ادب کا فروغ نہ تھا لیکن اردو کے حق میں انکی یہی خدمت کیا کم ہے کہ انہوں نے تبلیغ و اشاعت دین کے لئے اردو کو ذریعہ بنایا جسکی وجہ سے یہ زبان پھیلی اور پھولی اور بالخصوص یہ صوفیائے کرام ہی کا صدقہ ہے کہ اہل علم جو اردو کے ساتھ عدم التفات اور سرد مہری کا ثبوت دے رہے تھے۔ ان ہی بزرگوں کا دیکھا دیکھی اس زبان کی جانب مائل ہوتے چلے اور اپنی گراں قدر علمی تصانیف کا ذخیرہ اس میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اس طرح عوام کے ساتھ خواص بھی رفتہ رفتہ اردو کے قافلے سے منسلک ہوتے چلے گئے۔

حامل کلام صوفیائے کرام کا مقصد خواہ کچھ بھی ہو اس سے ہمیں مقصد نہیں لیکن ان کی ذات سے اردو زبان کو جو بے پایاں فیض حاصل ہوا ہے اس کی جانب اگر نظر کی جائے تو صوفیائے کرام کو اُردو کے

محسن ہی خیال کرنا پڑیگا۔ اور کبھی ان کی خدمات سے،
انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سال گذشتہ سے اس کام کا بیڑا اٹھایا
گیا ہے کہ اردو زبان اور ادب میں صوفیائے کرام کی خدمات
کو مستقل علیحدہ نکال کر دکھایا جائے۔ چنانچہ یہ قسط بھی اسی
سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جتنے بھی صوفیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے
ان کے درمیان دَور اور تاریخی تسلسل، لسانی اور ادبی خدمت
کی ترتیب کا لحاظ نہیں ہے، انشاءاللہ جسکی تلافی پھر کبھی کی
جائے گی مضمون میں صوفیائے کرام کو صرف اُردو زبان کے
شاعر اور ادیب کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے۔ یہاں ان کا
تصوف، علمی پایہ، فضائل و مناقب، مذہبی خدمات، دیگر زبان
کی شعری اور نثری خدمات زیر بحث نہیں ہے۔ اگر ان کے نمایاں
کارناموں اور ان کی شخصیتوں کی رنگینیوں اور وسعتوں کو گھیر
لیا جائے تو ہر صوفی پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت محسوس
ہو رہی ہے۔ تاہم ان کی زندگیوں کی خفیف سی جھلکیاں پیش
کردی گئی ہیں تاکہ ان کی شاعری اور ادب کے سمجھنے میں مدد
مل سکے۔ کیونکہ ادب پر زندگی کی چھاپ بہت گہری پڑتی ہے

حضرت شاہ امین الدین علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اردو کے بلند پایہ شاعر اور مصنف حضرت برہان الدین
جانمؔ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا صحیح نام برہان الدین علی ہے۔
جس کی تصدیق آپ کے مرید تراب علی شاہ کے ان شعروں سے ہوتی ہے

تراب اپنے تو مرشد کی صفت کر — حسینی پیر ہے ثانی حیدر
اس کا نام امین الدین علی ہے — دیکھو بر حق او خدا کا ولی ہے

آپ بطن مادر ہی میں جلوہ افروز تھے کہ والد ماجد
نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت جانمؔ وفات کے قریب
اپنی اہلیہ کو ٹوپی دیتے ہوئے یہ بشارت سنائی کہ تمہیں
لڑکا تولد ہوگا میری ٹوپی اس کے حوالہ کر دینا۔ یہ خرقہ
خلافت ہے۔ حضرت امین الدین چند دنوں کے بعد اس
عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اور جب عہد شباب میں قدم
رکھا تو والد بزرگوار کی عطا کردہ ٹوپی جو خرقہ خلافت ہے،
حضرت شاہ عطاءاللہ حسینی کے دست مبارک سے پہنا
اور مسند درس و تدریس پر فائز ہوئے اور زندگی بھر
خلق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ آپ ایک خدا ترس بزرگ
تھے۔ علوم ظاہری کے علاوہ تصوف میں آپ کو صدر درجہ
کمال حاصل تھا۔ ان گنت لوگوں نے آپکے دست فیض
رساں پر بیعت کیا۔ آپکے مریدین اور خلفاء میں سب سے
زیادہ شہرت یافتہ یہ حضرات ہیں۔ حضرت میراں جی خدانما
حضرت سید ہاشم بیجاپوری عرف خداوندا دی۔ حضرت
شاہ عبدالقادر لنگر ہند۔ آپ کا سن وفات ۱۰۸۶ھ
ہے۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے مادہ تاریخ "ختم ولی" بتلایا ہے۔
آپ ایک بہترین شاعر اور مصنف گذرے ہیں۔
شاعری سے آپ کو بہت لگاؤ تھا۔ چنانچہ اپنا تخلص امینؔ
فرماتے تھے۔ آپ کا کلام حقائق و معارف سے لبریز ہے۔
نثر میں بھی آپنے رسالے تصنیف فرمایا ہے۔ اب تک آپ
کی ان تصانیف کا پتہ چلا ہے۔

رسالہ قربیہ۔ ذکر نامہ۔ وجود نامہ

چکّی نامہ۔ محبت نامہ۔ نور نامہ۔ نظم وجودیہ۔ رموز السالکین۔ رموز العارفین گفتار شاہ امین۔ گنج مخفی۔

حضرت امینؒ نے نظم کے علاوہ قصیدہ۔ مثنوی، غزل، دوہے وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ قصیدہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں، جو عاشقانہ رنگ سے بھرپور ہیں۔

قمر بن نین تیرے ساحر ہوے ہمن کوں
گمراہ کر بلاوے قوس و قزح بھوں کوں

دنداں مثال بجلیاں رخشاں کلام کرتیں
زہرہ دھرے نہ دیدہ خوبیں نچھاوے کوں

حضرت امینؒ میدانِ غزل میں:۔

نباشم جز تو اے رعنا منجے کی جالتا آجے
دلم پُر خوں جگر فاسد کبھی تجھ مہر آتا نہیں

محض فریادی دارم کہ تجھ سنگ میل آچھے کوں
امینؒ گو مد بیان ہجر بن ساقی تیار آنہیں

دوہے حضرت موصوف نے بیت لکھا ہے نمونہ ملاحظہ ہو:۔

مرتا ہار، جیوتا بسار ۔ جیوتا ہار، مرتا بسار
سودہ تنہجن کی دیکھ بجاے ۔ لال تنہجن دکھن پاوے

نمونۂ نثر:۔

اللہ تعالیٰ گنج مخفی کو عیاں کرنا چاہا تو اول اس میں سوں ایک نظر نکلی، سو اس سے ایس دیکھ ہوا۔ ایس شاہد کہتے ہیں۔ یو دونوں ذات کے دو طور رہیں۔ ذات نے ایس کو دیکھا۔ اسے نظر کہتے ہیں، دیکھ کر گواہی دیا۔ تو اُسے شاہد کہتے ہیں۔ یہ تینوں مرتبے ذات کے ہیں۔

آپ کے کلام میں سادگی اور سلاست نہیں پائی جاتی ہے بلکہ عربی و فارسی کے ثقیل الفاظ اور غیر مانوس ترکیبیں کی ہر جگہ کثرت سے ملتے ہیں۔ اسکی وجہ صاف ہے زبان ابھی ابتدائی منازل طے کر رہی ہے۔ تاہم آپ کی نثر، نظم کے مقابلے میں کافی ترقی نظر آتی ہے۔ قدرے پاکیزگی اور صفائی آچکی ہے۔ حضرت امینؒ کا کلام ادبی حیثیت سے نہ سہی لسانی حیثیت سے قابل قدر ہے۔ آپ کی تصانیف کتبخانہ جامعہ عثمانیہ، سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہیں۔

حضرت حسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امین الدین علیؒ کے فیوض و برکات میں سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت موصوف کی ہمنشینی اور صحبت سے اچھے اچھے شاعر اور مصنف پیدا ہوے۔ حضرت امین صاحب خود بھی ایک بہترین شاعر اور مصنف تھے۔ یہی چیز ان کے مریدوں میں بھی کافی سرایت کر گئی۔ اور یہ حضرت نے بھی تصنیف و تالیف کی روش اختیار کی جس سے اردو کو وسعت نصیب ہوی۔ سید حسینی شاہ صاحب حضرت امین الدینؒ کے مرید تھے۔ آپ کا اسم گرامی سید میراں حسینی شاہ ہے اور لقب خدا نما۔ آپ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دورِ حکومت میں شاہی ملازم تھے۔ چنانچہ سرکاری دورہ پہ بیجاپور تشریف لے گئے۔ حسن اتفاق وہاں آپ کی ملاقات حضرت امین الدین سے

ہوی اور آپ وہیں حضرت امینؒ کی خدمت میں رہنے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں کامل صوفی بن گئے اور حضرت کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے۔

اب سید میراں وہ شاہی ملازم تھے۔ حضرت امینؒ کے فیض باطنی سے آپ کی زندگی اور خیالات میں عظیم انقلاب آچکا تھا۔ چنانچہ حیدرآباد فروکش ہونے کے بعد سرکاری ملازمت کو ٹھکرادی اور رشد و ہدایت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ اور تادم زیست خلق خدا کو خالق کی معرفت سے روشناس کراتے رہے۔ ۱۰۷۸ھ میں آپ کی روح پُرفتوح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ شہر حیدرآباد میں آپ کا مزار شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت میراں صاحبؒ کا اشہب قلم میدان نظم و نثر دونوں میں رواں دواں ہے۔ آپ کی شاعری کا پیمانہ بھی تصوف سے لبریز ہے۔ نظم میں آپ کی کتاب "بشارت الانوار" ہے۔ آپکا سرمایہ شعر، نظم، مثنوی، غزل پر مشتمل ہے۔ نثر میں بھی آپ کئی رسالوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی بہترین نثری تخلیق "شرح تمہید ہمدانی" ہے جو عربی زبان میں تصوف کی بہترین کتاب "تمہیدات عین القضات" کا ترجمہ ہے۔

نمونۂ شعر

بندہ کہوں تو شرک کتے حق کہوں تو کفر
بولو تو از برائے خدا کس رضا اچھوں
ناداں کے طعن ستے عارف کوں کیا خطر
نامحرموں کوں بولتا بے دغدغا اچھوں

سب شئی میں ہست اس کا ناکے ہے قصد کس کا
جوں دود میں ہے مکانت ہست رہ توں میراں

نمونۂ نثر

اگر عشق خالق نداری بارے
عشق مخلوقے مہیا کن۔ اس کا معنا خدا کی پچھانت کا بل نہیں تو اپنی پچھانت کر۔ سوائے بات یوں ہے کہ آفتاب کا ذات نوازنہارا ہے اور اس کا اجالا جالنہارا ہے یعنی دوست سو نوازنہارا ہور خوبیاں دینہارا۔

آپ کی نثر، نظم کے مقابلے میں قدرے صاف نظر آرہی ہے لیکن ادبی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔

حضرت بحریؒ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی محمود تھا۔ آپ کے والد قاضی بحرالدین ہیں۔ اسی مناسبت سے حضرت محمود نے بحری تخلص اختیار کیا۔ آپ کے والد ماجد ایک زبردست عالم اور پیر طریقت گذرے ہیں۔ حضرت بحریؒ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپکا وطن گوگی ہے، جو ضلع گلبرگہ کا ایک قصبہ ہے۔ حضرت بحری کی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہ ہوسکی۔ بعض تذکرہ نویس ۱۰۴۲ھ کے قریب قرار دیتے ہیں لیکن نصیر الدین ہاشمی کا قیاس درست معلوم ہوتا ہے۔ موصوف ۱۰۳۰ھ قرار دینا بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت بحری ایک سو سال قید حیات میں رہے۔ آپ علم شریعت کے ساتھ تصوف و عرفان میں

بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو زبردست اور باکمال بزرگوں کی صحبت میسر آئی۔ جن کے فیضانِ صحبت سے حضرت بحریؒ کی زندگی بھی عارفانہ رنگ اختیار کی۔ آپ کو دو تین سلسلوں سے خرقۂ خلافت و بیعت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے سلسلہ قادریہ کے بزرگ حضرت شاہ باقرؒ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور خلافت نامہ حاصل کیا۔ ان کے علاوہ اپنے ہی والد ماجد کے ہاتھوں پر بیعت کی اور سند خلافت و اجازت حاصل کی۔ یہ سلسلۂ چشتیہ ہے۔ ان دو رشتوں سے حضرت بحری قادری و چشتی ہیں۔

بیجاپور کے آخری فرماں روا سکندر عادل شاہ ان کا بڑا معتقد تھا۔ تحائف کے علاوہ جاگیر بھی مرحمت فرمائی تھی۔ عالمگیر کے فتح بیجاپور کے چند سال پہلے بیجاپور سے حیدرآباد روانہ ہوئے۔ پھر اپنے وطن "گوگی" آکر گوشہ نشین ہو گئے۔ عالمگیر سے یہیں ملاقات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عالمگیر کو باور کرا دیا تھا کہ بحری بھنگ پیتے ہیں۔ عالمگیر حاضر ہوا تو انہوں نے قصداً بھنگ کا پیالہ منگوایا۔ عالمگیر نے اس کو دیکھا کہ وہ دراصل دودھ ہو گیا ہے۔ انہوں نے عالمگیر کی مدح بھی کی۔ (مقدمہ من لگن مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی)

حضرت بحریؒ ایک سو سال کی عمر پانے کے بعد گلزار ہست و بود سے راہ گذار عالم بقا ہو گئے۔ کرناٹک کے قصبہ "گوگی" جو آپ کا وطن بھی ہے وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت بحری کا انتقال ۱۱۳۰ھ میں ہوا۔ قطعۂ تاریخ کا آخری شعر ہے

گوش کردم ندائے رحلت او
داخل مجلس رسول اللہ

حضرت بحریؒ نے خوب شعر کہا ہے لیکن افسوس آپ کی تصانیف ضائع ہو گئیں۔ نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف کا بڑا ذخیرہ راستہ میں چوروں نے لوٹ لیا جن میں مال و متاع کے ساتھ تمام کلام جو دکھنی اور فارسی پر مشتمل تھا پچاس ہزار شعر تھے تلف ہو گئے۔

حضرت بحریؒ کو شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا بے حساب اشعار آپ کی نوکِ قلم سے وجود پذیر ہوئے۔ آپ کی شاعری دو مختلف چیزوں کی حامل ہے۔ ابتدا میں ایک عرصہ تک حضرت بحری رند مشرب رہے ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

چالیس برس بھی تھی مستی
یوں عشق ہوا شاہداں پرستی

افسوس آپ کا شعری ذخیرہ دستبرد زمانہ ہو کر تلف ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت آپ کی شاعری ساغر و مینا صہبا و ساقی، گل و بلبل کا دفتر رہی ہو گی۔ لیکن بعد میں حضرت بحری کی زندگی میں تحیر خیز تبدیلی رونما ہوئی۔ اور آپ رند مشرب سے صاحب شریعت و طریقت بن گئے مذاقِ سخن کی اس اہم تبدیلی پر آپ کی شاعری کو دو دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اردو کے اس مایہ ناز اور بیدار نغز گو شاعر کی یادگار ایک کلیات ہے جس کو ڈاکٹر حفیظ سید نے مرتب کیا ہے۔ اس کے علاوہ دو مثنویاں بھی ہیں۔ ایک "من لگن" ہے جو انجمن ترقی اردو کراچی کی جانب سے

جناب سخاوت مرزا نے مرتب کیا ہے۔ دوسری مثنوی "بھنگ نامہ" ہے جو ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ کتب خانہ سالار جنگ وادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں موجود ہے۔

نمونۂ شعر

چال کرآئی چنچل اس چال ہور چھب کوں سلام
پٹ پٹاتے لب ہو راس کے مطلب کوں سلام

— x —

پنیا ہے مل شراب قیباں سوں رات دن
گر محبت دھرے تو کہو کس سوں بولنا

— x —

مرثیہ

گلزار گلستاں بنے غم تے ہو چاک چاک
روتا ہے ہر شجر نہ کہ شبنم تے غم ہوا
دل جل کے راکھ کیوں نہ ہوا چھن کے بن بنے
جنوں کہ چار غم کی اگن کا اگم ہوا
بحری مدام شاہ کے ماتم ہیں یو گلے
جوں چاند آسماں پہ گل گل کے کم ہوا

مثنوی

او سب ہور واحد کیا
اور عارف ہور شاہد کیا
یوں دونوں کیوں مٹ جانا
نور اس کے اگل پانا

حضرت بحریؒ نے غزل، مثنوی، مرثیہ تینوں اصناف سخن میں شعر کہا ہے۔ آپ کے مراثی تاریخی حیثیت کے حامل ہیں، حضرت موصوف نے مراثی میں غم کی سچی تصویریں کھینچی ہیں جو دوسرے ہمعصر شعراء میں قریباً ناپید ہے سوز و گداز سے مراثی بھرپور ہیں۔ اگر قدیم دکھنی الفاظ کو آپ کے کلام سے نکال دیا جائے تو کلام میں بے حد صفائی اور سلاست محسوس ہوگی اور غم و الم کا احساس بھی ہوگا۔ صرف غیر مانوس اور دکھنی الفاظ آکر مفہوم کو سمجھنے اور لذت حاصل کرنے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

حضرت محویؒ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی سید شاہ ابوالحسن قادری ہے اور آپ حضرت محویؒ سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؒ علیہ الرحمہ ہیں جو اردو کے بہترین شاعر اور مصنف گذرے ہیں (جن کا تذکرہ گذشتہ قسط میں ہو چکا ہے) آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سکینہ بی بی بنت عبدالعلی بیجاپوری ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ر شعبان ۱۱۸۶ھ کو دوشنبہ کے روز ہوئی تحصیل علم کا ذوق عہد طفولیت ہی سے دامنگیر رہا۔ اسی شوق نے سفر مدراس پہ آمادہ کیا۔ چنانچہ آپ مدراس میں کل بارہ 12 سال رہائش پذیر رہے اور جملہ علوم و فنون میں مختلف اساتذۂ روزگار سے کامل دستگاہ حاصل کی۔ مدراس سے واپس ہو کر آپ اپنے وطن ویلور تشریف لائے اور یہی آخر دم تک مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کرتے رہے۔

حضرت محویؒ کو اسلامیات کے اندر خوب

درک حاصل تھا۔ اور علم طب میں بھی ملکہ رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ صرف مریض کو دیکھ کر بھانپ لیتے اور دوا تشخیص فرماتے تھے۔ ان تمام باتوں سے بڑھکر آپ علوم حقائق و معارف کے زبردست محرم راز تھے۔ آپ کی ساری زندگی تصوف و عرفان کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اکثر اوقات آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہا کرتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود خدمتِ خلق میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔

حضرت محویؔ بڑے پایہ کے بزرگ کامل صوفی، بلند پایہ مصنف خوش بیان شاعر گذرے ہیں۔ عربی و فارسی ادب پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔ چنانچہ آپ کی تصانیف اس دعوی کی مظہر ہیں۔

حضرت عبدالحی چنگوری خلیفہ حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ مصنف "مطلع النور" و "جنان السیر" کے یہ اشعار جو موصوف نے حضرت محویؔ کے علم و فضل کے متعلق لکھا ہے آپ کی شخصیت کی من وعن تفسیر ہے۔

اختر اوج عزت و اجلال — گوہر بحر علم و فضل و کمال
رہنمائے سالک تلویں — مسند آرائے درجۂ تمکیں
راز دان رہ عروج و نزول — عارج نردبانِ قرب وصول
صاحب کشف و جذبۂ عرفاں — شرف عارفین و قطب زماں
ذوالفضائل کریم ابن کریم — صاحب جود و بحر فیض عمیم
گنج سرمایۂ خدا دانی
جس کو کہتے ہیں بوالحسن ثانی

حضرت محویؔ ۲۶ رجمادی الاخری ۱۲۴۳ھ دوشنبہ کو راہی ملک بقا ہوگئے۔ آپ کا مزار شریف اپنے خاندانی گنبد کے اندر جد امجد کے پہلو میں ہے۔ اس روح پرور اور دیدہ زیب قبہ کی دیوار پر یہ حسرتناک قطعۂ تاریخ چسپاں ہے۔

شد از طاق رخصت رواں بوالحسن
پئے سیر در روضۂ جاوداں
در آمد بمغرب سر آفتاب
چہ گویم سنش غاب قطب الزماں
۱۲۴۳ھ

حضرت محویؔ اردو زبان کے بہترین شاعر اور مصنف تھے۔ آپ کو شعر گوئی پر کامل قدرت تھی لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اردو کے اس قابل فخر شاعر اور نثر نگار کا کلام گوشۂ گمنامی میں پڑا ہے۔ صرف چند غزلیں آپ کی یادگار رہ گئی ہیں جو عارفانہ رنگ میں کہی گئی ہیں۔ آپ نے نثر میں بھی رسالے لکھا ہے جو مسائل تصوف سے بھرپور ہیں۔ حضرت محویؔ کی نثر نگاری کی یہ خصوصیت ہے کہ دقیق سے دقیق اور پیچیدہ مسائل کو بھی آپ نے اس عمدگی سے سلجھایا ہے کہ قلم تعریف سے قاصر ہے۔ بالخصوص ایسی زبان میں علمی مسائل کی موشگافیاں جس کا دامن تنگ ہو، یہ کارنامہ بے حد قابل تعریف ہے۔

ادیب خاور رائچوٹی صاحب آپکی فارسی نثر نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ یہی حال آپ کی دکنی نثر کا ہے۔ ادق سے ادق مسئلہ کو نہایت ہی عمدہ

پیرایہ اور سلجھی ہوئی غیر مغلق عبارت میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ کا پلاٹ تھوڑے غور و فکر کے بعد قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے ۔

حضرت محوی علیہ الرحمہ کا شعری ذخیرہ پردۂ خفا میں ہے۔ البتہ نثر میں آپ کے کئی ایک قلمی رسالے دستیاب ہو چکے ہیں۔ اور وہ تمام کتب خانہ دار العلوم لطیفیہ میں محفوظ ہیں۔ چند رسالوں کے نام درج ذیل ہیں۔ حضرت محوی پر تحقیق جاری ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ آپ کا منظوم کلام نشاط نظر بنے۔ نثر میں بھی ان ہی رسالوں پر اختتام کی مہر نہیں لگائی جا سکتی ہے۔ امکان ہے حضرت موصوف کا مزید نثری کلام ہاتھ آجائے۔

رسالہ در اسمائے ربوبیت الٰہی
از سید ابو الحسن ثانی محوی

تفصیل المراتب فی اطوار المراتب
از سید ابو الحسن ثانی محوی

رسالۂ ذکر ... از سید ابو الحسن ثانی محوی

رسالہ در ذکر وجود از سید ابو الحسن ثانی محوی

رسالہ اسم اللہ از سید ابو الحسن ثانی محوی

رسالہ در بیان عالم ارواح
از سید ابو الحسن ثانی محوی

نمونۂ نثر: اے بھائی صوفیہ کی نزدیک مراقبہ کا معنا لحاظ رکھنا حق کا ہے بیچ حرکات و سکنات کے، اور مراقبہ اول مرتبہ ہے۔ مراتب احسان میں کس واسطے کی جب بندہ عبادت کرتا ہے حق کی اعتقاد رکھتا ہوا حق دیکھتا ہے اپنے کوں اس وقت میں او مراقبہ ہے اس کرم کے نزدیک و رہی حالت آئین ہے۔ [1]

[1] تفصیل المراتب فی اطوار المراقب

رسالۂ ذکر کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

صوفیہ کرام کے نزدیک ذکر او پر چھ مرتبوں کے ہیں۔ اول مرتبہ ذکر زبان کا، اسے ذکر اللسان بولتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ ذکر دل کا، اسے ذکر القلب بولتے ہیں۔ تیسرا مرتبہ ذکر جان کا، اسے ذکر الروح بولتے ہیں۔ یہ تین مرتبوں کے ذکر کوں ذکر العبد للہ بولتے ہیں یعنی بندہ کرتا ہے ذکر اللہ کے"۔

حضرت محوی کی نثر کی صفائی، سلاست اور روانی کا کیا کہنا صرف موجودہ رسم الخط میں لکھ دیا جائے تو آج کی نثر کے ساتھ آنکھ ملا سکتی ہے۔ حضرت محوی کی نثر اتنی ترقی یافتہ ہے کہ اس کو بجا طور پر ادبی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ راقم کی نظر سے حضرت محوی کے قلمی رسائل گذرے۔ کئی ایک ایسے مقامات آتے رہے جہاں عقل یہ فتویٰ دے رہی تھی کہ اس شستہ اور صاف زبان کو قدیم دکھنی اردو کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں۔ حضرت محوی کی اس نثر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی نظم کتنی شستہ اور شگفتہ ہوگی۔ اہل ادب سے یہ بات مخفی نہیں کہ نثر نظم کے مقابلے میں بہت بعد ترقی کی۔ اس لحاظ سے جب آپ کی نثر کا یہ عالم ہے تو نظم کا عالم کیا ہوگا۔

حاصل کلام مختلف دور سے چند صوفیائے کرام کی اردو خدمات پیش کر دی گئی ہیں، انشاء اللہ بقیہ آئندہ۔

اسلام اور سائنس

از — عائشہ عبید روبین
زینۃ خانم
د — بیگم شمس
منصوری
اشفع بیجاپور
متعلم
دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور
(وادیب فاضل مدراس یونیورسٹی)

یہ بات مسلم ہے کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب واقع ہوا ہے۔ جہاں اس کے بنیادی اصول نہایت اہمیت کے حامل ہیں وہاں وہ اور زاویوں سے بھی ایک عام انسان کیلئے بہترین نظام حیات ہیں۔

پہلے پہل عباسیوں کے دَور میں اسلام کو متکلمین سے واسطہ پڑا اور فلسفہ کو اسلام کا مخالف بنا کر اٹھایا گیا۔ مگر علمائے سلف نے اپنی غیر معمولی ذہانتِ علمی سے فلسفہ کو اسلام کے موافق بنا گئے اور پھر کسی قسم کے تعریض کی گنجائش نہ چھوڑی اور رفتہ رفتہ فلسفہ کے تمام مسائل حل ہو گئے۔ اور سترھویں صدی کے بعد یعنی یوروپ کی نشأۃ ثانیہ کے بعد جب یوروپ نے اپنے مذہبی لبادہ کو اُتار کر پھینک دیا اور سائنسی میدان میں اُتر گیا تو اس دَور میں سائنس کو مذاہبِ عالم کا حریف تصور کیا جانے لگا۔ اور تقریباً ہر دَور میں سائنس کو مذہب کا حریف سمجھا گیا بعض تنگ نظر حضرات اب بھی سائنس کو اسلام کا مخالف سمجھتے ہیں۔ اور نئے نئے سائنسی تحقیقات اور انکشافات کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آج جو یوروپی ممالک میں اسلامی اصولوں کی سائنسی ریسیرچ ہو رہی ہے اور ہر جگہ صرف اسی مقصد کے خاطر لیبراٹریز کا قیام عمل پذیر ہو رہا ہے، جن سے آئے دن اسلامی اصولوں کی تصدیق سائنسی تحقیق کی روشنی میں کی جا رہی ہے جو اس نے چودہ سو سال قبل دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔ جس سے ایکطرف تو اسلام کی حقانیت واضح تر ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف وہ افادی عقدے حل ہوتے جا رہے ہیں جو عام لوگوں سے پوشیدہ تھے۔

آج کے دَور میں سب سے زیادہ مشکل اور اہم بات یہ ہے کہ مغرب پرست اور جدید طبقے کے لوگ مذہب سے منسلک رہنے میں بوسیدگی اور قدامت پسندی، محسوس کرتے ہیں۔ اور جدید طبقے کے لوگ تو یہ کہنے سے گریز نہیں کرتے کہ "مذہب میں وہی قدیم باتوں اور بوسیدہ خیالات کے علاوہ رکھا کیا ہے"۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اپنی معلومات کے دائرے کو وسیع نہیں کرتے۔ یہ لوگ سائنس کو اور جدید تعلیم کو مذہب کا حریف تصور کرتے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ سائنس کو متعصبانہ نظر سے نہیں بلکہ اس کو اسلامی اصول اور قرآن و احادیث نبویؐ کی روشنی میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جائیگی کہ آج سائنس اپنی تحقیق و جستجو کے بعد تقریباً وہی باتیں دنیا کے

سامنے پیش کر رہی ہے جس کو اسلام صدیوں قبل بتا دیا ہے۔ یہ بات اور ہے کہ یہ افادی پہلو تحقیق کی روشنی میں عام لوگوں کے سامنے نہ آسکے، مگر آج جب تحقیقی روشنی میں ان اصولوں کی تصدیق ہوتی ہے تو ان اصولوں میں تقدس کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔

بہر کیف اسلام کی ہمہ گیری دیکھیئے، جہاں اسکے بنیادی اصول عقائد، احکامات الٰہی اور سُنن نبویؐ ایک مسلمان کے لئے عملی حیثیت سے ضروری ہیں، وہاں وہ اور پہلوؤں سے بھی ایک عام انسان کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہیں۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے سترھویں صدی سے قبل یعنی یوروپ کی نشاۃ ثانیہ کے قبل یوروپ میں عام طور پر غسل کو گناہ تصور کیا جاتا تھا۔ نہ ان کے مذہب میں غسل کے حرام ہونے کی کوئی دلیل تھی اور نہ ہی اس کے تحریم کا کوئی فلسفہ۔ بلکہ گردش دور کے ساتھ ان کے معاشرے میں عجیب و غریب عقائد کا رواج ہوتا رہا جس میں یہ عقیدہ بھی بڑی سختی کے ساتھ رائج ہو گیا کہ وہ لوگ غسل کرنے کو گناہ تصور کرنے لگے۔ اور غسل کرنے والے کو اپنے سماج سے اور اپنی برادری سے خارج کرنے لگے۔ بر خلاف اس کے اسلام غسل کو نہایت ہی اہمیت کا حامل بتاتا ہے۔ اور محتلم کے لئے غسل کو واجب قرار دیتا ہے اور جمعہ اور عیدین کے غسل کو سنت قرار دیتا ہے اور گذشتہ دور میں سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا کہ غسل صحت کا کفیل ہے جس سے جلدی امراض دفع ہو جاتے ہیں اور دیگر متعدی امراض کا بھی انسداد ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اسلام روزے کا حکم دیتا ہے تو اس میں بھی کئی افادی پہلو پوشیدہ ہیں۔ یوں تو تقریباً اکثر ادیان عالم میں روزے کا رواج رہا۔ مگر اس کی عملی صورتیں علیحدہ علیحدہ رہیں لیکن اسلام نے جو عملی صورت پیش کی وہ مکمل ضابطہ یا اصول کے تحت ایک بہترین طبی نقطہ ہے جس کا اعتراف ڈاکٹر کر چکے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے معدے کی خرابیاں دور ہوتی ہیں، اور اس کی صحت ہمیشہ بہتر رہتی ہے اور اس کے خون کے اجزا خراب ہونے سے مبرا ہوتے ہیں۔

ایک سائنس دان کا کہنا ہے کہ جس طرح انسان کے اور اعضا کے لئے آرام ضروری ہے، اسی طرح معدے کیلئے بھی ایک مدت تک آرام کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور سائنٹفک اصولوں کے تحت ایک مدت متعین کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہر تیرہ ۱۳ روز کے بعد ایک دن معدہ کو ضرور آرام پہنچانا چاہئیے یعنی خالی رکھنا چاہئیے۔ مذکورہ بالا قول کے مطابق ایک سال میں (تیرہ روز کے بعد ایک روز کے حساب سے) تیس ۳۰ دن ہوتے ہیں یعنی مکمل ایک مہینہ ہوتا ہے۔

اسی طرح اسلام شراب کو حرام قرار دیتا ہے اور اسکی سخت ممانعت کرتا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام قرار دیکر اس کے

پینے کی ممانعت کر دی تو اسی وقت مدینۂ منورہ میں شراب گھروں کے باہر لاکر پھینک دی گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ شہر کی گلیوں میں شراب اس طرح بہہ گئی جیسے کہ پانی بہتا ہے۔ اور اس کی بدبو کئی دن تک شہر میں باقی رہی۔ بہرکیف یہ حکم بھی کچھ یوں ہی بے معنی نہ تھا۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑا افادی نقطہ پوشیدہ تھا۔ ورنہ شراب کے بعض فوائد بھی تھے جن کا اعتراف اسلام بھی کرتا ہے لیکن فوائد کی قلت پر نقصانات کی کثرت غلبہ پا جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے شراب کو حرام قرار دیا۔ یوں تو کسی مذہب کا بھی آدمی جو مہذب اور نیک ہو شراب کو اچھی چیز تصور نہیں کرتا لیکن اسلام سے قبل کسی بھی مذہب نے شراب کو حرام قرار نہیں دیا۔

آج سائنس کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شراب ایک ضرر رساں چیز ہے کیونکہ انسان کے دو دماغ ہوتے ہیں، ایک تو بڑا دماغ جس کا کام غور و فکر وغیرہ ہوتا ہے اور دوسرا چھوٹا دماغ ہوتا ہے جو بڑے دماغ کے کچھ نیچے واقع ہوتا ہے اور جس کا کام جسمانی اعضاء پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے اور شراب پینے کی وجہ سے چھوٹا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے، اور اعضاء پر سے اپنا کنٹرول کھو دیتا ہے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ شرابی بے ساختہ ادھر ادھر لڑکھڑاتا رہتا ہے اور یہاں تک کہ زبان بھی اس کے قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور شراب نوشی کے وجہ سے ایک تو وہ خود ایک نقصان عظیم کا حامل بن جاتا ہے اور پھر اسکی لڑکھڑاہٹ اور بے لگام زبان اوروں کو بھی گزند پہنچاتی ہے۔ اسی طرح اسلام خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیتا ہے اور سختی کے ساتھ اس کے استعمال کی ممانعت کرتا ہے۔ آج تک دنیا صرف اتنا جانتی آئی تھی کہ خنزیر کے گوشت میں طاقت کے اجزاء زیادہ پائے جاتے ہیں بہ نسبت اور جانوروں کے گوشت کے۔ اسی لئے عیسائی قوم بڑے ذوق و شوق سے خنزیر کا گوشت کھاتی ہے لیکن حال ہی میں اسکی سائنٹفک تحقیق نے یہ بات واضح کر دی کہ خنزیر کے گوشت میں طاقت کے اجزاء کے علاوہ ایک قسم کے مہلک جراثیم بھی پائے جاتے ہیں۔ جو انسان کو کمزور کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ خنزیر کے گوشت کے استعمال سے ایک قسم کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جنکو انگریزی میں (Tape Worme) کہتے ہیں اور جن کا سائنٹفک نام Teania Solium ہے اور اسکے جسم کے تین حصے ہوتے ہیں۔ اوپری حصہ اس کا منہ اور سر ہوتا ہے اور سر میں دو نوک دار کانٹے ہوتے ہیں، جن کو وہ رگوں میں پیوست کر دیتا ہے، اور دوسرا اور تیسرا حصہ اس کا پیٹ ہوتا ہے، ایک Tape Worme مذکر اور مؤنث دونوں بھی ہوتا ہے۔ اور اگر ایک کیڑا بھی جسم میں داخل ہو جائے تو وہ ہزاروں کی تعداد میں جراثیم پیدا کر سکتا ہے۔ بہرکیف جب انسان خنزیر کا گوشت کھاتا ہے تو Tape Worme اس کے معدے میں جنم لیتا ہے اور شریانوں میں سے گذرتے ہوئے اس رگ کے اس دہانے پر اپنے نوک دار کانٹے پیوست کرتا ہے جہاں سے غذائی مادہ ہاضمہ کے بعد

خون بننے کے لئے نکلتا ہے اور وہ عین اس موڑ پر اس مادہ کو کھالیتا ہے، تو خون میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس طرح سے انسان کمزور ہو جاتا ہے، اور جب یہ جراثیم انڈے دیتے ہیں تو وہ سیدھے انسانی معدے میں چلے جاتے ہیں اور پھر فضلہ کے ساتھ باہر آجاتے ہیں اور جب فضلہ کو خنزیر کھالیتا ہے تو وہ انڈے اس میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور اس کو جب کاٹ کر پکا کر کھایا جاتا ہے تو وہ پھر انسانی معدہ میں آجاتے ہیں۔ ان جراثیم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ پکنے کے باوجود خراب نہیں ہوتے، بلکہ پکنے کی گرمی اور انسانی گرمی سے اس میں سے بچے نکلتے ہیں، اور پھر ہزاروں کی تعداد میں پھیل جاتے ہیں اور انسان کو کمزور کر دیتے ہیں۔

اسلام میں ختنہ کرنا سنت ہے اور جس پر عمل صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ یوں تو یہ سنتِ ابراہیمی ہے لیکن قبل از اسلام یہ چیز مفقود سی ہو گئی تھی۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنت کو پھر سے زندہ کیا۔ کیونکہ یہ اپنے اندر بہت افادیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جس زائد چمڑے کو کاٹا جاتا ہے اگر وہ نہ کاٹا جائے تو لازمی طور پر پیشاب کے چند قطرے یا رطوبت اس میں باقی رہیگی اور جسکی وجہ سے ایک خاص قسم کے جراثیم اس حصہ میں جنم لیتے ہیں اور پھر اسی راہ سے وہ انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور انسان ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

عقیدۂ قیامت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور قرآن کریم میں توحید و رسالت کے بعد عقیدۂ قیامت اور روزِ جزا کے اثبات پر جتنا زور دیا گیا ہے، اتنا شاید کسی بات پر زور نہیں دیا گیا ہے اور اس عقیدہ کا استحضار نہایت ضروری اور اہم ہے کیونکہ دنیا سے برائیوں کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جبتک لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا اور خوفِ آخرت نہ سما جائے اور یہ خوفِ خدا ہی ہے جو ایک انسان کو رات کی تاریکی میں بھی ارتکاب گناہ سے باز رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہمیں اس عقیدہ کے استحضار پر بار بار زور دیتا ہے تاکہ دنیا سے برائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی عقیدہ کے اثبات میں قرآن کریم کی بیان کردہ ایک آیت کی تصدیق میں ماڈرن سائنس کی ایک جدید تحقیق ملاحظہ ہو جو اس آیت اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَالنُّجُومُ انْكَدَرَتْ کی حیرت انگیز طور پر تصدیق و تائید کرتی ہے۔ یعنی جب سورج بے نور ہو جائیگا۔ اور ستارے پراگندہ ہو جائیں گے۔ یہاں سورج کے لئے كُوِّرَتْ کا لفظ لایا گیا جس کے معنی کسی چیز کے بیٹھنے، یا بے نور ہو جانے کے ہیں لیکن سورج کی بے نوری یا خاتمہ کی اصل حقیقت موجودہ سائنٹیفک دور سے قبل مستور رہی چنانچہ سائنس نے جدید تحقیقات کے بعد یہ بات واضح کر دی کہ سورج اور دیگر ستاروں میں جو روشنی اور حرارت پائی جاتی ہے، اس زبردست حرارت و تپش میں ہائیڈروجن گیس جل جل کر ہیلیم گیس میں مسلسل تبدیل ہوتی آرہی ہے، اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ سورج میں کی تمام ہائیڈروجن گیس جل جل کر ختم ہو جائے گی اور سورج ایک بے جان

جسم کے مانند ایک طرف کو لڑھک جائے گا۔ اور جدید تحقیقات سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سکنڈ میں سورج کے وزن میں دو ملین یعنی بیس لاکھ ٹن کی کمی واقع ہو رہی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ چوبیس گھنٹوں میں پونے دو کھرب ٹن کی کمی واقع ہو رہی ہے۔ اس لحاظ سے ایک ایک دن اس کا سارا ایٹمی ایندھن اور ساری توانائی کا خاتمہ لازمی ہے اور پھر قرآنی بیان کے مطابق وہ بے نور ہو جائے گا۔

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جب ستارے پراگندہ ہو جائینگے۔ سائنس دانوں اور ماہر فلکیات کا یہ کہنا ہے کہ یہ تمام اجرام یعنی ستارے اور سیارے آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور پاش پاش ہو جائیں گے۔ اور ساری کائنات تباہ و برباد ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ تمام ستارے اپنی قوتِ کشش کے ذریعہ خلاء میں گردش لگاتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی بھی ستارا اپنی راہ سے ہٹ کر دوسرے ستاروں سے صرف رگڑتا ہوا گذرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں چنگاری نکلتی ہے۔ جس کو اکثر رات کے وقت میں دیکھا جا سکتا ہے اور لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ ستارا ٹوٹ کر گر گیا۔ بہر کیف سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ یہ تمام ستارے اپنی قوت کشش اور توانائی کھو دیں گے اور آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے اور اس سلسلہ میں امریکی سائنس دان جارج گیمو نے اپنی کتاب " The birth and death of the Sun " میں نہایت تحقیق کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ بہر حال سورج اور ستاروں کا اختتام دنیا کے اختتام کا دیباچہ ہے جس کو قرآن صدیوں قبل ہی بتا دیا ہے۔

اسی طرح آب زمزم کی اہمیت اور تقدیس جسکو اسلام صدیوں قبل دنیا کے سامنے پیش کر چکا تھا، لیکن لوگ آب زمزم کو صرف مذہبی تقدس کے رنگ میں دیکھتے آ رہے تھے۔ جب ڈاکٹروں نے تحلیلی آلات سے اسکی جانچ پڑتال کی اور اسکی اہمیت کو واضح کر دیا تو مذہبی تقدس کے رنگ کے علاوہ طبی اہمیت کا رنگ بھی چڑھ گیا۔

جدید تحقیق نے ثابت کر دیا کہ آب زمزم میں چند معدنی اجزاء پائے جاتے ہیں جن کے استعمال سے متعدد بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ اور بھوک اور پیاس بھی مٹ جاتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، زمزم کا پانی خوراک ہے شکم سیری کے لئے اور شفا ہے بیماری کے لئے اور ایک دوسری جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں، زمزم جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے وہ مقصد پورا ہوتا ہے اگر تم شفا کی نیت سے پیوگے تو اللہ تمہیں شفا بخشیگا اور اگر بھوک مٹانے کی غرض سے پیوگے تو اللہ تمہاری بھوک مٹائے گا اور اگر پیاس بجھانے کی غرض سے پیوگے تو اللہ تمہاری پیاس بجھائے گا۔ اور ایک جگہ اس پانی کی فضیلت میں اس طرح فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ اور زمزم کا پانی دونوں انسانی شکم میں جمع نہیں ہو سکتے۔

آب زمزم مذہبی تقدس کے روپ میں بھی اور ایک طبی نقطۂ نظر سے بھی سراپا رحمت ہے۔ حال ہی میں مصری ڈاکٹروں کی ایک جماعت تحلیلی آلات سے

آبِ زمزم کی تحقیق کر کے یہ انکشاف کر چکی ہے کہ آبِ زمزم میں مندرجۂ ذیل معدنیات پائے جاتے ہیں :-

میگنیشیم سلفیٹ ۔ سوڈیم سلفیٹ ۔ سوڈیم کلورائیڈ کیلشیم کاربونیٹ ۔ پوٹاشیم نائٹریٹ ۔ اور ہائیڈروجن سلفر وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک معدن اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا ہے یعنی کوئی ناتوانائی کو دُور کرتا ہے، اور کوئی پیاس کو مٹاتا ہے اور کوئی بھوک کو کم کرتا ہے اور کوئی تھکن کو دُور کرتا ہے اور کوئی اعضا کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، اور کوئی دمّے کی بیماری کو دُور کرتا ہے۔ الغرض ان کے بہت سے خواص ہیں، بہر حال اس مختصر سے بیان سے قارئین کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مزید صداقت محسوس ہوی ہوگی کہ زمزم ہر اُس مقصد کیلئے ہے جس کیلئے پیا جائے ۔

بہر کیف خدائے تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ ضلالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں بھٹکی ہوی انسانیت کی ہدایت کے خاطر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بھٹکی ہوی مخلوق کو راہِ راست پہ لایا اور ان کی دُنیا بھی سنواری اور آخرت کو بھی تابناک کیا اور دنیوی زندگی کے لئے ایک مکمل نظام حیات پیش کیا جس پہ عمل پیرا ہو کر انسان دنیا میں بھی ایک بہترین زندگی گذار سکتا ہے، اور آخرت بھی سنوار سکتا ہے ۔

جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسلامی احکامات اور اصولوں کی جو منفعتیں ہمارے سامنے آئی ہیں وہ حرفِ آخر نہیں ہیں ۔ مُرورِ زمانہ کے ساتھ مزید تحقیقات سے ان کی اور کیا کچھ منفعتیں سامنے آئینگی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ۔

خدائے بزرگ سے دُعا ہے کہ وہ ہم تمام کو نیک توفیق دے اور اسلام کی حقانیت کو سب کے دلوں میں جاگزیں کر دے ۔

آمین ۔ ثم آمین

کیا دولت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے؟

از
شیخ محمد حسین گنڈلوی زمرۂ خامسہ
متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

ہر دور میں مال و زر، دولت و ثروت کو ملک اور قوم کی خوشحالی زندگی کی تعمیر میں ایک اہم اور دنیاوی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ دولت ایک ایسی شئی ہے جسکو جائز طریقے سے حاصل کرنے کی ہر فرد کو کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اسی سے انسان کے خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی امور انجام پاتے ہیں اسکی اہمیت و افادیت کا جائزہ لینے سے قبل اس سوال کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا دولت انسان کیلئے گمراہی کا باعث ہے، اس کا جواب مطلق اثبات میں دیا جا سکتا ہے اور نفی میں کیونکہ دولت بالذات اور بنفسہ انسان کو گمراہ کرنے والی نہیں ہے بلکہ خود انسان چند ایسی چیزیں اختیار کر لیتا ہے جسکی وجہ سے دولت میں ہلاکت خیز وگمراہ کن اور فاسد عناصر جنم لیتے ہیں اور یہ گندی دولت گمراہی کیلئے ذریعہ بن سکتی ہے مثلاً اس کی محبت و الفت میں خدا اور رسول کو فراموش کر دے۔ انسان دولت ہی کو سب کچھ تصور کرلے تو یقیناً ایسی صورت میں دولت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے، اگر برعکس دولت کے ساتھ انسان کے دل میں گندے عناصر جمع نہ ہوں تو وہ دولت صرف فرد کے لئے نہیں بلکہ قوم و ملک کے لئے ایک رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی افادیت کو سامنے رکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا جس شخص کے نزدیک دولت نہیں ہے اس سے خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حاصل کلام دولت بنفسہ خراب اور گمراہ کن چیز نہیں بلکہ اس کا غلط استعمال انسان کو گمراہی کی جانب لیجاتا ہے اور اس کا صحیح اور جائز مصرف خوشنودی رب کا باعث ہوتا ہے مثلاً ایک شخص چند روپیہ کسی حرام اور ناجائز کام پر خرچ کرتا ہے اور دوسرا چند روپیوں سے فقراء اور مساکین کی ضرورتیں پورا کرتا ہے۔ دونوں جگہ دولت کارفرما ہے اور دولت کے اندر حسن اور قبح کی صفت موجود نہیں ہے بلکہ جس جگہ جس محل میں صرف ہو رہی ہو اس جگہ اور مناسبت سے وہی دولت ایک مقام پر ثواب کا باعث ہوتی ہے، تو دوسری جگہ عذاب کا سبب بنجاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

یا ایھا الذین آمنوا لا تلھیکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاولئک ھم الخاسرون یعنے اے مومنو اللہ کے ذکر سے تمہاری دولت اور اولاد غافل نہ کرے اور جو لوگ اللہ کی یاد سے غافل رہیں وہ خسارے میں ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ مال و دولت اور اولاد کی غیر معمولی

محبّت اور اُلفت انسان کو اندھا کر دیتی ہے اور وہ رب سے غافل ہو جاتا ہے۔

ابو بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں، بنی اسرائیل کا ایک شخص بہت مالدار تھا۔ جب مرنے کے قریب ہُوا تو اپنے بیٹوں سے کہا کل مال میرے سامنے جمع کرو۔ گھوڑے اونٹ غلام سونا چاندی وغیرہ یہ سب چیزیں سامنے لائی گئیں۔ ان سب کو دیکھ کر حسرت سے رو رہا تھا اور مال سے کہنے لگا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تو اور تیری مشغولی نے اپنے مولا کی عبادت سے روک دیا اور نہ تو نے اتنی مہلت دی کہ میں چند لمحے یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کروں۔ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی، مال کہنے لگا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے، میری ہی وجہ سے تیری رسائی بڑے بڑے بادشاہوں تک ہوتی تھی اور حسین عورتوں سے لذتیں حاصل کرتا تھا۔ بادشاہوں کی طرح زندگی گذارتا تھا۔ اور مجھے برائی میں خرچ کرتا تھا، میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے برعکس تو مجھے خیر کی جگہوں میں صرف کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اتنے میں ملک الموت آ پہنچا اور کہنے لگا اب رونے اور افسوس کرنے سے کیا فائدہ۔ اب تو تیری جان لیکر جاؤں گا۔ اس شخص نے درخواست کی اگر تھوڑی سی مہلت بھی دے دی جائے تو میں ان تمام چیزوں کو راہِ خدا میں تقسیم کر دوں گا۔ فرشتے نے کہا مہلت کا وقت نہیں ہے۔ کاش کہ یہ بات اگر تو بہت پہلے سوچا ہوتا۔ یہ کہہ کر جان نکال لی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ دو بھوکے بھیڑئیے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتے جس قدر کہ دولت اور اقتدار کی ہوس انسان کے دل میں رخنہ ڈال دیتی ہے۔

ذیل کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صداقت کا کھلا ثبوت ہے کہ مدینہ کے ایک مفلس انصاری جن کا نام حضرت ثعلبہ بن حاطب تھا۔ وہ ہر نماز کو با جماعت ادا کرنے پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ لیکن نماز پڑھتے ہی فوراً گھر لوٹ جاتے تھے، سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام تعجب سے اس منظر کو دیکھتے کہ آخر کیا بات ہے۔ ثعلبہ جماعت ختم ہوتے ہی گھر چلے جاتے ہیں، جیسے مسجد اور گھر کے علاوہ ان کو کسی سے کچھ کام ہی نہیں رہتا۔ آخر ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، ثعلبہ جماعت کے ختم ہوتے ہی فوراً گھر کیوں چلے جاتے ہو۔ ثعلبہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفلسی اور تنگدستی نے یہاں تک مجبور کر رکھا ہے کہ ایک ہی لباس سے ہم میاں اور بیوی نماز پڑھتے ہیں۔ ثعلبہ مفلسی اور تنگدستی سے اُکتا چکے تھے۔ ایک روز بارگاہِ رسالتؐ میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت کے لئے دُعا فرمائیں، خدا کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر وہ مجھے مال دیگا تو ضرور حق والے کا حق ادا کروں گا اور فی سبیل اللہ خرچ کروں گا۔ غیب داں نبی علیہ السلام نے فرمایا ثعلبہ تم خدا کے دئے ہوئے پر صبر کرو۔ یاد رکھو خدا کا بخشا ہوا معمولی رزق بھی دولت کی فراوانی سے بہتر ہے جسے پا کر عموماً انسان اپنے معبودِ حقیقی کو بھی بھول جاتا ہے۔ جب کسی شخص کے بُرے دن آتے ہیں تو عقل پہ

پر دے پڑ جاتے ہیں۔ ثعلبہ دولت کیلئے بار بار اصرار کرتے رہے۔ نبی برحق علیہ السلام نے ثعلبہ سے دریافت کیا کہ دنیا کی دولتوں میں سے زیادہ کس دولت کو پسند کرتے ہو۔ عرض کیا بکریاں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بکریوں میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔ حتیٰ کہ بکریوں کے اندر اتنا اضافہ ہوا کہ مدینہ میں ان کے رہنے کی گنجائش نہ رہی۔ مجبور ہو کر شہر کے میدان میں قیام کرنا پڑا۔ اب انکی نمازوں میں کمی آگئی۔ پانچ وقت کی بجائے دو وقت کی نماز پڑھنے لگے۔ رفتہ رفتہ بکریوں میں اتنا اضافہ ہوتا گیا کہ شہر کا میدان بھی تنگ ہوگیا۔ باہر جنگل میں سکونت اختیار کی۔ کل تک ثعلبہ بن حاطب کو تہی دامنی کا شکوہ تھا اور تنگ دامنی کا گلہ تھا اور نماز پڑھنے کیلئے فرصت نہ ملتی تھی۔ آخر دو وقت کی نمازیں بھی ختم ہوگئیں۔ صرف جمعہ کی نماز باقی رہ گئی تھی۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے صحابۂ کرام سے فرمایا آج کل ثعلبہ بن حاطب نظر نہیں آتے کیا وجہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، دولت کی فراوانی سے مدینہ چھوڑ کر جنگل میں انہوں نے بود وباش اختیار کر لی ہے، صرف جمعہ کو حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ثعلبہ بن حاطب کو دولت کی فراوانی نے دین سے دور کر دیا۔ اسی زمانہ میں زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے صحابۂ کرام کو حکم الٰہی سے آگاہ کیا۔ صرف حکم کا سننا ہی تھا صحابۂ کرام نے مال کا انبار لگا دیا۔ جب زکوٰۃ کے محصلین نے ثعلبہ بن حاطب کو یہ حکم سنایا تو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا

کہ یہ ایک قسم کا تاوان ہے جو مجھے پسند نہیں۔ ثعلبہ کے لئے خداوند قدوس کی طرف سے آزمائش کا وقت تھا۔ لیکن دولت کے نشہ نے دین سے اتنا دور کر دیا کہ ان کو احساس تک نہ رہا، کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

حاصل تحریر اس واقعہ سے ناظرین کرام کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دولت میں کوئی برائی نہ تھی، صرف اسکی غیر معمولی محبت والفت نے مذکورہ صحابی کی زندگی کو کسطرح بدل کر رکھ دیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے، دست بکار دل بیار، دنیا میں رہیں لیکن دنیا کے نہ رہیں اور اسی طرح قارون بھی ایک مشہور دولتمند کی حیثیت سے ہمارے پردۂ ذہن پر ابھرتا ہے، اور وہ اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، وہ اپنے دولت کے نشہ میں معبود حقیقی کو بھول گیا تھا۔ ایسے بے حد واقعات ہیں جب انسان دولت حاصل کرنے کے بعد اسی کے اندر کھو جاتا ہے تو اس کا مال خود اسکی ہلاکت کا باعث بنجاتا ہے اور تاریخ میں ہمیں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن کے پاس کثیر دولت ہونے کے باوجود گمراہ نہیں ہوئے اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہیں برتے۔ دولت کا ہونا بھی ایک اچھی چیز ہے اور یہ خدا کی دی ہوئی عظیم نعمت ہے اور دولت نہ ہوتی تو زکوٰۃ کا مسئلہ پیش نہ آتا۔ حالانکہ قرآن مجید میں متعدد جگہ ارشاد ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ

یعنی نماز کو تم قائم کرو اور زکوٰۃ کو دو، اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں نماز کی فضیلت کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دولت کمائیں لیکن اس کو سب کچھ نہ سمجھ بیٹھیں اور خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو جائز طریقوں میں صرف کریں جس سے ہمارے لئے ثواب مل سکے۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کی پاکیزہ زندگی کا ہم مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپؓ تمام صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ مالدار تھے، اور راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جنگ تبوک کے واسطے ساڑھے چھ سو اونٹ اور پچاس گھوڑے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ چنانچہ آپ کی فیاضی اور دریا دلی پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کا خطاب بخشا۔

عہد صدیقی میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا، ہزاروں آدمی غلّہ نہ ملنے کی وجہ فاقہ کشی پہ مجبور ہو گئے۔ اتفاقاً اس زمانہ میں حضرت عثمان رضؓ کے نزدیک ایک ہزار اونٹ موجود تھے۔ تمام مخلوق خدا میں مفت تقسیم کر دیئے۔ آپ کی پاکیزہ دولت سے قوم و ملک کو فائدہ پہنچتا تھا۔

حضرت بلال رضؓ عرصہ تک امیہ بن خلف کے ہاتھوں بے شمار مصیبتیں اٹھاتے رہے مگر بجز صبر و شکر کے کچھ نہ کیا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضؓ کا گذر اس گلی سے ہوا جہاں امیہ بن خلف کا گھر تھا۔ آپؓ حضرت بلال رضؓ کا حال زار دیکھ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے بلال رضؓ کو دیکھا۔ امیہ انہیں تپتی ہوئی دھوپ میں گرم ریت پہ منہ کے بل گرا کر کانٹوں والی شاخ سے مار رہا ہے جس سے ان کے جسم پہ سینکڑوں زخم ہو جاتے ہیں۔ اور ان سب سے خون بہتا ہے۔ حضورؐ نے حکم دیا اگر تمہارے پاس دولت ہو تو حضرت بلال رضؓ کو خرید لو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے خرید کر آپ کے سامنے ہی آزاد کر دیا۔ یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف دولت ہی کا نتیجہ ہے، ایک ظالم کے ظلم سے حضرت بلال رضؓ کو نجات ملی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ایک جلیل القدر صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یعنی وہ حضرات جن کو دنیا ہی میں حضورؐ نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ابتدا میں بہت ہی غریب آدمی تھے۔ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے آپ کو سعد رضؓ بن ربیع کا بھائی بنا دیا تاکہ سعد رضؓ سے مدد حاصل کر سکیں۔ حضرت سعد بن ربیع نے فرمایا خدائے تعالیٰ نے مجھے بہت مالدار بنایا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میرے مال میں سے آدھا حصہ لے لو۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تمہارے مال کو خدا سلامت رکھے۔ مجھے صرف تجارت کے لئے مدینہ کا بازار بتاؤ۔ آپ نے تجارت کے ذریعہ

اتنی دولت کمائے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم میری امت کے غنی لوگوں میں سے ہو۔ تم خدائے تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔ یہ سن کر آپ سارا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرنے کیلئے گئے۔ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد روانہ کیا اور کہا کہ جبریل علیہ السلام ابھی ابھی پیام لائے تھے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہدو' وہ اپنا مال غریبوں کو تقسیم کریں۔ مہمان نوازی کریں، سائل کی ضرورت پوری کریں۔ اسی وقت آپ نے اپنے مال کا آدھا حصہ صدقہ کر دیا۔ آپ کی کثیر دولت کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مصر کی تجارت سے ایک سو اونٹ سامان سے لدے ہوے آئے۔ وہ تمام کے تمام صدقہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی چالیس ہزار اشرفیاں صدقہ کئے۔ ایک اور موقع پہ پانچ سو اونٹ اور پانچسو گھوڑے جہاد کے لئے دئے اور تیس ہزار غلام آزاد فرمائے۔

الغرض جسطرح علم ایک امانت ہے' قیامت کے دن اس علم والے سے سوال کیا جائے گا کہ تو نے اپنے علم سے بندوں کو کیا فائدہ پہنچایا۔ اسی طرح دولت کی بھی پوچھ ہو گی کیونکہ وہ بھی خدا کی دی ہوی امانت ہے۔ ہم کو چاہئے کہ اس کے اجتماعی حقوق کو پورا کریں۔ بتاؤ جب دولت ایسے نیک کاموں میں خرچ ہو تو انسان کیسے گمراہ ہوسکتا ہے؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت سے کون واقف نہیں ہے آپ کا شمار دولت مندوں کی فہرست میں کیا جاتا ہے۔ آپ معاش کے لئے تجارت کرتے تھے' اور آپکی تجارت اتنی وسیع تھی کہ بہت سے شہروں میں خرید و فروخت کے لئے ملازم مقرر تھے۔ شہر کوفہ میں آپ کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں خز ایک قسم کا کپڑا تیار ہوتا تھا۔ اس کارخانے کا کپڑا دور دراز ممالک میں جاتا تھا' اس قدر وسیع تجارت ہونے کے باوجود آپ کا یہ عالم تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طور پہ حاصل نہیں کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ کی تجارت کوٹھی (Bank) کی شکل اختیار کر گئی تھی اور آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اپنی تجارت کا ایک حصہ شیوخ اور محدثین کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اس سے جو نفع حاصل ہوتا تھا سال بسال ان لوگوں کو پہنچا دیا جاتا تھا'

یہ ہیں تصرف دولت کے بہترین انداز جس سے دنیوی زندگی بھی اور آخرت کی زندگی بھی بہتر ہوتی ہے۔ یوں تو تاریخ کے صفحات پر ایسے کئی مقدس بزرگ شخصیتیں ہمیں ملتے ہیں جو دولتمند ہونے کے باوجود کبھی حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غفلت نہیں برتیں اور جنہیں دنیا آج بھی یاد کرتی ہے۔ ان کی اس شہرت کا راز دولت میں نہیں بلکہ ان کے انداز تصرف میں پوشیدہ تھا۔ اپنی کمائی ہوی دولت کو مبارک کاموں' دینی خدمت' غریبوں یتیموں اور بےکسیوں کے لئے وقف کر دیا تھا اور دولت کی اتنی فراوانی کے باوجود کبھی ان کے دلوں میں دولت کی محبت جاگزیں نہونے پائی تھی۔

خدائے تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر فرد کو دولت سے نوازے اور حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ ثم آمین



جب تو ہلال بنکر ہو جلوہ گر فلک پر | تیرے جلو میں ہوں جب انبوہ انجم اختر
جب تابشِ حرم سے چمکے ترا مقدّر | روضہ کی جالیوں پہ اس دم نثار ہو کر

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا سلام کہنا

طیبہ کے پھول بوٹے جب تیرے سامنے ہوں | فردوس کے جھروکے جب تیرے سامنے ہوں
روضہ کے پاک جلوے جب تیرے سامنے ہوں | عرشِ بریں کے جلوے جب تیرے سامنے ہوں

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا سلام کہنا

جب تو مدینہ پہونچے اے ماہتاب انور | جب تیرے سامنے ہو وہ ارضِ خلد منظر
جب ہو درِ نبیؐ پہ تیرا جھکا ہوا سر | فرطِ ادب سے اس دم جاکر قریب منبر

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا سلام کہنا

روضہ کے پُر مبارک منظر کو چوم لینا | ہر نقش ہر نشاں کو ہر در کو چوم لینا
ہر خشتِ رہ گذر کو پتھر کو چوم لینا | مسجد کے بام و در کو منبر کو چوم لینا

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا سلام کہنا

ہر رات روبقبلہ مغرب کے جانے والے | ارضِ حرم کا ہر شب چکر لگانے والے

نورِ ظہورِ حق کی شمعیں جلانے والے | روضہ پہ چاندنی کی چادر چڑھانے والے

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا اسلام کہنا

جب بدر کی زمیں پہ محوِ طواف ہو تو | پھیلی ہو چاندنی جب تیری اُحد پہ ہر سُو
بکھرے ہوں تیرے رُخ پر جب کہکشاں کے گیسو | بابِ حرم پہ رکھ کر اس وقت چشم ابرو

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا اسلام کہنا

اُمّت کی بیکسی کی حالت بیان کرنا | ملّت کی بیکسی کی حالت بیان کرنا
اعدا کے سرکشی کی حالت بیان کرنا | دیکھی ہوی سبھی کی حالت بیان کرنا

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا اسلام کہنا

کہنا کہ یا محمدؐ برہم ہے نظمِ ملّت | ہے مضطر و پریشاں سرکار کب سے اُمّت
سُنئے فغانِ ملّت کیجیے دعائے نصرت | ہیں دشمنانِ بے دیں مائل بہ شر و زحمت

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا اسلام کہنا

کہنا میری زباں سے غم کا میرے فسانہ | کہنا غلام در سے غربت میں بے ٹھکانا
وقفِ سلام ہے دل لب پر ہے یہ ترانہ | دکھلا دو اب خدارا جلد اپنا آستانہ

اے چاند! مصطفےٰ سے میرا اسلام کہنا

مجبوب کبریا سے میرا اسلام کہنا :-

جناب مولوی سید مصطفیٰ صاحب
قادری عرف
خسرو
ادیب فاضل
مدرس یونیورسٹی
اُستاد دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

بزمِ اہلِ دل



اک زمانہ صحبتے با اولیاءؑ
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، امت کے روشن چراغ ہیں۔ ان کی مقدس محفلوں میں جانے والے کبھی نامراد نہیں ہوتے۔ یہ ایسی محفلیں ہیں جہاں اسلام کی حقیقی روح دکھائی دیتی ہے۔ جہاں گم کردہ راہ، راہِ مستقیم اختیار کرتے ہیں، شراب معرفت ملتی ہے، قلب کو سکون، روح کو تسکین، اور عمل میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تبارکؑ تعالیٰ نے ان کے فیضِ صحبت کی برکت سے ذرہ کو اوجِ ثریا تک پہنچا دیا اور سنگریزوں کو لعل اور جواہر سے بدل دیا۔ بُرے بھلے بن گئے اور بھلوں کو مقامِ ولایت سے سرفراز کر دیا۔ آج بھی دُنیا کو قیام حاصل ہے۔ جب تک یہ رہیں گے، دنیا بھی رہے گی ورنہ قیامت کا آنا یقینی ہے۔ خدا ان کی ولایت کے صدقہ سے ہمیں بھی سعادت دارین عطا فرمائے۔

حضور غوث پاکؒ سے آپ کے کسی مرید نے دریافت کیا کہ حضور اولیاء اللہ و صلحاء کی خدمت میں حاضر ہونے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ حضور غوث پاک رضؓ نے جواب دیا کہ اول تو میں کسی کے پاس نہیں بیٹھتا۔ اگر بیٹھ بھی جاتا ہوں تو اپنے موافقین میں سے دو تین کے پاس بیٹھتا اٹھتا ہوں۔ لیکن اے عزیز! اللہ والوں کی صحبت اختیار کر کیونکہ ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب کسی پر نظر اور توجہ کرتے ہیں تو اُسے روحانی حیات بخشتے ہیں۔ وہ جسطرف بھی نظر ڈالتے ہیں اثر آفریں ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ یہودی ہو یا عیسائی یا مجوسی پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور وہ جس مسلمان پر نگاہ کرتے ہیں تو ان کی اثر نظر سے اس کے ایمان و یقین اور استقامت میں زیادتی ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحؒ کے زمانہ میں ایک کفن چور تھا جس کے کانوں میں حضرت بایزیدؒ کی پارسائی اور خدا ترسی کے واقعات پڑتے رہتے تھے۔ آخر کار اس کا دل گناہوں سے ہٹ کر نیکی کی جانب مائل ہو گیا جس کی وجہ سے کفن چور کسی کے اصرار کے بغیر حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی دستِ حق پرست پر گناہوں

سے توبہ کی اور دُعا کا طالب ہوا کہ خداوند کریم اسکے گناہ بخش دے اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ جب حضرت نے دُعا کی تو معصیت سے آلودہ انسان پاک ہوگیا۔ اسکے بعد بایزیدؒ اسکی خاطر و مدارات میں مصروف ہوگئے۔ یہ خاطر و مدارات مادی نہیں تھی بلکہ روحانی تھی۔ اس دوران میں حضرت بایزیدؒ نے پوچھا کہ اے فرزند! اپنے گناہ کی زندگی میں تم نے کتنے کفن چرائے ہیں۔ کفن چور نے کچھ دیر بعد جواب دیا کہ ان کی تعداد ایکہزار ہوگی تو حضرت بایزیدؒ نے دریافت کیا کہ تم نے جتنے بھی کفن چرائے ان میں سے کسی ایک کا چہرا بھی قبلہ کی جانب تھا تو اس نے جواب دیا کہ ان میں دو ایسے تھے ان کا منھ قبلہ کی جانب تھا۔ باقی سب پشت بہ قبلہ تھے۔

حاضرین میں سے بعضوں نے پوچھا کہ مُردوں میں پشت بہ قبلہ ہونے کی کیا وجہ تھی تو حضرت بایزیدؒ فرمانے لگے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کو اپنے رب پر اعتماد نہیں تھا یعنی دنیوی زندگی میں بھی ان کا رُخ اپنے رب کی رحمت کی جانب نہ تھا۔ اس لئے اُخروی زندگی میں بھی رو بہ قبلہ نہیں ہوسکتے۔ جن کا چہرہ قبلہ کی جانب تھا وہ خدا پر بھروسہ کرنے والے تھے اس لئے قبر میں بھی ان کی نظریں رحمت خداوندی کی جانب تھیں۔ لہٰذا جس نے یہاں رہ کر اُدھر کا رخ نہیں کیا مرنے کے بعد اس کا رُخ اُدھر کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے کسی عقیدتمند نے عرض کیا کہ حضور مجھے آپ کا ایک خرقہ تبرکاً عنایت فرمائیے تاکہ میں اس سے اکتساب فیض کرتا رہوں۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں اپنے جسم کی کھال اُتار کر دے دوں تو بھی وہ تمہارے لئے ذریعہ نجات اور موجب برکت نہ ہوگی اور نہ وہ عرفان کے حاصل کرنے میں کوئی مدد دے سکیگی۔

ذریعہ اور وسیلہ معرفت نیکی اور تقویٰ ہے۔

رزق حلال و صدق مقال ہی عرفان تقویٰ کی جان ہے، روح کو جان بخشتی ہے اور بندے کو مالک کا قرب عطا کرتی ہے۔ جو انسان ان چیزوں سے محروم رہتا ہے اس کے لئے کوئی متبرک چیز مفید نہیں ہوسکتی۔

خلیفہ ہارون رشید کے کسی ایک لڑکے کے مکان میں محفل سرود گرم تھی۔ دوست و احباب جمع تھے۔ رقص و سرود کی گرم بازاری تھی۔ قریب ہی ایک بچہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ بچہ نے جس وقت یہ آیت پڑھی الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم (یعنی کیا مومنین کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر کے آگے جھک جائیں) تو اس کے جسم پر خداوند کریم کے خوف سے لرزہ طاری ہوگیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ہچکی بندھ گئی۔ جمی جمائی محفل کو چھوڑ کر جنگل کی راہ اختیار کی۔ عرصۂ دراز تک پتہ نہ چل سکا کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ۔

ایکمرتبہ کسی مرد عابد کی دیوار کثرت بارش سے گر پڑی تھی۔ مرمت کے لئے کسی معمار کی ضرورت تھی۔ ایک نوجوان رسّی اور کلہاڑی لئے

ہوئے ملا تو مردِ بزرگ نے دریافت کیا کہ کیا تم مزدوری
کرنا چاہتے ہو، تو نوجوان نے جواب دیا ہاں مگر تین شرطوں
کے ساتھ (۱) جو اجرت کہ آپ مقرر کریں اس میں کمی نہ کرنا۔
(۲) میری طاقت سے زیادہ کام نہ لینا (۳) نماز کے وقت
مجھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دینا۔ مردِ بزرگ نے شرطیں
منظور کیں۔ اور اس کو کام پہ لگا کر خود کسی ضرورت سے
شہر میں چلے گئے۔ بعد مغرب کے واپس آئے تو دیکھا کہ
دیوار تیار ہو چکی تھی۔ اجرت ادا کر دی۔ وہ نوجوان مزدور
چلا گیا۔ دوسرے دن انہوں نے نوجوان کو تلاش کرنے
کی غرض سے بازار تشریف لے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم
ہوا کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک روز مزدوری کے لئے آتا ہے
اتنا سننے کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ وہ خدا کا ولی تھا۔
لہٰذا پوچھتے پچھارتے اس نوجوان کے ٹھکانے پر پہونچے، تو
معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ اس مردِ بزرگ کا بیان ہے کہ میں
ان کو بہ اصرار تمام اپنے گھر لے آیا مگر انہوں نے میرے پاس
تین دن تک کچھ کھایا نہ پیا۔ چوتھے دن جب حالت دگرگوں
ہونے لگی تو مجھے بلا کر وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے
گلے میں رسی ڈال کر مکان کے چاروں طرف کھینچنا اور
کہنا کہ جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا یہ
ہے۔ شاید اس بہانے میری مغفرت ہو جائے، اور
مجھے ایک کپڑے میں دفن کرنا اور میری انگوٹھی اور
قرآن شریف امیر المؤمنین ہارون رشید کے پاس
پہنچا دینا اور کہنا کہ اس کے مالک نے تم کو سلام عرض
کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ وصیت کے کچھ
دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ وصیت کے مطابق
میں نے چاہا کہ گلے میں رسہ ڈالوں تو غیب سے
آواز آئی کہ خبردار خدا کے ولی کی بے حرمتی نہ کرنا
مجھ پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے ازراہ ادب قدم
بوس ہوتے ہوئے تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گیا اور
جب وہ چیزیں امیر المؤمنین کو پیش کیا تو امیر المؤمنین
ہارون الرشید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

ناظرین کرام! اس بزم اہل دل میں،
آپ کی مختصر سی شرکت یقیناً روح میں تازگی، اور
ایمان میں بالیدگی کا باعث ہوئی ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ
تبارک و تعالیٰ اپنے اولیاء کرام اور صلحائے امت کی
صحبت بابرکت سے ہمیں فیض یاب کرے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔

خوارق حیدریہ



الحمدللہ والمنّہ "خوارق حیدریہ" جس کی تمہید ترجمہ کے ساتھ آپ کے پیش نظر ہے' ناچیز کا ارادہ تھا کہ اس گوہر نایاب کا لفظاً لفظاً ترجمہ کرے مگر ہر صفحہ پہ تین چار ایسے الفاظ پائے گئے جن پر ✕ اس قسم کا نشان لگا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کرم خوردہ اور شکستہ خط میں ہونے کی وجہ کاتب صاحب پر وہ الفاظ واضح نہ ہوسکے پھر اس قلمی نسخہ کا خط بھی ایسا شکستہ ہے کہ ایک نہ شد دو شد والی بات ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ہمت جواب دینے لگی لیکن حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدّین سیّد شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی بی اے ناظم دارالعلوم لطیفیہ کی دلبستگی' اور ہمّت افزائی نے مہمیز کا کام دیا اور ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ جو مفہومی ہے۔ نیز کہیں کہیں ترجمۂ کتاب میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

مصنف کتاب حضرت ملا ابراہیم صاحب علیہ الرّحمہ نے مذکورہ کتاب میں حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری سجادہ بغداد شریف قدس سرہٗ کے خوارقات کو مفصلاً پیش کیا ہے۔ نیز موصوف نے سبب تصنیف کتاب بھی واضح فرما دیا ہے۔ ناظرین سے التماس ہے کہ فروگذاشتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے احرازاجر فرمائیں۔ ؎

دلی جذبات جب الفاظ کے سانچے میں ڈھلتے ہیں
اگر جذبے وہ سچے ہیں تو دل ان سے پگھلتے ہیں

سپاس بے قیاس انعام عام مرخدائے را
کہ رایا افاضت آیات اولیائے خود را در میدان
[1] اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ
لَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ افراشتہ و وجود با جود ایشاں
ابخلعت بازینت [2] اولیائی تحت قبائی لایعرفھم

اللہ تعالیٰ کے عام انعامات پر بے پایاں شکر ہے کہ
جس نے اپنے دوستوں کے فیض بخش جھنڈوں کو الا
ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون
کے میدان میں بلند فرمایا اور ان کے وجود پاک کو اولیائی
تحت قبائی لا یعرفھم غیری کی حسین

[1] خبردار بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے
[2] میرے اولیاء میرو قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔

عنبری آراستہ ملہم کہ دل معرفت منزل عارفاں
روئیش بالہام او ملہم لطیفی کہ لطف بجائش
بر دل مجروح سرگشتگان گویش مرہم قطعہ

آں لطیفیکہ زلطف شامل او
بر درش یافتہ ہمہ عالم
کرم اوست وگہ و بے گاہ
مشتمل بر ہمہ بنی آدم

منعمے کہ شیر انعامش درکام نباتات الارضی چکان ذی النوری کہ از نور قدیمش نور نباتات سماوی لمان معززی کہ خطبہ عزتش۔ فللّٰہ العزۃ جمیعا[1] عالمیکہ برہان علمش ان اللہ بکل شیئ علیما[2] قہاری کہ دین لی ادیان طغات نگونسار را بسطوت بعثت انبیاء ورسل درہم شکست وقلوب منکسرہ ایشاں را بعوب انی اسمع واریٰ[3] مرہم بست صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین، درنعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ خصوصًا صلوات بے پایاں درود شایان فی کل حین وآواں بران قبلہ عجم عرب وکعبہ اہل دیانت ولوب لوح خواں صفحہ علمہ شدید القویٰ[4] فصح زبان خوش کلام وما ینطق عن الھویٰ[5] سلطان چار بالش ایوان

خلعت سے آراستہ کیا۔ ایسا الہام کنندہ کہ عارفوں کے دل معرفت میں اپنے الہام سے اس کے روئے زیبا کا الہام ہوا ایسا کہ اسکا لطف بالذات سٹوریدہ صفت لوگوں کے دلوں کیلئے مرہم ہے (ترجمۂ قطعہ) ایسا لطیف کہ جس کے لطف سے تمام عالم فیضیاب ہے، جسکا فیض عام دوست اور دشمن تمام بنی آدم پر یکساں ہے۔

ایسا منعم کہ اس کے انعامات کا دودھ زمینی پودوں کے حلقوم میں رِستا ہے اور ایسا نور والا کہ اس کے نورِ قدیم سے آسمانی سیارے اور ستارے تابناک و روشن ہیں۔ ایسی عظمت والا کہ اپنی شان میں فللّٰہ العزۃ جمیعا[1] کہا اور اس کے علم کی دلیل ان اللہ بکل شیئ علیما[2] سے ظاہر ہے ایسی قہائش کرنے والا کہ ناشکر گذار سرکشوں کے مذاہب کو انبیاء ورسل کی بعثت کے دبدبہ سے توڑ دیا اور شکستہ دلوں پر انی اسمع واریٰ[3] کا مرہم رکھا (ان تمام انبیاء ورسل پر صلوٰۃ وسلام ہوں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں خصوصًا شایان شان درود بے پایاں ہر وقت وہر آن قبلۂ عرب عجم اور کعبۂ اہل دیانت پر کہ آپ کی شان علمہ شدید القویٰ[4] سے ظاہر ہے اور فصیح زبانی اور خوش کلامی پر قادر وما ینطق عن الھویٰ[5] کے مصداق ہیں۔ ایوان رسالت کے مسند نشین کائنات

---

[1] تمام عزت صرف اللہ کے لئے ہے [2] بے شک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یعنی ہر چیز کا اس کو علم ہے۔
[3] بے شک میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں [4] اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے
[5] نہیں بولتے اپنے نفس کی خواہش سے۔

رسالت و مہتاب جہاں افروز افلاک جلالت
انشاه بنیتی که مطرش ہدایت سیل و آن مخدومے
که خادمش عقل کل آن خراج گستر تخت و تاج
و سیر شہ سواری که قاب قوسین او ادنیٰ
او راست آماج **بیت** سران ملک دورانی
خراج او بدرگاہش، زده بر عرش بارفعت خداوند
پایه گاہش، صاحب شرعی که استقامت شرع
شریفش وسیلہ نجات و متابع سنت عزیزش موصل
الی الحیات **قطعہ**

روز و شب مستقیم امرش باش
رو بجت میان قہرش باش
گر تو خواہی شفاعتش در حشر
ذره سان درہوائے فہو باش

فصلوا علیه و آله و علی اصحابه و میراث سننه
بالخصوص ذی الصدق والتصدیق و خلیفه اول امیر
المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی الله عنہ و بر خلیفۂ
دوم امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی الله عنہ
و بر خلیفه سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی الله عنہ
و بر خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم الله وجہہ با حضرت
امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنہ وارضاہ۔
امّا بعد چنیں گوید که چوں قبل ازیں به
حکم فرمان لازم الاذعان سیدی و مولائی قبلتی

روشن و منور کرنے والے ایسے بادل کہ جنکی ہدایت کی بارش
ہمیشہ ریزاں ایسے آقا کہ عقل کل جن کی خادم تخت و تاج
پر کرم گستری کرنے والے، ایسے شہسوار کہ قاب[1] قوسین
او ادنیٰ آپ کی صدر نشینی کا مقام بنا۔
(ترجمۂ بیت) حکمران دولت آپکے حضور میں خراج
پیش کرتے ہیں: اور آپ کا مرتبہ بلندی کے اعتبار سے
عرش بریں تک رسا ہے: ایسی شریعت والے کہ آپکی شریعت
مطہرہ وسیلۂ نجات: اور آپ کی سنّت مقدسہ کی پیروی
حیاتِ جاودانی کا باعث ہے۔

رات دن آپکے حکم میں رہو
قہر سے آپ کے بھی ڈرتے رہو
حشر میں چاہو گر شفاعت تو
بن کے ناچیز انکی حب میں رہو

آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب اور آپ کی
سنت کے وارثین پر خصوصاً مجسمۂ صداقت خلیفۂ اول
امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی الله عنہ پر اور
خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی الله عنہ
پر اور خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی الله عنہ پر
اور خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم الله وجہہ پر بے شمار
درود و سلام بھیجو۔
امّا بعد احقر کہتا ہے کہ اس سے پہلے میرے
آقا سید شاہ درویش قبلہ قادری فرزند خاص

[1] فرق دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک

در کُنیتی **شاہ درویش** فرزندِ خاص میراں شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا **شاہ ذیجاہ حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ** نبیرۂ قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہُ وارضاہ، از طبع عقیم نامستقیم در سلک نظم کشیدہ بود۔ آخرالامر بارو زِ ۱۰۸۱سنہ احدیٰ وثمانین والف تاریخ سبع ذیحجہ در قلعہ اودیتے بہ حکم عالی بایں گلاب درگاہ متعالی جناں صادر فرمودند۔ چوں قبل ازیں در حررِ خوارقات جام حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ نبیرۂ قادری در سلک نظم کشیدہ غالباً آں حکایات شریفہ واضح شدہ نمی آمد، باید کہ بداں موجب آں خوارقات عجائب را در سلک عبارت نثر کشیدہ لائق آفریں بادو شایانِ مراحم ومکارم خاطر حق نہادہ ماشوی لہٰذا فرمان شرف تواماں الشیخ العام والخاص شد از جان وایمان دانستہ بایں لئیم الطبعی وبے بضاعتے آغاز نمودُ امید از معتقدان درگاہ ولایت آں شاہ ذیجاہ آمیدارم کہ نظر توجہ اثر بر عبارت پر خسارت ایں بے بضاعت ننہند وتخم اعتقاد صمیمی تبرکاً وتیمناً عجائب ایں خوارقات را منظور دارند واگر احیاناً ایں عروس عبارت زیبا در نظرِ کیمیا اثرہ آں قبلہ خداوند لبشان شاہ در مقبولیت جلوہ گر آید زہے بخت بلندم،

شعر

حضرت میراں شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اپنی طبع ناقص کے باوجود حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ قادریؒ کے خوارقات کو نظم کی شکل میں پیش کیا تھا، آخرالامر سات ذی الحجہ اکیہزار اکیاسی ۱۰۸۱سنہ ھجری میں قلعہ اودیتی میں اس حقیر کو حکم دیا کہ اس سے پہلے حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ نبیرہ قادری کے خوارقات جو نظم میں لکھے گئے تھے وہ حکایاتِ شریفہ واضح نہیں ہوے ہیں۔ لہٰذا ان عجیب خوارقات کو نثر میں لاکر ہماری تحسین و نوازشات کے لائق و شایان بنو۔ اسی لئے شیخ مقدس کے فرمان کو جان و ایمان سمجھتے ہُوے ناقص طبعی اور بے سرو سامانی کے باوجود میں نے شروع کر دیا۔

اس شاہِ ذی جاہ کی درگاہ ولایت کے معتقدوں سے امید رکھتا ہوں کہ اس بے سرو سامان کی عبارت پر خسارت پر نظر نہ کریں اور دل کی گہرائی سے تبرکاً وتیمناً جانتے ہوے خوارقات کے عجائبات کو منظور نظر فرمائیں۔ اگر یہ عروس عبارت جو دیدہ زیب ہے اس قبلۂ عالی جاہ کے نظر کیمیا اثر میں مرتبۂ مقبولیت کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ یہ میری بلند بختی کی علامت ہے۔

فان صبح مدا المقال رفعتی
اغلبت مقداری واغلبت قیمتی

آغاز خوارق الحیدریہ

بحول حضرت قطب الاقطاب معشوق الارباب مقبول اللہ الوہاب سید العشائر والاحباب ولی الکرم غوث معظم سلطان الاولیاء حضرت میراں محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وصل الینا فتوحہ بسیاری از فرزندان می داشتند لیکن اول ایشان سید الخاص والعام مختار درگاہ ملک العلام رئیس الاولیاء جلیس الانبیاء مجیب علی الاستحقاق سیدی وسندی قبلتی حضرت سید عبد الرزاق قادری بود و ایں فرزند ارجمند حق پسند بدرجہ رسیدنی بود رسیدہ وسیر مباہات از اخوان اقران کشیدہ القصہ بطنا بعد بطن خلافت و سجادہ نشینی بغداد مغفرت آباد علی حسب التوریث بمخزن ولایت ارباب ملک کرامت مفخر کونین رہبر گمرہان دارین حضرت میران شاہ حسین قدس اللہ روحہ رسیدہ وتا الی الآن ہیچ یکے از اخوان واقران ایشاں در خلافت سجادہ نشینی آنجا منصرف نشدہ گرچہ ابنای سعادت انتمائے وسیمائے آں ہادی دارین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ در فضائل کسبی وموہبی منجا ور بیش دکم نبودند شرافت وعظمت وہیبت

(ترجمہ شعر) پس صبح دراز ہو تو میری کہاوت کو رفعت ومرتبہ ملے اور میری قدر بڑھ جائیگی اور میری قدرو قیمت سب پہ غالب آجائیگی۔ آغاز خوارقات حیدریہ

حضرت قطب الاقطاب معشوق ارباب مقبول اللہ الوہاب خاندان وقبیلہ کے سردار، ولی اکرم غوث معظم سلطان اولیاء حضرت میراں محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہ (آپ کی فتوحات ہم تک پہنچے) کے کئی فرزند تھے۔ لیکن ان میں سے سید خاص وعام مختار درگاہ ملک العلام رئیس الاولیاء جلیس الانبیاء سیدی سندی قبلتی حضرت سید عبد الرزاق قادری تھے۔ اور یہ فرزند ارجمند حق پسند تھے۔ کامل درجہ کو پہنچے ہوئے اسطرح کہ سیر وسلوک میں اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں میں قابل فخر مرتبہ کے حامل تھے حاصل الکلام نسلا بعد نسل بغداد مغفرت آباد کی خلافت وسجادہ نشینی وراثتاً مفخر کونین رہبر گمرہان دارین حضرت میراں شاہ حسین قدس اللہ روحہ کو حاصل ہوئی اور اب تک آپکے بھائیوں اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی وہاں کی خلافت وسجادہ نشینی میں آپ سے منحرف نہیں ہوا اگرچہ کہ اس ہادی دارین غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی سعادتمند اولاد کسبی اور عطائی فضائل بے کسی سے کم اور بڑھ کر نہیں تھی۔ خاندان کی شرافت وعظمت اور ہیبت

خواندن فرزند ہر یکے را یکے از × و اقران بوجود
ایں سجادہ نشیں علی الاستحقاق چہ در خلا و چہ در
ملا دم وراثت و سجادگی نمیزدند چہ درغیب و چہ
درحضور درین معنی سعی بظہور نمی رسانیدند، ناگاہ
از تاثیرات دور فلکی جنبشے در عرق حسد ایشاں
پیدا شد در مجلسے یکے از ایشاں متحرک سلسلہ حقد
و حسد شدہ چنیں تقریر نمود کہ غالباً از آوان
میمنت توامان خدم حضرت غوث الاعظم تا الی الآن
خلافت و ریاست ایں خاندان افاضت نشان
منصوب بخاندان بود ہم حدالنور ست این چہ
معنی دارد کہ کاروبار خلافت برایشاں مقرر باشد
یا ماہم ہمچوں ایشاں فرزندان حضرتیم در مناقت
و معاصرت ظاہری و فضائل صوری و معنوی کم
از ایشاں نیستیم پس عزم ما چنیں باشد کہ ایشاں
دست از بکاء باز داشتہ ایں امر عظیم القدر
بما باز گذارند، ناگاہ از خواہی بہ ہمہ وجہ انگیز
ایں مقال حسد آمیز بسمع حقیقت آں عمدہ کونین
سیدنا حضرت شاہ حسین قادری رسانیدند باستماع
ایں حکایت پرشکایت باطن و ظاہر بے نہایت و
بغایت ارادہ خاطر گشت چوں دل غنا منزل او
چنداں مایل ریاست و خلافت نبود روز دیگر آں
قبلہ مخلوقان آب گل فرزند خجستہ سیر حیدر ولی
اللہ را طلبیدہ فرمود، ولدا حیدرا! سعادت یار خواہم

میں ہر ایک فرزند اپنے ہر ایک بھائی اور رشتہ دار سے
اس مستحق سجادہ نشین کے وجود پر ظاہر میں ہو، یا
باطن میں وراثت اور سجادگی کے بارے میں دم نہیں
مارتے تھے۔ غائب میں ہو یا حاضر میں اس بات کو ظاہر
کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ لیکن گردشِ زمانے
کے اثر سے رگ حسد میں جنبش پیدا ہوئی، ان میں سے
ایک سلسلۂ حسد و کینہ کو حرکت دینے والے نے کسی مجلس
میں اس طرح سے تقریر کیا: کہ حضرت غوث الاعظم
کے مبارک زمانہ سے لیکر اب تک اس خاندان کی خلافت
و ریاست اسی خاندان کی طرف منسوب ہے۔ یہ کیا
بات ہے کہ خلافت کے کاروبار صرف انہیں پر مقرر
ہوں۔ ہم بھی تو انہیں کی طرح حضرت کی اولاد سے
ہیں۔ ظاہری خوبی و برابری میں اور صوری و معنوی
فضیلتوں میں ان سے کم نہیں ہیں۔ پس ہمارا
عزم ایسا ہونا چاہیئے کہ ان لوگوں کو اس کام سے
روک کر اس امرِ عظیم کو ہم اپنے ذمہ لے لیں۔ ان
حسد آمیز باتوں کو حضرت شاہ حسین قادری رحمۃ اللہ
علیہ کے کانوں تک پہنچا یا گیا۔ اسطرح کی سراپا
بے حقیقت شکایت سن کر آپ کا ارادہ بدل گیا کیونکہ
آپ کا دلِ مستغنی ذرا بھی ریاست و خلافت کی
طرف مائل نہ تھا۔ دوسرے دن وہ قبلہ مخلوقات
آب و گل اپنے مبارک سیرت فرزند حیدر ولی اللہ کو
طلب فرمایا اور کہا اے فرزند حیدر سعادتمند، اللہ

از حق ترا اقبال بسیار بگذار از جملہ نقرہ و زر بہم
باش و رو براہم آر ای فرزندِ سعادت مند وظیفہ
سعادت دائمی آنکہ غنا منزل خود از جمیع اسباب
دنیوی کہ در ملک ما است از زر و نقرہ و مواشی و
افراس و اقمشہ و امتعہ گراں بہا کہ در خزانہ
ملوک یافتن آں دشوار ست بر واری و از ملک مذکورہ
خود غیر از کالای شریفین کہ عبارت از توقیع و آثار
مبارک کہ فی الحقیقت موی مبارک زلفین شریفین
آں معشوق خالقِ دارین خدم جای کونین بہمہ بگذاری
و با من رو براہ آری و محنت سفر بر راحت
حضر اختیار کنی، چوں آں فرزند ارجمند اطاعت
پسند بصفت ان اشکر لی ولوالدیك موصوف
بود حکم والد بزرگوار بجان منت داشتہ بلکہ از
جان و ایمان خود عزیز دانستہ یکہ جد بزرگوار
امجد کہ در حین حیات افاضت آیات خود شجرہ بر
ثمرۂ مریدان خود را بداں موقع و مسلوک میگزرانیدند
و آثار مبارک کہ عبادت از موی مذکور خاص
زلفین شریفین ست تبرکاً و تیمناً در دستارِ مبارک
خود بست و چوں ازیں استعداد فارغ شدند
او نگاہ آں پدر بزرگوار و بشیر نامدار طیار طرار
بے معرفت و وداع ساکنان اند باز رو براہ
آوردند منازل مراحل مراحل چوں ماہ سریع
السیر قطع نمودند۔ بیت

تمہاری عمر دراز کرے، ان تمام چاندی اور سونے کے
سکوں کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ چلو اور اپنے آپ
کو اہم کاموں کی جانب متوجہ کرو، اے فرزند سعادتمند دائمی
سعادتمندی کا ذریعہ یہ ہے کہ گھر و دنیوی ساز و سامان
سونا چاندی، مویشی گھوڑے اور قیمتی کپڑے اور اسباب
جن کا کسی بادشاہ کے خزانہ سے بھی پانا مشکل ہے۔ ان
سے غنا اختیار کرو۔ اور ان میں سے صرف موئے
مبارک کو اٹھا لو کیونکہ یہ درحقیقت حضور سید انام
معشوقِ خالقِ دارین کی تبرکات سے ہیں باقی تمام
کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ چلو، راحت حضر پہ مشقتِ
سفر اختیار کرو۔ فرزند ارجمند، جو نیک اور اطاعت
شعار تھے (ان اشکر لی ولوالدیك) کی صفت
سے متصف تھے، اپنے والد بزرگوار کے حکم کو جان
و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہوئے مریدوں کو
شجرۂ پُر ثمرہ عطا کیا اور موئے مبارک حضور انام
کو تبرکاً و تیمناً اپنے دستار مبارک
میں باندھ لئے۔ جب ان تمام کاموں سے فارغ ہوئے
اس وقت وہ والد بزرگوار بشیر نامدار بغیر
اطلاع کہ گاؤں والوں کو وداع کئے، سفر
کے لئے نکلے۔

منزلیں اور مرحلے تیز رفتار
چاند کی طرح طے کرنے لگے۔

بیت

براہِ سفر اندراں دست بُرد
نہ بادِ صبا گوئے سبقت ببرد

تا بحکم مدتے مبلغے راہ رفتند و آں فرزند ہمایوں منظرت حیدر ہمگی آداب ستودہ و عادات پسندیدہ در خود می داشت، ازاں جملہ عادتے داشت کہ ہر گاہ با پدر جلیل القدر عزم راہ رفتن میکرد غالباً پیش از پدر مقدم قدم نہ شد و در پیشے سبقت نگرفتے و پشتِ خود مقابل روئے والد خویش نہ کردے۔ و دراں سفر معلوم ہمیں عادت جمیلہ مسلوک می داشت روزے آں شاہ بزرگوار در اثنائے راہ رفتن از مشی باز ایستادہ کہ با فرزند ارجمند خود فرمود کہ ای سعادتمند ہوش مرا فداء منگیر حال ہست کہ امروز در مشی از من سبقت گیری و پیش من راہ جوی ایں بادیہ شوی ؎

ای فرزندِ دلبند خوش کیش من
روی راہ امروز در پیش من
چوں بشنید ایں حیدر پاک زاد
زباں را بعذرش چنیں سر کشاد

اے تاج رؤس الاقطاب، واے نورِ وجوہِ اولی الالباب، اللہ اللہ ایں چہ سخنے ہست و آں کدام ادب باشد کہ حیدر بے ادبانہ بر تو سبقت گرفتہ قطع راہ نماید۔ حاشا ثم حاشا آں عمدۂ اولیاء عرب عجم وَ اے رازدان کتاب لوح و قلم ؎

سفر میں آپ کے غلبہ کا یہ ہوا عالم
ہوا سے آگے بھی سبقت کا گیند لے نکلے

یہاں تک کہ ایک طویل مسافت طے کر لئے، وہ فرزند مبارک صورت حضرت حیدرؓ اچھے اخلاق پسندیدہ عادات کے جامع تھے۔ ان میں ایک عادت یہ بھی تھی کہ جب والدِ بزرگوار کے ساتھ چلتے تو آپ کا قدم والد سے آگے نہ ہوتا۔ کبھی آگے چلنے میں سبقت نہ کی۔ اپنی پیٹھ والدِ محترم کے مقابل نہیں فرمائی۔ اس سفر معلوم میں اسی عادت جمیلہ کو اپنائے رکھے۔ ایک دن والد بزرگوار چلنے کے دوران رک گئے اور اپنے فرزندِ ارجمند سے فرمایا کہ اے سعادتمند میری عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آج تم چلنے میں مجھ سے سبقت لے جاؤ اور اس صحرا میں راہ تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھو ؎

میرے دل کو خوش کرنے والے پسر تم
چلو مجھ سے آگے چلو تم
پسر یعنی حیدر نے سن کر کہا یہ
زبان عذر کے سوا کچھ نہیں ہے

اے تاج رؤس الاقطاب، و اے نور وجوہ اولی الالباب اللہ اللہ۔ یہ کیا بات ہے کہ ادب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حیدر بے ادبی کے ساتھ آگے چل کر راستہ طے کرے حاشا ثم حاشا کبھی ایسا نہیں ہوسکتا اے عمدۂ اولیاءِ عرب و عجم اے رازدان کتاب و قلم یہ کیسے

اے نقد جان بزیر پائے تو باشم
کجا زیبد کہ من ہادی تو باشم

امید دارم کہ بار دیگر باین تکلیف متکلّف نکنی و در تقدیم این کار تصدیع نہ دہی۔

القصّہ ہر چند کہ میدانست و می توانست عذر ہائے فراواں بتقدیم رسانیدہ شمہ سود مند نیفتاد طوعاً و کرہاً پیش پدر قدم نہاد۔ ہر دو پس و پیش سر راہ بر گرفتند۔ چوں قدم راہ رفتند ناگاہ شاہ حیدر پس پشت خویش نگاہ کرد۔ والد خود را ندید متحیّر فرو ماند تعلل و اضطراب آغاز نہاد ؎

کجائی اے پدر آخر کجائی
ز حال من چنیں غافل چرائی

غلغلہ و آہ × اثیر رسانید۔ چوں یعقوب فریاد وا اسفا علی یوسف برداشت و دراں بیدلئے بے سر و ساماں ہر چند کہ جزع و فزع نمود ہیچ اثرے از اثرش نیافت و از غائب اضطراب زبان آں بلبل بے گل بدیں ترانہ مترنم ؎

یارب مرغ آشیانہ قرب دہ کجا نمیش کجا بویم
ومن پاشکستہ چراں در رہ جستجو جاں پویم

در ہر گوشہ پریشان و آب از دیدہ ریزاں می دوید، ہر چند کہ گریہ و لا زی لازم الحال خود گردانید اما چشم مبارکش نصیبی غیر از و ابیضت عیناہ من الحزن روزی نہ شد۔ **القصّہ**

(ترجمہ شعر) اے نقد جاں میں آپ کے قدم میں رہوں
کیسے زیبا دیگا کہ میں آپ کا ہادی بنوں

امید رکھتا ہوں کہ دوسری مرتبہ آپ ایسی تکلیف سے مکلف نہیں فرمائیں گے اور آگے بڑھنے کی زحمت نہ دینگے۔

حاصل کلام جتنا کچھ ممکن تھا اور ہو سکتا تھا، بے انتہا عذر پیش کرتے رہے، باوجود آپ کی فریاد فائدہ مند نہ ہوی۔ مگر بادلِ نخواستہ اپنے والد بزرگوار کے آگے قدم رکھے۔ دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہوئے چند قدم جب آپ آگے بڑھے تو اچانک شاہ حیدر پیچھے مُڑ کر دیکھتے ہیں تو اپنے والدِ بزرگوار کو نہ پایا۔ حیران و پریشان ہوئے قلق و اضطراب پیدا ہو گیا۔ (ترجمۂ شعر)

کہاں ہیں والد امجد کہاں ہیں ؎
میری حالت سے غافل تم کہاں ہیں

آہ و زاری اور رونا چلانا شروع کیا جیسے حضرت یعقوبؑ کی طرح ہائے لے یوسف کی آواز بلند کرنے لگے ہائے افسوس اس بے سر و سامان کے میدان ہیں بہت کچھ جزع و فزع کیا لیکن اسکا کوئی اثر و نشان نہیں پایا، نہایت ہی بے چینی کے عالم میں بلبلِ بے گل کی طرح گویا ہوئے۔ (ترجمہ شعر)

اے پروردگار اس مرغ آشیانہ کو قرب دے وہ مجھ سے کہاں ہیں اور میں انہیں کہاں ڈھونڈوں اور ٹوٹے ہوئے پاؤں کو کھینچتے ہوئے جستجو کے راہ میں کیسے دوڑ دھوپ کروں یہاں تک کہ ہر گوشہ میں پریشان ہو کر آنسو بہاتے ہوئے دوڑتے رہے اور گریہ و زاری کو اپنے لئے لازم بنا لیا۔

از بسیاریِ گریہ وزاری رضا بقضای
رضینا بقضاء اللہ و آرہ رختِ خود
در زیر سایۂ درختے کشید وساعتے
آں جا بحیرت تمام بہ نشست۔ چوں از
نا لہائے بسیار قطع راہ دشوار گرفتے بر
وجودِ مبارک والد بود۔ بمجرد کہ زیر سایہ درخت
آمد خوابے برو غلبہ کرد۔ ناگاہ درمیان
خواب دید کہ والدِ بزرگوار پیشِ چشم حاضر
آمدہ دستِ مہر وکرم بر سر وروی فرزند آوردہ
میگوید کہ اے فرزندِ سعادتمند، ہے ہے درفراق
من بسے مضطرب شدے تعلل واضطراب بر
خاطرِ سعادت مآثر خود روا داشتی ودر ×
برائت وسوزش گوناگوں افتادے زود برخیز
وعنانِ عزیمت خود را بسوئے مکہ شریفہ
بیا گرورده بمن درآویز ونقدِ حیرت وحسرت
از کیسۂ دل بے غل بریز کہ من در مکہ معظمہ
ہستم ؎

اے عاشقِ مشتاق بزودی بشتاب
معشوق نشاں دادو نامش دریاب

وچوں از عالمِ خواب بعالمِ بیداری رجعت
فرمودند از شادی تمام کہ چوں زلیخا از نشان
دادنِ یوسف علیہ السلام درخواب از عالمِ بیہوشی
وجنونی در ہوش آمد محنت چندیں سالہ را براحت

لیکن آپ کی چشمِ مبارک غم کی وجہ سے سفید ہوگئی، القصہ
بہت کچھ گریہ وزاری کے بعد اپنی رضا کو اللہ رب العزۃ
کی خوشنودی پر چھوڑتے ہوئے اپنے سامانِ سفر کو ایک
درخت کے سایہ میں رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے وہاں
بیٹھ گئے۔ بعید رونے اور سفر کی تھکان زیادہ ہونے
کی وجہ سے آپ پر نیند غالب آگئی، کیا دیکھتے ہیں
کہ آپ کے والد بزرگوار آپ کی آنکھوں کے سامنے
کھڑے ہیں اور دستِ شفقت کو اپنے فرزند دلبند
کے سر پر پھیرتے ہوئے کہتے ہیں، اے فرزند سعادت
مند، اوہو! تم میری جدائی سے بہت مضطرب ہو
گئے اور ہمارے خاطر تم نے خود کو بہت پریشانی
میں ڈالا اور مختلف تکالیف میں مبتلا ہوگئے۔ جلدی
سے اٹھو، اپنی عزیمت کی لگام کو مکہ مکرمہ کی
جانب موڑو اور مجھ سے آکر ملو۔ حیرت
وحسرت کے نقد کو اپنے پاک دل کی تھیلی
سے نکال پھینکو۔ کیونکہ میں مکہ میں ہوں"۔

(ترجمۂ شعر)

اے عاشق مشتاق تو جلدی کرنا،
معشوق نے خود اپنا پتہ تم کو بتایا

جب آپ عالمِ خواب سے بیداری کے عالم میں آئے
تو انتہائی خوشی کے ساتھ جیسا کہ زلیخا یوسف
علیہ السلام کے پتہ دینے سے ہوئی تھیں (یعنی
زلیخا یوسف علیہ السلام کے پتہ دینے سے عالم بیہوشی و

مبدل گردانید مبہوج و مسرور ہماں زماں بخاست
چوں مجنون درپے لیلیٰ دراں بادیہ بر ملاشکر
حق گویان و وصل محبوب جویان راہ جوئی
آں اشرف المواضع شد بقوت ہدایت و خطوہ
ولایت آں راہ دور و دراز قلیل المدۃ قطع
نمودہ و روزۂ مکہ معظمہ رسید دلے داشت
از وصل محبوب ناصبور خواست کہ داخل تحریم
امن و آمان شود بحکم من دخلہ کان آمنا
از دست فراق نیتی حاصل کند۔ ناگاہ دید کہ انبوہ
انبوہ کثیر الجماعت از حرم شریف خروج نمودہ
از درون شہر بیروں می رسیدند از جرأت تمام
باخود اندیشہ کرد ایشاں کیانند و ایں جوق جوق
کجا می روند و بچہ کار آمدہ بودند، رسم تحیت و تعظیم
بجا آوردہ بیش ایشاں شد و از آمدن
و رفتن ایشاں سوال کرد۔ شخصے از انمیاں
جواب داد دریں روز ہائے تعزیت قرین شخصے
کہ در زمرۂ الا ان اولیاء اللہ لاخوف
علیہم ولاھم یحزنون بصفت خوشخوئی
وخوشگوئی موصوف المسمیٰ بشاہ حسین للازال
حسن الوجہ بر حکم یاایتھا النفس المطمئنۃ
ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیہ رجوع روضۂ

جنونی سے ہوش میں آئیں تھیں اسی طرح آپ کی عالت
رہی) کچھ دبدبہ غموں کو راحت وسکون میں بدل کر
مسرور وشاداں، اسی وقت اٹھے جیسے مجنوں کی
طرح لیلیٰ کے پیچھے اس جنگل میں اللہ کا شکر ادا کرتے
ہوئے آپ وصل محبوب کے جویاں ہو کر اس مبارک سرزمین
کی جانب روانہ ہوئے۔ قوت ہدایت قدم ولایت کی برکت سے
دور دراز مقام کو تھوڑی سی مدت میں طے کر لیا۔ صرف
دو دن میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ وصل محبوب کی خواہش میں
پیمانۂ صبر لبریز ہوتا گیا۔ آپ نے چاہا کہ حرم مقدس میں داخل ہوں۔
من دخلہ کان آمنا[1] کے حکم سے جدائی سے وصل کی نیت
کی۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ بحساب لوگوں کی جماعتیں حرم شریف
سے نکل رہی ہیں اور حرم شریف سے باہر جا رہی ہیں بکمال ہمت
اپنے آپ میں یہ غور کیا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کہاں جا رہے
ہیں اور کس کام کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے آگے
گئے آداب تسلیم کے رسوم کی ادائیگی کے بعد دریافت فرمایا کہ
آپ لوگوں کے آنے اور جانے کا سبب کیا ہے انکے درمیان
میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ ایک ایسے شخص کی تعزیت میں کہ
جو الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون سے اور
صفت خوشخوئی و خوش گوئی سے متصف تھے اور جن کا نام
نامی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ہے (آپکے چہرے کا حسن ہمیشہ
باقی رہے) یاایتھا النفس المطمئنۃ[2] ارجعی الیٰ ربک راضیۃ

[1] جو داخل ہوا حرم میں وہ امن پا لیا [2] اے وہ نفس جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

ان للعارفین جنۃ لیس فیہا حور ولا قصور فرمود، دفنش درحرم محترم وکفنش از سندس واستبرق مکرم وابن سادات عرب واشرف قوم ورئیسان مکہ کہ می بینی محض از پے زیارت او بود، چوں حرف وحشت پذیرہ درگوش ہوش انصاف ضمیر رسید ؎

نتواں ازاں بیاں کردن
آنچہ بروی گذشت زاں قصہ
خوں رواں شد ز چشم آنسرور
جائے اشک سفید زاں قصہ
خواب و خور آرام
بر ذاتِ مبارک شد حرام

زآب دیدۂ او شستہ شد زلوح تنش رقوم شادی وآرام وخواب وخور اگرچہ چنداں درمانش کوشید کہ از ہستی خود بے خبر شد، باہزار نالہ وآہ نزدیک مرقد مبارکش رسید ولب لالباب مزار پرُ انوار آں بزرگوار مقبل و ملثوم ساخت بادے پراز التہاب ودیدہ پُر آب بتوجہ آں اولی الالباب ایستادہ شد، ناگاہ آنحضرت از قبر مبارک ندا درداد، اے فرزند دلبندم زنہار خود را درچنیں جزع و فزع × صبر و سکوں راپیش نہاد، خاطر ملکوت ناظر گرداں

مرضیہ کے مطابق ان للعارفین جنۃ لیس فیہا حور ولا قصور[۱] کی جانب رجوع فرمایا ہے اور آپ کو حرم محترم میں دفن کیا گیا اور آپ کے لئے قیمتی ریشم وحریر سے کفن دیا گیا یہ سرداران عرب ورؤساء مکہ جن کو تم دیکھ رہے ہو ان کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ جب یہ وحشت خیز خبر ہوش کے کان میں پہنچی۔ (ترجمہ بیت)

جو حادثہ آپ پر گذرا تھا بیان نہیں کر سکتے۔ اسی وقت آپ کے آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوئے اور اس حادثہ کی وجہ سے آنکھیں سفید ہوگئیں اور آپ نے سونا کھانا اور آرام کرنا اپنے اوپر حرام کرلیا، اور آنسوؤں کی وجہ سے آپ کا جسم دھل گیا۔ خوشی آرام، نیند اور کھانے کے نشانات مٹ گئے۔ آپ نے بہت کوشش کی کہ اس غم کو بھلا دیں، مگر اپنی ہستی سے بے خبر ہوکر آہ ونالہ کے ساتھ آپ کے مرقد مبارک پر پہنچے، اپنے لب مبارک سے اس پرُ انوار مزار شریف کو بوسہ دئے، دلِ پرُ سوز اور چشم پرُ آب ہوکر والد بزرگوار کے مزار پر کھڑے ہوگئے۔ اچانک قبر سے والد بزرگوار نے آواز دی کہ اے فرزند دل بند ہرگز اپنے آپ کو ایسی جزع و فزع میں مشغول مت کرو۔ صبر و سکون کو اختیار کرو اور اپنے دل کو ملکوت کی جانب متوجہ کرو۔ گریہ وزاری، گریبان دری تمام

---

[۱] بیشک عارفوں کے لئے ایک جنت ہے۔ اس میں نہ حور ہوں گے نہ قصور، صرف جلوۂ الٰہی۔

وگریہ وتضرع دشتق جیوب بے خدشہ حدود مذہب ماکہ خاصیم حرام ای فرزند شائستہ ہیچ اندیشہ مکن وہیچ اندوہ وحزن از دلِ خود برکن چوں ایں تقویت سکونت نشان ازاں زبان فصیح بیان درگوش جان گرفت بازچنداں جزع وفزع ناممش نکوشید ودست نشست در دامن آہ و واویلا یاد داشت وبحضورت تمام وتوجہ بسیار مجد رسوز فیض آثار آں بزرگوارش تا مدۃ دہ روز بعدہٗ بروز یازدہم کمر عزیمت راہ بست مقبلا وملثوما باچشمِ پُرآب وداع قبر مبارکش نمودہ وچوں باد صبا در دشت وصحرا میگذشت ودشت بدشت راہ می نوشت۔ دریں اثنا خیالے در مخیلہ شریفش راہ یافت کہ راہ جوی بغداد مکرم زادہا اللہ تعالیٰ شرفا شود وزیارت مرقد منورہ معظم جدِ محترم حضرت کعبہ اہل دین سلطان میراں محی الدین بمد دنا معلوم نماید وبدار فرحت آثار جمیع قرابت وعشائر فرحتے حاصل کند از یں قید کلی وعزم راسخ باندک تکاپوی رایات جاہ جلال خود را بمیدانِ معرفت نشان بغداد فیض آباد رسانید۔

القصہ ما داخل آں روضۂ رضوان آں شدہ شرائط تقبیل وتلثیم ولوازمات سجدات و تعظیم بجا آورد۔ وہر کوچے وبازار خبرے چنیں

مذاہب بالخصوص ہمارے مذہب میں حرام ہیں، اے لائق فرزند کچھ فکر نہ کرو، غم وحزن کو اپنے دل سے نکال دو۔ جب صبر وسکون کے تسلّی آمیز کلمات اس بزرگِ فصیح اللسان کی زبان سے نکلے تو دل کے کان میں اُتر گئے۔ اس کے بعد کبھی آپ نے جزع وفزع نہیں کیا۔ آہ وواویلا کے دامن میں ہاتھ مارنے سے باز رہے۔ پوری حضورِ قلبی اور مکمل توجہ کے ساتھ آپ بزرگوار کی خدمت میں دس روز رہے۔ گیارہویں دن سفر کا ارادہ فرمایا۔ تربت پاک کو چومتے اور بوسہ دیتے ہوئے بچشم پرآب وداع کیا اور باد صبا کی طرح جنگل وبیابان سے گزرتے رہے اور دشت بدشت چلتے رہے۔ اس راہ پیمائی کے درمیان آپ کے خیالِ اقدس میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ بغداد شریف کی جانب جائیں اور حضرت معظم جدِ محترم حضرت کعبۂ اہل دین سلطان محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پُر انوار کی زیارت کریں اور فرحت بخش شہر میں تمام رشتہ داروں اور قبیلہ والوں سے مل کر خوشی حاصل کریں، اس عزمِ راسخ کے ساتھ تھوڑی سی دوڑ دھوپ میں پوری شان وشوکت کے ساتھ آپ بغداد فیض آباد پہنچے۔ حاصل کلام حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ پاک میں داخل ہوئے۔ بوسہ وتعظیم و تکریم بجا لانے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں بغداد کی ہر

انتشار یافت کہ سجادہ نشین برحق و وارث علی الاستحقاق متاع دینی و دنیاوی حضرت سلطان میراں محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، وارد ناہ رسیدہ چوں روز براں دوار × دیگر از قدوم میمنت لزوم آں مخدوم و قوی حاصل شد، ہمہ عرق حسد در جنبش آمد از باطنی پر از اندیشہ عظیم و ظاہراً بالوازم تعظیم ندائے سے

خوش آمدی خوش مروز آمدنت
ھزار جان گرامی فدائے قدمت

در داوند و ہر یکے نقد تحریر در کیسۂ دل چنیں انداختند کہ غالباً رجوع ایشاں درینجا خالی بمثائے دراز باشد، لکن از عار ایں اندیشہ شاہ را گاہے پیرامون خاطر شریفش مگر دیدہ درے مدن بود دراں شرف المواضع غیر از زیارت و زمین بوسی مرقد شریف جد بزرگوار نبود و زباں حالش بدیں ترانہ مترنم بود سے

ششتم دست از ہمہ چیزے کہ در جہاں
مقصود چیز جیب ندارم بد و جہاں

چوں آنشاہ صاحب سریہ بر ما فی الضمیر خود اطلاع یافت، ہموں زمان کمر مراجعت بستہ بر وضئہ متبرکہ آمدہ وظائف عجز و انکسار و تسلیم و شرائط تقبیل و تلثیم از روئے

گلی و کوچہ بازار میں یہ خبر اس طریقے سے پھیلی کہ سجادہ نشین برحق دینی و دنیوی متاع کے مستحق و وارث حضرت سلطان اولیاء میراں محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، پہنچ گئے ہیں۔ اسی طرح زمانہ گذرتا گیا۔ اس مبارک شخصیت کی آمد پر سارے شہر والے واقف ہو گئے۔ مخالفین کی حسد کی رگ پھڑک اٹھی اور اندر سے بہت خوف کھاتے رہے۔ ظاہری طور پر تعظیم و تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خوش آمدید، آج آپ کا آنا بہت اچھا ہے۔ ہزاروں جانیں آپ کے قدموں پہ فدا و قربان ہیں لیکن ہر ایک شخص پریشانی کے نقد کو دل کی تھیلی میں اس طریقہ سے ڈالا ہوا تھا کہ غالباً اس جگہ سے ان کا لوٹنا بے قراری کا باعث بن جائے گا۔ پھر بھی حضرت کے دل میں یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ ہمارا یہاں رہنا اُن کے لئے بے قراری کا سبب بنا ہُوا ہے۔ مگر آپ کے آنکھوں سے سامنے سارا شہر گھوم جاتا ہے۔ ایسے مبارک مقام پر آکر جد بزرگوار کے تربت کی زیارت و قدمبوسی کے بغیر یہاں سے جانا بھی ٹھیک نہیں ہے تو زبان حال سے اس ترانے کو آپ گن گنانے لگے۔

(ترجمہ شعر) دھو دوں ہاتھوں کو دنیا کے ہر چیزوں سے میں اپنے گریبان کی بہتری مقصود نہیں رکھتا ہوں اس جہان سے جب وہ شاہ صاحب سر یدل کی باتوں سے مطلع ہوئے۔ اسی وقت واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ بعد ازاں روضۂ مبارک پر تشریف لائے۔ عجز و انکساری سلام و بوسہ دہی کے بعد

تعظیم عظیم بتقدیم رسانیدہ بعد از فاتحہ فتوحی
حاصل کردہ قبر مبارک را وداع کرد واز انجا منازل
منازل قطع راہ می نمود در ہر زمانے ومکانے زینی
نباتِ قدرت الٰہی معائنہ می کرد، ناگاہ دریں
اثنا بہ پایانے رسید بہایت فراخ ودرختاں بسیار
بلند شاخ درشاخ و درمیان درختان درختے
دید بلند و بالا وتنہ اش بغایت سطبر از روئے
تعجب گرداگرد بگردید۔ ناگاہ دریں دیدار تختہ
مربع کہ درمیان چسپانیدہ شدہ شگاف می نمود۔
آنگاہ دست بزور قوۃ کرد۔ چنانکہ در واشد،
سر دروں کرد، جائے دید وسیع چوں سینہ کریماں و
روشن تر از دل عاشقاں وبلند تر از ہمت عارفاں
از انجا نسیم معرفت وزیدن گرفت باز قدم
در پیش نہاد، دید کہ دراں جائے
راحت ہائے صدری از صدر ہای
دار السلام کرد و فرش مرصع وملون
بروی کشیدہ وبراں صدر عالی
قدر ہم سریر خواجہ عالم خاتم
رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نشستہ
وگرد بگردش از چہار یار روے چوں
کواکب لمعان متمکن شدہ وحضرت
قطب الاقطاب سید العشایرہ والاجناب
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاہ

فاتحہ خوانی وغیرہ سے فارغ ہو کر مزار مبارک کو
وداع کرتے ہوئے وہاں سے آپ منزلیں طے
کرتے رہے۔ اثنائے راہ ہر وقت اور ہر جگہ کھیتوں
اور سرسبزیوں کو یعنی قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرتے
رہے، اچانک اس راہ پیمائی کے درمیان ایک
ایسے مقام پر پہنچے جو نہایت ہی کشادہ اور بہت ہی
بلند درختیں شاخ درشاخ ان درختوں کے درمیان
آپ نے ایک درخت کو دیکھا جو بلند و بالا اس کا تنہ نہایت
ہی موٹا تھا تعجب کی وجہ سے آپ اس کے اردگرد گھومنے
لگے۔ اتفاقاً آپ کی نگاہ ایک تختۂ مربع پہ پڑی جو درمیان
اس تنہ کے لگی ہوئی تھی۔ آپنے اسمیں ایک شگاف محسوس
کیا۔ اسی وقت ہاتھ سے زوردار دھکہ دیا تو ایک دروازہ
کھلا اور اس کے اندر جھانکنے لگے تو ایک جگہ دیکھا اتنا
وسیع جیسے سینہ کریماں اور اتنا روشن جیسے دل عاشقاں
اور اتنا بلند جیسے ہمت عارفاں اور اس جگہ معرفت
کی ہوا چل رہی تھی پھر آپ نے ایک قدم آگے بڑھایا
اور دیکھا کہ اتنی راحت و آرام دہ ہے گویا جنت
دار السلام معلوم ہوا۔ ہیرے وجواہرات سے آراستہ
رنگین فرش بچھایا ہوا تھا جس پہ صدر عالی قدر
لائق وفائق خواجہ عالم خاتم رسل علیہ الصلوٰۃ و
السلام جلوہ افروز تھے اور آپ کے چار یار چمکدار
ستاروں کی طرح آپ کے اطراف واکناف بیٹھے
ہوئے تھے اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ،

بیازوی ایشاں قرار گرفتہ وچوں شاہِ
لولاک باں تخت نشین صدلولاک
دوچار شد، صدا از صلوٰۃ وسلام برکشید
کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
یاحبیب اللہ وجد المختار ارسلک اللہ
بالرسالۃ والھدایۃ لاہل الضلالۃ وہم
آں سرور وجد خود رسم تحیت وتعظیم بجا
آوردہ جملہ را سلام او گفتند وندائے
احسن یا قرۃ عینا یا در دادند بعد از
ندائے صدائے تحیت وتعظیم درپے ادای
تقبیل وتلثیم شد بوسہائے بسیار بریک
پائے شریف آں مختار را ازانجا پیش جد
خود ولی اکرم حضرت غوث للاعظم شد
بہماں نوع لوازم تعظیم را × بتقدیم رسانیدہ
حسب الغنان ہمانجا بیازوی مبارک السرور
جائے خود اختیار کرد۔ چوں مجلس آں
فرزند ارجمند بنزدیک آں پدر سربلند
واقع شد جناب نبوت را ازیں معنے آثار
× بربشرہ مبارک ظاہر شد ؎

بعلی گفت یا قوی نسلہ
رجع کل شیئ الی اصلہ

آں گاہ لب مبارک تبسم واکردہ فرمودہ
حیدر را ادید ان تکلمنا بحق استمع آں

ان کے بازو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضور
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور غوث پاک رضی
اللہ عنہ آپس میں دونوں آمنے سامنے
ہوئے تو درود وسلام کی صدا بلند ہوئی کہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول
اللہ یاحبیب اللہ وجد المختار ارسلک
اللہ بالرسالۃ والھدایۃ لاھل الضلالۃ
نیز اس سرور اور اپنے جد رسم تحیت تعظیم بجا لائے اور تمام کو اپنا سلام
سنائے۔ حضرات اپنے جد تحیت وسلام بجا لائے تمام کو
اپنا سلام سنائے۔ احسن یا قرۃ عینا یا
کی آواز بلند ہوی۔ تحیت وتعظیم کے ساتھ
تقبیل وتلثیم میں مشغول ہوگئے اور حضور
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس پہ کئے
بوسے دئے، دراں حالیکہ اپنے جد امجد حضرت غوث
الاعظم اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد حضور انام
صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو میں ایک جگہ بیٹھ گئے
جب اس فرزند ارجمند کی بیٹھک اس جد بزرگوار
کے بازو واقع ہوی تو جناب نبوۃ صلی اللہ
علیہ وسلم آپکے چہرۂ مبارک سے تمام احوال وکوائف
سے آگاہی پایا ؎

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے فرمائے
اے قوی النسل لوٹتی ہے۔ ہر چیز اپنے اصل کی
جانب اسی وقت آپ کے لب مبارک پہ مسکراہٹ
کھیلنے لگی اور فرمائے حیدر سے۔ اے حیدر ہم چاہتے

شاہ عالی مقام بعد از استماع ایں کلام شفقت
پیام زبان پر الہام فرمود اے جد ذی مجد
امجد الاماجد حاشا ثم حاشا من کیم وکیستم
کہ بے ادبانہ قدم بر جادہ سوال و جواب نہم
وبے حجابانہ گفتہ حکمت اغشتہ ترا خوابے دہیم
اے صاحب جمال باکمال بجز خداوند لم یزل و
لایزال نہم جواب وسوال ترا کئے الیق، و
شایان نیست ولیکن چو حکم فرمودی، پس
تجاوز از فرمان لازم الاذعان تو روا نداشتہ
از تضرع وزاری ہمیں بست بخواہش باز
می کنم کہ ایں دیدہ رمد دیدار فی المشافہ
بے شرائط خواب و خیال از کحل جمال
باکمال تو منور سازم و گاہ بے گاہ در
مجلس شریف باز یابندہ باشم
شاہ ایں تعزیر دلپذیر بانصرام
رسانیدہ بامید راسخ سر در پیش افگندہ
نگاہ جوابش از جناب فیض مآب امورہ
چناں صادر شد کہ اے فرزند شائستہ خاطر
سعادت مآثر خود ازیں محل جمع دار و دل
شوق منزل ازیں طرف مطمئن گرداں انشاء
اللہ علی حسب المراد آں را از ناظرین بعین
ما باشی و در مجالس ما ہر جا کہ نشینی و
از نشیب و بالا ہر چہ گزینی کسے متعرض خاطر

کہ تم کچھ بولو، یقیناً ہم اسے سنیں گے، جب شاہ
عالی مقام اس کلام شفقت پیام کو سننے
کے بعد فرمایا اے جد ذی مجد امجد الاماجد
حاشا ثم حاشا میں کیا ہوں اور کون ہوں، جو
بے ادبی سے سوال و جواب کے راہ میں قدم
رکھوں تو آپ نے فرمایا حکمت سے بھری ہوی
ایک خواب دکھاتے ہیں۔ اے صاحب جمال
باکمال خدائے لم یزل ولایزال، سوال وجواب آپکے
شایان شان نہیں ہے لیکن جب آپ حکم فرماتے ہیں تو
میں اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ یہ آپ کا
فرمان لازم الاذعان جسے تجاوز کر نہیں کرسکتا
تضرع وزاری سے اسی طرح اپنے خواہش کا اظہار
فرماتے رہے۔ اس چشم بے نور کو فی المشافہ بغیر شرائط
خواب وخیال کے آپکے چہرۂ باکمال وجمال سے منور کروں
اور اس مجلس شریف سے باریاب ہو جاؤں۔ اس
عذر دلپذیر کو کہتے ہوے امید راسخ کے ساتھ آپکے قدموں
پر سر کو رکھ دئے تو حضور والا کے جناب میں آپ کا یہ
عذر قابل قبول ہوا اور آپ صلعم نے حکم فرمایا کہ اے
فرزند شائستہ خاطر جمع رکھو اور دل شوق کو یہاں
مطمئن رکھو، انشاء اللہ مراد کے مطابق تم ہمارے
نگاہوں کے سامنے رہوگے۔ جب بھی تم ہمارے مجلس
میں جس جگہ بھی بیٹھو گے کوئی تمہیں اعتراض نہیں
کرینگے۔ پھر شاہ نے عرض کیا۔ اس لطف وکرم کا مسئلہ

سعادت مآثرت نگردد بازشاہ عرض نمود
ایں مسئلہ لطف وکرم کہ دربیان راندے و
وازیں صحیفہ لطف عاطفت کہ ازحق من فرو
خواندے ازعین بندہ نوازی نشان میدہد
ولیکن اثرش کے بمن ظاہر شود، فرمان شد در
عنقریب الایام × عروس آں مرام وخیال از
رفع حجاب خواب وخیال ازمیان بتوخواہد کشود
وناظر عین بعین ماباشی وبے ہوشی خواجۂ
عالم ختم کلام بریں نمود شاہ از وداع لبش
مبارک کف پائیش نمود۔ دلدار وعدہ داد
بوصل عزیز خویش ؎ اے دل توشاد باش در
غمہا وداع کن ؎ چوں ازانجا بیشتر روانہ
شد تا بعد ازمدتے مدید وعہد بعید عزم
زیارت مرقد منورہ جد خود حضرت غوث الاعظم
نمودہ راہ جوئے بغداد معرفت آباد شد وخود
را دراں اشرف المدائن رسانیدہ بزیارت قبر
انور ومرقد اطہر آں غوث برتر بظاہر و باطن مستفیض
ومستفید گشت۔ الغرض چوں اقارب
وچوں سلسلۂ قادریہ عالیہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین از تشریف شریف اشرف الاقارب
روح الاخوان مطلع شدند۔ ہر ایک را دردزہ
اندیشہ متنوعہ بردل ایشاں مفتوح شد۔ ہمہ
کس دربحر تفکر گوناگوں غوطہ خوردہ بحاصل

مجھ حقیر پر جو صادر فرمایا عین بندہ نوازی کی نشان
دہی کی ہے۔ لیکن اس کا اثر مجھ پر کب اور کیسے
ظاہر ہوگا۔ حکم عالی ہوا کہ عنقریب چند
دنوں میں یہ دلی مقصد اور خیال کا
رفع حجاب ہوگا اور یہ خواب وخیال کا پردہ
تمہارے درمیان سے اٹھ جائے گا اور تم
ہمارے نگاہوں کے سامنے رہو گے۔ خواجۂ عالم
کی بے ہوشی انہیں باتوں پر ختم ہوئی اور
آپ وداع کے وقت اپنے لب مبارک کو
آپ کے قدموں پر رکھ دیئے دلدار نے اپنے ساتھ وصل
عزیز کا وعدہ کیا ہے۔ اے دل تو خوش ہو
جا اور داغ غم والم کو وداع کرلے۔ اس کے
بعد آپ وہاں سے تیزی کے ساتھ روانہ
ہوئے۔ مدت مدید کے گذر جانے کے بعد حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مرقد منورہ
کے زیارت کا ارادہ کیا۔ اور راستہ ڈھونڈتے
ہوئے بغداد معرفت آباد میں اپنے آپ کو پہنچا
لیا بعد ازاں زیارت قبر انور و مرقد اطہر غوث
پاک سے ظاہری وباطنی حیثیت سے مستفیض ومستفید
ہوئے الغرض جب سلسلۂ قادریہ عالیہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین میں سے جو رشتہ دار تھے آپکی تشریف
آوری سے مطلع ہوئے ہر ایک کو اپنے اپنے دل میں ایک
قسم کا اندیشہ ظاہر ہوا ہر ایک تفکرات کے دریا

وبکمال لا طائل چناں بر دند کہ بکرات ومرات اعادہ وارجاع وارث علی الاستحقاق دریںجا غیراز طلب وراثت وریاست نباشد۔ازیں نوع بچوں درفکر دور و دراز دارد ظاہراً بارسم تقویت ومواخاۃ و باطنی بے علارا ومواساۃ صدائے تہنیت ومبارکبادی دردادند وچوں شاہ صاف دل برمافی الضمیر آں وارثان مطلع شد روزی از روزہا نزدیک روضۂ متبرکہ شریفہ استادہ ندا درداد کہ اے قرابات و خویش ازمن غناکیش از طمع میندیش

ما عاشقیم وترک ریاست وسروری
کردیم جملہ گرچہ بمیراث برحقیم
الحق سجادہ نشین مطلق ووارث الیق

ومستحق آں محبوب برحق ربانی مائیم باجود وجود پیرخود ہم ہیچ یکے از برادران نمی سزد کہ دست تصرف براملاک واقمشہ وامتاع ایشاں وہر چہ متعلق روضہ منورہ ہست دراز کشد واگر می خواہند کہ دست از املاک باز دارم وبالکل حرف وحکایت وراثت از لوح دل واز نوک زبان بردارم پس بشما امرے می فرمائیم اگر شما وارث بناہاں متفق اللفظ والمعنی مامور ما شدہ عجبے نیست کہ ایں کار از قوہ بفعل بیاید وآں آنست کہ تاچہل روز

میں قسم قسم کے غوطے لگا تا رہا۔ آخر یہ سب بے حاصل اور کمال لا طائل رہے کہ کہیں اس وارث علی الاستحقاق کی آمد ریاست و وراثت کے طلب میں تو نہیں ہوگا اسی فکر میں ڈوبے ہوئے رہے اور ظاہری طور پر بھائی چارگی اور ہمدردی کا اظہار کرتے رہتے تہنیت ومبارکبادی کی آواز بلند کرتے رہتے جب شاہ صاف دل ان وارثوں کے دلوں کی باتوں سے مطلع ہوے تو ایک روز انہیں دلوں سے روضۂ متبرکہ کے قریب کھڑے ہوکر یہ ندا دی کہ اے رشتہ دار والے اپنے بھائیو، مجھ سے بے پروا رہو اور میرے آنے سے کوئی فکر نہ کرو۔ (ترجمہ اشعار)

ہم خدا کے عاشق ہیں ریاست اور سرداری کو چھوڑ چکے ہیں، اگرچہ کہ باعتبار میراث کے ہم بھی حقدار ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ حضرت محبوب ربانی کے سجادہ نشین اور مستحق وراثت ہم ہی ہیں اور میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ ہوں۔ بھائیوں میں سے کسی کو یہ لائق نہیں کہ آپ کے مال و متاع اور ہر اس چیز پر جو روضۂ پاک سے متعلق ہے دست تصرف دراز کریں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان معاملات سے دست بردار ہو جاؤں، صدق دل وصدق زبان ہو کر میں تمہیں حکم دیتا ہوں، اگر تم لوگ ظاہری ومعنوی حیثیت سے ساتھ دیں تو کوئی تعجب نہیں کہ یہ کام قوت ارادی سے پورا ہو جائے۔ وہ یہ ہے

روضۂ منورہ جدم را چہل روز برمن بگذارند
کہ ہیچ احدے از زوارشان و سجادہ نشینان
و مریدان و معتقدان و خادمان و مجاوران
دریں مدت معلوم خود را داخل آں خیر المکاں
نیاید کرد بلکہ ہیچ جاروب کشے بخدمت جاروب
کشی و چراغ افروزی خود را گرداگرد او نباید
آورد۔ نئے نئے چراغ خاندان آں شاہ ملک
ملکوت واین روضۂ متبرکہ لطیف و من دخلہ
کان آمنا موصوف ہست منم و آنجا کہ من باشم
چہ حاجت ہست بروشنی چراغ دیگر، چوں وارثان
بسبب ایں نکتہ ترغیب ازاں مظہر نکات عجب
استماع فرمودند، چوں ایں کار در نظر ایشاں
ہر چند آں دشوار نمی نمود ہمہ یکدل و
یک زبان مامور امر عظیم القدر آں سرور بلند
قدر شدہ کلید روضۂ منورہ بتفویض آں
سرور نمودند و دخل او را رضا دادند و بعد ازاں
از چہار طرف سد دروازہ نمودہ آں سید الاولیأ
داخل آں مضجع شریف شد و چناں سد دروازہ
نمود ہیچ یکے از جاروب کشاں و خادماں را
بلکہ مور و مگس را مجال دخل شدن نبود بہ
احوال او بجز خدائے عز و جل و حضرت محی الدین
غوث الکمل کسے را اطلاع نبود۔ قومے از
سکان و وطان بغداد خیر البلاد را عادتے

کہ چالیس روز تک میرے جد محترم کے روضۂ منورہ میں
مجھے اسی طرح چھوڑ دیا جائے اور کوئی بھی وارثین
سجادہ نشین، مریدین اور معتقدین، خادمین
اور مجاوروں میں سے مدت معینہ تک اس مقدس
مقام یعنی روضۂ اقدس کے اندر داخل نہ ہوں
یہاں تک کہ کوئی جاروب کش اور چراغ لگانے
والا بھی اس کے آس پاس نہ آئے، کیونکہ میں خود
شاہ ذی جاہ کے خاندان کا چراغ ہوں۔ یہ روضۂ
متبرکہ جو من دخلہ کان آمنا کا مصداق ہے۔ اس
کے لئے میں کافی ہوں اور جس جگہ میں رہوں اس
جگہ دوسرے چراغوں کی ضرورت کیا ہے۔ جب وارثوں
نے اس عمدہ نکتہ کو جو اس مظہر نکات سے ظاہر
ہو رہے تھے سنا تو یہ کام ان کے نگاہوں میں
دشوار ثابت نہ ہوا، تو تمام نے ایک دل و
ایک زبان ہو کر اس امر عظیم کو جیسا کہ اس عالی مرتبت
نے فرمایا تھا عمل کیا اور روضۂ مبارک کی کنجی حضرت
کے حوالے کر دی اور آپکو داخل ہونے کی اجازت
دے دی۔ اس کے بعد چاروں طرف سے دروازے بند
کر دیئے گئے۔ دروازے اسطرح بند کر دیئے گئے کہ کوئی خادم
یا جاروب کش بلکہ مکھی چیونٹی تک اندر داخل ہونے
کی طاقت و مجال نہیں رکھتی تھی۔ آپ کے احوال پر سوائے
خدائے بزرگ و برتر اور حضرت محی الدین غوث
الاعظم کے کوئی مطلع نہ تھا۔ بغداد شریف ہی میں

معہود چناں بود کہ چوں پگاہ از ملک بے خودی
کہ عبارت از خواب است بعالم باخودی کہ
کنایت از بیداری است می رسیدند ہموں
وقت تجدید ونو بتقدیم رسانیدہ باول بار خود
را داخل حریم روضۂ منورہ می کردند وبعد از
ادائے لوازم تقبیل وتلثیم مرقد مطہر نماز فجر
گزاردہ بہ نزدیک کار خود می شدند وغیر از
تقبیل وتلثیم مزار فیض آثار آں سرور ہیچ
کارے مقدم نمی داشتند تا بحدیکہ از خوردنی
ونوشیدنی باز می بودند وچوں آں سید الاولیأ
داخل آں روضہ رحمت آباد شدند ایشاں ازاں
کار مانع شدند وازاں سعادت عظمیٰ محروم ماندند
ہمہ ترک خوردنی ونوشیدنی وکار وکسب گرفتند
ومدت موعود آں سرور را منتظر می بودند الغرض
مدت معلوم بسر آمد ونہایت انجامید ناگاہ روز چہلم
ندائے از عالمِ غیب قرع سمع شریفش شد
کہ اے فرزند برگزیدہ ومحبوب پسندیدہ چوں علی
زعم برادران خود مدت معلوم بسر رسانیدی وظیفہ
سعادت ابدی آنکہ بخیر وسعادت وبرافاضت
ظاہری وباطنی قدم بیروں نہی وازمدت چہل روز
معتقدان خاص ما پے تقبیل وتلثیم قبر منورم
ترک آب وطعام کردہ اند بگذار تا ایشاں
بسعادت عظمیٰ برسند کہ از جوع وتشنگی
جاں بلب رسیدہ اند۔ شاہ ذیجاہ بعد از استماع

رہنے والوں میں سے ایک جماعت کی یہ عادت تھی کہ
صبح سویرے نیند سے بیدار ہوکر درگاہ شریف پہ
حاضری دینے کے لئے چلے آتے تھے۔ اور جوق در
جوق ایک دوسرے سے پہل کرتے ہوئے روضۂ
مبارک میں داخل ہوتے اور ادائے لوازم بوسہ
دہی وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز فجر ادا کرتے پھر
اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ یہ لوگ
حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف
کو چومنے سے پہلے کسی کام کو مقدم نہیں کرتے تھے
یہاں تک کہ کھانے پینے سے بھی رُکے رہتے تھے۔ جب
سے حضرت مزار پرُ انوار میں داخل ہوئے تھے اُن
لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روک دیا تھا اور
یہ لوگ اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہو گئے تھے، تمام
لوگ کھانا پینا چھوڑ کر حضرت نے جو وقت مقرر کیا
تھا اسکا انتظار کرتے رہے۔ الغرض مدت معینہ ختم ہوئی۔
اچانک چالیسویں روز عالمِ غیب سے ایک ندا سنائی
دی کہ اے فرزند برگزیدہ ومحبوب پسندیدہ، جب
اپنے بھائیوں کی اجازت کے مطابق مدت معینہ کو تمام
کئے اور سعادت ابدی کا کام سرانجام دئے اور
بہتری اور نیک بختی ظاہری وباطنی فیوضات کو
حاصل کرلئے ہو۔ اب باہر جاؤ کیونکہ چالیس دن سے
ہمارے خاص معتقدین قبر منور کی تقبیل وتلثیم کے
واسطے کھانا پینا ترک کئے ہوئے منتظر ہیں۔ اب جاؤ تاکہ
یہ لوگ سعادت عظمیٰ حاصل کریں۔ بھوک پیاس سے یہ لوگ

ایں ندا عرض رسانید کہ ای تاج رئیس الاقطاب
و ائے برگذیدۂ خدا ؎

خدا تختِ کرامت چوں بنشانید
زفیض دامن بدور عالم افشانید
از کمال کرامت و مکرمت و مرحمت کہ در حق داری
حکم عالی جہاں صادر فرمودے
ولدا حیدرا افادت یا ر
قدم از روضۂ ام بیروں بردار
آرے چوں بندۂ محکوم حکم تست
بصد جان و دل ، ؎ ولے
بیروں چگونہ لنشد ہیچ حاصلے
مقصود اصل خود کہ بدل داشتم عزیز
از کائنات ملک دو عالم و جملہ حد و آں نیتے
کہ منوی دل و عزمے کہ مضمر ضمیر بندہ است
ہمہ در خدمتِ پیر مرحمت ظاہر است میخواہم کہ
بداں نیت عزیز مکرم گردم باز ندا آمد اے فرزند
دلبند آں نیت رویت عین بعین کہ در دل می
داری از اول روزے وکرامت سجادہ نشین
خود کردیم باز چہ شاہ جواب داد کہ اے جدّ
بزرگوار چوں ایں بندۂ خدمت گار ترک ریاست
وراثت کردم، پس کئی سجادہ نشین باشم و
ایں دولت عظمیٰ کہ اعظم مآرب دینی و دنیوی است
چگونہ شایم باز جواب فرمودئے اے سرور سعادت
انتہائے من از اول و آخر بر خاندان شما ختم کردیم۔

جاں بلب ہو گئے ہیں۔ شاہ دیجاہ نے اس آواز کو سننے
کے بعد عرض کیا کہ اے تاج رئیس الاقطاب و اے برگزیدۂ خدا
(؎ ترجمۂ شعر) خدائے تعالیٰ نے آپ کو جب سے تختِ کرامت
پر بٹھایا ہے اہل عالم آپکے فیوضات و برکات سے اپنا دامن
بھرے ہیں کیونکہ آپ بزرگی بخشش اور شفقت کے پیکر
ہیں۔ آپ بزرگوار نے حکم صادر فرمایا۔ اے فرزند حیدر!
اپنے محبوب کے فائدے کے لئے محبوب کے روضہ سے قدم
باہر رکھو۔ یہ سننا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا ہاں یہ غلام
تو آپ کا محکوم ہے۔ بصد دل و جان قبول کرتا ہے،
لیکن کیسے باہر جاؤں جب کہ کوئی چیز حاصل
نہیں ہوی ہے۔ کیونکہ اصل مقصد کو اپنے دل
میں عزیز رکھتا ہوں۔ ایسا مقصد جو ساری
کائنات اور دونوں جہان سے پیارا ہے۔ میں
ایسی نیت کیا ہوں اور ایسا عزم صمیم دل میں
پوشیدہ رکھتا ہوں جو کہ حضرت فیض اقدس پہ
ظاہر ہے اور چاہتا ہوں کہ اس نیت عزیز کو شرف
قبول تک پہنچاؤں۔ پھر ندا آئی اے فرزند دلبند!
تمہاری اس نیت و ارادے کو جو تم دل میں رکھتے ہو
پہلے دن ہی ہم جان گئے اور اپنی سجادگی کے مسند کو
تمہارے حوالے کرتے ہیں۔ پھر شاہ نے جواب دیا کہ اے
جد بزرگوار جب یہ بندہ ریاست و وراثت کے خدمتگاری
کو ترک کر دیا ہے تو پھر کیسے سجادگی اختیار کرے اور یہ دولت
عظمیٰ دینی اور دنیوی حیثیت سے بہت عظیم ہے اور جس کا
میں کیسے مستحق ہو سکتا ہوں پھر جواب میں فرمایا کہ اے سرفراز

و چوں من بتو ایثار ایں نعمت کردم و تو ایشاں
را از دل غنا منزل خود بخشیدی پس ہر جا
کہ باشی باش و بر ہر کہ ایثار می کنی بکن
بحقیقت جان نسبتے ما بر تو ختم کردیم و چوں
ایزد جل جلالہ مرا بمحبوبے خود از جملہ اولیاء
اولوالالباب امتیاز بخشید ہمچناں من ترا
بمطلوبے خود از فرزندان دیگر برگزیدم و من
بعد ہر چیزیکہ از درگاہ ما درخواست کنی
و ہر عزمے و نیتے کہ بحصول آں خواہش
نمائی آں ہمہ ہر جاست و ہمہ حاصل تراست
شاہ را ازیں نور آثار بشاشت بر بشرۂ
مبارک ظاہر شد عرض داشت اے غوث
برتر و اے محبوب اللہ اکبر ایں چنیں عنایات
بے نہایت در حق بندہ تراست باز پس
چنیں حجاب چراست چوں ایں تقریر دلپذیر
بعرض آں سلطان ولایت قدرت ان اللہ
علی کل شیئ قدیر رسانید، ہموں وقت
حجابے کہ در میان دور شد و دیدار محبوب
میسر شد و عین بعین مقابل رو بیش
استاد بالبے ہم لبیانہ ہم کلام شد
حیدر را ہمیں نوع عین بعین مقابل چشم پیش
نور من باشی و ایں عین بعین من بعد در
خاندان تو حتی الآن عطا فرمودیم الغرض شاہ

سعادت ہم اس عہدے کو تمہارے خاندان کے اول
و آخر فرد پر ختم کر دئے ہیں۔ ہم تو تمہیں یہ عہدہ عطا کرتے
ہیں اور تم اپنے مستغنی دل سے ان لوگوں کو بخشش
رہے ہیں، خیر تم جہاں رہنا چاہتے ہو رہو اور تم جس
کسی پر اس عہدے کو ایثار کرنا چاہتے ہو کر لو لیکن ہم
بدل و جان اپنی نسبت کو تم پہ ختم کرتے ہیں جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا محبوب بنا کر اپنے تمام دوستوں میں
امتیازی مرتبہ بخشا ہے، اسی طرح میں تم کو اپنا مطلوب
بناتے ہوئے اپنے تمام فرزندوں میں تمہیں منتخب کر لیا
ہوں اور جو چیز بھی ہمارے درگاہ سے تم چاہو گے یا
کوئی ارادہ یا نیت اپنی اغراض کے حصول میں کرو گے،
تو وہ ہر جگہ تمہیں حاصل ہوگی۔ یہ بات سن کر آپ کے
چہرۂ مبارک پر ایک چمک و بشاشت ظاہر ہوئی پھر
عرض کیا اے غوث برتر محبوب اللہ اکبر، جب اس
بندے پر آپ نے اس طرح کی عنایتیں کی ہیں تو پھر یہ پردہ
و حجاب کی کیا ضرورت ہے۔ جب یہ دلپذیر باتیں
سنیں فوراً ہی دونوں کے درمیان جو پردہ تھا وہ دور
ہو گیا۔ محبوب کے دیدار سے آپ کا دل باغ باغ ہو گیا
اور روبرو کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی زبان فیض ترجمان
سے فرمایا اے حیدر اسی طرح تم ہمیشہ میرے آنکھوں کے سامنے
رہو گے۔ اس سلسلے کو تمہارے خاندان میں اب تک عطا
کئے ہیں۔

الغرض شاہ کو علم ظاہری و باطنی سے

را از علم ظاہری و باطنی معزز و مکرم ساخت
و شیرینی از فیض سرمدی در کامش ریخت
و بر سرش افسر کرامت بنہاد و در برش خلعت
تفاخر و مباہات در داد و عنوان حال او را بتوقیع
الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم
یحزنون موقع گردانید پس بوسہ چند لبشرہ ریش
داد و شاہ ساعتے سر مبارک خود بر پائے مبارک
آں سرور نہاد، بعد از اں آں ثانی حیدر کرار
از اں دار و دیار قدم بیروں نہاد و ندائے بلند
چنیں در داد اے قرابت و یگانہ و اے خویش و بیگانہ

؎ کہ ازیں روضہ بلند و برتر
آنچہ اصل است می برد حیدر

و ہر چہ غیر اصل است بشمار بگذاشت و اگر
شما عقل و ہوش می دارید او را ازیں جا بگذارید
و محکم نگاہ دارید القصہ چند روز بایں ندا
در ہمہ کوئے و بازار بغداد خیر البلاد فیض آباد
آں قصہ منادی شد و از انجا باز عزم سفر را مصمم
کرد طیار، بعد از اں دیار قدم بیروں نہاد و در
ہر زمانے و مکانے از تعجب و عجائبات و غرائبات
دو رانی میدید و در فضائے بر و بحر کہ ہر آئینہ
ہیچ افراد بنی آدم در اں جا نرسیدہ بلکہ از گوش
نشنیدہ رخت خود می کشید و عجائب متنوعہ
و غرائب گوناگوں معائنہ و ملاحظہ می فرمود،

معزز و مکرم کیا۔ فیض سرمدی کی مٹھاس سے
آپ کے حلق میں ڈالا۔ آپ کے سر پہ تاج کرامت اور
آپ کے تن مبارک پہ خلعت فاخرہ کو رکھا اور آپ
کے عنوان حال کو (الا ان اولیاء اللہ لا
خوف علیہم ولا ھم یحزنون) کا مصداق
بنایا اس کے بعد آپ کے چہرہ اور پیشانی پر
چند بوسے دئے اور آپ نے اپنے سر مبارک کو سردار
اولیاء کے قدموں پہ تھوڑی دیر کے لئے رکھا بعد
از اں یہ حیدر کرار ثانی اس پاک مقام سے اپنا قدم
باہر رکھا اور بلند آواز سے فرمایا اے میرے خویش
و اقارب اے میرے اپنے اور پرائے یہ تمہارا حیدر
اس درگاہ عالی سے جو کچھ اصل ہے لئے جا رہا ہے اور
جو بے اصل ہے تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے، اگر تم لوگ
عقل و ہوش رکھتے ہو تو اس کو اس جگہ چھوڑ دو اور
اس کی حفاظت کرو۔ القصہ چند دنوں تک بغداد
فیض آباد کے گلی کوچہ میں ایسی ہی ندا کرتے رہے
پھر وہاں سے سفر کا مصمم ارادہ کیا تیار ہو کر بغداد
شریف سے نکلے۔ اثنائے سفر میں ہر وقت ہر جگہ
مختلف قسم کے عجائبات و غرائبات کا مشاہدہ فرمایا۔
خشکی و تری کے تمام راستے جہاں آج تک بنی آدم
میں سے کسی کا گذر نہیں ہوا۔ بلکہ کان تک نہیں سنے
ان مقامات سے آپ گذرتے رہے، ان قسم قسم
کے عجائبات و غرائبات جن کا آپ نے مشاہدہ و معائنہ

ازانجملہ بلکہ عشر عشیرے و نصر نصیبے ازاں بطریق تیمناً و تبرکاً بر حکم سید الخاص و العام شاہ عالی مقام سیدنا و مولانا حضرت شاہ درویش بروفق طبع در قلم آورد، امید از درگاہِ عالی آنحضرت چناں میدارد کہ نظر بر عبارتِ پُر خسارت ایں بے بضاعت نہ نہند، عجائب و خوارقات را در نظر آرند۔

فرمایا۔ اس کا عشر عشیر سید خاص و عام شاہ عالی مقام سیدنا و مولانا حضرت شاہ درویش کے حکم پر حسب طبع قلمبند کیا۔ آپ بزرگوار کی بارگاہِ عالی سے بندۂ بے بضاعت اُمید وار ہے کہ اس عبارتِ پُر خسارت پر توجہ نہ فرماتے ہوئے عجائبات و خوارقات کو مرکز نظر بنائیں گے۔

الحمد للہ "خوارق حیدریہ" کی تمہید پایۂ تکمیل کو پہنچی انشاء اللہ آئندہ سال اس کی دوسری قسط جو خوارقات پر مشتمل ہے، لیکر بزم اللطیف میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ



پیشکش: شیخ رفیع احمد شوالی
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت اسکان قطب ویلور
قدس سرہٗ

نعت پاک

از حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ یکتا توئی	برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی
اے اللہ کے مقدس رسولؐ آپ کو خالق یکتا کی محبوبیت کا شرف حاصل ہے	آپ صاحب جلال اور کائنات وموجودات میں بے مثال و بے ہمتا ذات کے برگزیدہ ہیں
نازنینِ حضرتِ حق صدرِ بزمِ کائنات	نورِ چشم انبیاء و چشم و چراغ ما توئی
آپ حضرت حق کے محبوب ہیں بزم کائنات کے صدر اور بدر منیر ہیں	انبیاء و مرسلین کی آنکھوں کا نور ہیں اور ہمارے لئے سراج ہدایت ہیں باعث افتخار ہیں
در شبِ معراج بودہ جبرئیل اندر رکاب	پا نہادہ بر سریرِ گنبدِ اعلےٰ توئی
یا رسولؐ! آپ کی شانِ اقدس واعلیٰ یہ ہے کہ معراج کی شب میں روح الامین آپکے رکاب میں تھے	اور آپ کے قدم مبارک گنبد اعلےٰ کے تخت پر تھے
یا رسول اللہ تو دانی امتِ تو عاجزاند	عاجزان را رہنما و پیشوائے ما توئی
یا رسول اللہ! آپ کو علم ہے کہ آپ کی اُمت عاجز و درماندہ ہے	اور آپ ہی ہم عاجزوں اور بیکسوں کے سب سے بڑے دستگیر و رہنما ہیں

شمس تبریزی چہ داند نعتِ تو پیغمبرا!

یا رسول اللہ شمس تبریزی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ آپکی تعریف کرسکے آپکو تو

مصطفےٰ و مجتبےٰ و سیدِ اعلیٰ توئی

اللہ نے پسند کیا ہے برگزیدہ بنایا ہے آپ سید الکائنات ہیں اور آپ تمام مخلوقات میں اعلیٰ و افضل ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدقہ فطر

از جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب اشرفی مبارکپوری
استاذ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا

اسلام کے قوانین اور اس کے احکام ایسے مکمل اور مستحکم ہیں کہ دنیا چاہے کتنا ہی کروٹ لے لے اور تغیر و تبدل پیدا ہو جائے مگر اسلام کے قوانین جو مرتب ہو گئے وہ تا قیام قیامت باقی و دائم رہیں گے۔ اسی قانون کے تحت حوادثات عالم اور نو پیدا اشیاء کے جواز و عدم جواز کا حکم صادر ہوگا۔ اسلام نے حیات انسانی کے ہر ہر شعبہ کا تحقیقی جائزہ لیا ہے اور کوئی ایسا گوشہ نہیں جو تاریکی کے لپیٹ میں رہ گیا ہو۔ حتیٰ کہ شکم مادر سے لے کر نزول قبر میں جانے تک کے سارے مسائل سلجھا دئے۔ بچے کو دودھ پلانا اور چھڑانا، پرورش کرنا، تعلیم، روزگار، شادی بیاہ، خوشی و غمی سارے احکام تفصیل وار بیان کر دئے۔ غریب، امیر، سلطان و وزیر، تارک الدنیا اور عیالدار سب کے لئے قانون بنا دئے۔ اب مسلمان کو قانون و آئین بنانے کی حاجت و ضرورت نہیں۔

رب العالمین نے ہم پر نماز روزے، زکواۃ وغیرہ فرض کر دئے اور جو احکام ان کے متعلق اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادئے اسی پر عمل کرنا، اسی کی اتباع و اطاعت میں فلاح و کامیابی منحصر ہے۔ روزے میں جو تبدیلی اور آسانی و سہولت درکار تھی اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادئے، وہی قانون قیامت تک کے لئے بن گئے۔ مثلاً روزے کی رخصت حالت سفر میں دے دی گئی، خواہ سفر میں کتنی ہی سہولت و راحت پیدا ہو جائے ہمیشہ رخصت و اختیار ہی باقی رہے گا۔

اگر روزہ بلا عذر شرعی چھوڑ دے تو اس کے لئے جو کفارہ دینے کا حکم ہے، وہی دینا ہوگا ورنہ جو وعید تارک پر بیان فرمائی گئی ہے یقیناً اس کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرعی احکام کی تعمیل اور فرماں برداری کی توفیق بخشے آمین۔

رب کریم کا ارشاد اس بات کا گواہ ہے کہ ہمیشہ امت محمدیہ کی آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔ بندہ اگر عقل و شعور سے اپنی خطا پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے تو امید ہے کہ دنیا سے پاک و صاف ہو کر لقاء رحمن ہو۔

رمضان المبارک کا مہینہ فضل الٰہی و رحمت خداوندی کا خاص مہینہ ہے۔ جس میں روزہ دار کو ہر ساعت ہر آن اجر و ثواب اور خوشنودی رحمن حاصل ہوتی ہے۔ ان خوشیوں کے مظاہرہ کا نام عید ہے۔

عید الفطر میں اس اظہار مسرت کی کچھ زکوٰۃ بھی دی جاتی ہے جس کو فطرہ کہا جاتا ہے۔ ہر صاحب نصاب پر روزہ دار ہو یا شامت اعمال سے غیر روزہ دار فطرہ

لازم قرار دیا گیا ہے۔ جبتک فطرہ ادا نہیں کیا جاتا روزہ دار کا ثواب واجر زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے۔ رب العالمین نے کہیں قد افلح من تزکّی فرما کر مسلمانوں کو ان کی فلاح اور تزکیہ نفس کی جانب توجہ دلائی۔ مفسرین نے فلاح کی مختلف تفسیریں کی ہیں جو ہر مفہوم کے اعتبار سے طہارۃ گناہ و تزکیۂ نفس اور نجاتِ اُخروی کی نوید مسلمانوں کو سناتی ہیں۔

بعض نے یوں تفسیر کی ہے۔ ظاہری و باطنی، حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ۔ اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ کیا اور کہیں ربنا فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا یعنی نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت نفسیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کے تابعدار بنائے تاکہ روح اور قلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ ۝ فان الجنۃ ھی الماویٰ اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اپنے جی کو خواہش سے تو بیشک بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا۔ یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا، بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا اور کیا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ فلاح و کامیابی حاصل کرنے میں اپنے نفس کا دخل اور لگاؤ نہ رکھے اور اپنی خواہشات کو شریعت محمدیہ کے تابع کر دے۔ اپنے رب سے ملاقات کرے تو اس حال میں کہ رب العالمین تمہارا ٹھکانا جنت ہی بنائے۔ اس لئے روزہ سے جو خاص پاکیزگی قلب صائم کو حاصل ہوتی ہے اس کا صدقہ بھی روزہ ہے۔ جس طرح نماز میں بہت کوتاہیوں کا صدقہ سجدہ سہو ہے اسی طرح بعض لغزشوں کا صدقہ فطر ہے۔ چونکہ فطرہ اس کے ساتھ لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے رمضان کی عید کا نام عید الفطر مشہور ہو گیا۔

غرض کہ عید مسلمانوں کا آگین تہوار ہے جس میں اگر ایک طرف بہجت و سرور کا خوش نما مظاہرہ کیا جاتا ہے تو دوسری طرف سر نیاز کو بارگاہِ قدس میں سجدہ کے لئے جھکایا جاتا ہے اور دوگانہ نماز ادا کی جاتی ہے۔ اگر فطرہ کی تنظیم خلوص للّٰہیت کے ساتھ کی جائے اور جمع شدہ سرمایہ کو صحیح طور پر مستحقین کی ضرورت پر صرف کیا جائے تو ملّت کے حاجتمند طبقہ کی بکثرت ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

اب میں ناظرین اللطیف کی نظر فطرہ کی اہمیت پر مبذول و متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ مضمون بالا میں اشارہ کر چکا ہوں۔ مگر اس کی تفصیل اور اس کی مقدار و وزن کیا ہے۔ کتنا فطرہ ادا کرنا لازم و ضروری ہے۔ اور کچھ اعتراضات ہیں، اس کی وضاحت ضروری ہے۔

فطرہ کے متعلق احادیث نبویہ واقوال ائمہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا چند احادیث وجوب فطرہ کے متعلق پیش نظر کرتا ہوں۔ پھر اقوال ائمہ سے پوری تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو۔ اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ ایک صاع خرما، یا جو، یا نصف صاع گیہوں۔

(۲) ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب من جدہ مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقۂ فطر واجب ہے۔

(۳) ابوداؤد ابن ماجہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو و بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مساکین کی خورش ہو جائے۔

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بہا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ (مشکوٰۃ)

(۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فی آخر رمضان اخرجوا صدقۃ صومکم فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الصدقۃ صاعا من تمر او شعیر علی کل اِمرأ و مملوک ذکر او انثیٰ صغیر او کبیر (مشکوٰۃ)

(۶) ومنہ قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر بمطھر الصیام (در بعض نسخ) مطھرۃ للصیام من اللغو والرفث طعمۃ للمساکین۔

(۷) عن رافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی کل عبد او حر صغیر او کبیر (مسلم) عنہما قال فرض رسول اللہ علیہ وسلم صدقۃ رمضان علی الحر والعبد والذکر والانثیٰ صاعا من تمر او صاعا من شعیر قال فعدل الناس بہ نصف صاع من بُر (مسلم)

تحقیق صاع اقوال ائمہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے نزدیک فرض ہے۔ اور کسی کے نزدیک واجب کسی کے نزدیک سنت مؤکدہ۔ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ ہم حنفی مسلک کی رُو سے تحقیق کریں گے اور اقوال حناف سے جو مفتیٰ بہ قول یہ ثابت ہوگا خلاصہ بیان کر دیں گے۔ قال ابو حنیفۃ ھی واجبۃ لیست فرضا علی مذھبہ فی الفرق بین الواجب والفرض۔

حدیث میں صدقۂ رمضان آیا ہے۔ رمضان کی قید سے اشارہ وجوب کیطرف ہے۔ قول شافعی میں وجوب غروب شمس سے ہے۔ عید کی اول رات ہے۔ وعند ابی حنیفۃ تجب بطلوع الفجر یعنی صبح

صادق سے وجوب ہوتا ہے۔ ھدایہ میں ہے صدقۃ
الفطر واجبۃ علی الحر المسلم اذا کان مالکاً
لمقدار النصاب الخ لقولہ علیہ السلام فی خطبتہٖ
ادّوا عن کل حر وعبد صغیر او کبیر نصف صاع
من بُر او صاع من شعیر رواہ ثعلبۃ بن صُعیر
العدوی صدقۃ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جبکہ مالک ہو مقدار
نصاب کا اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔
ادا کرو ہر آزاد و غلام چھوٹے و بڑے کی جانب سے نصف صاع
گیہوں یا ایک صاع جو یخرج ذلک عن نفسہ ویخرج
عن اولادہ الصغار ولا یؤدی عن زوجتہ لقصور
الولایۃ اور نکالے گا فطرہ اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد کی
طرف سے اور نہ ادا کریگا اپنی بیوی کی طرف سے اس لئے کہ ولایت
کاملہ نہیں ہے (یعنی ادا کرنا شوہر پر واجب نہیں۔ یونہی بالغ اولاد
کا فطرہ واجب نہیں، ادا کردے بطور استحسان ادا ہو جائے گا (ہدایہ)
صدقۃ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جسکی نصاب حاجت اصلیہ
سے فارغ ہو واجب ہے۔ اسمیں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے
کی شرط نہیں (بہار شریعت) صدقہ واجب ہونے کیلئے روزہ رکھنا
شرط نہیں۔ اگر کسی عذر، سفر، مرض بڑھاپے کی وجہ سے
یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔
(بہار شریعت) صدقۃ فطر واجب ہے۔ عمر بھر اس کا وقت ہے،
یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کرے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط
نہ ہوگا۔ نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے۔
اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کرنا ہے۔ (ترجمۂ عالمگیری)

مسئلہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی
صدقۃ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے
پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد
کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب
نہ ہوا (عالمگیری) وامر بھا فی السنۃ التی فرض
فیھا رمضان قبل الزکوٰۃ اور حکم کیا گیا ہے ادائے
صدقۃ فطر کا جس سال کہ رمضان المبارک فرض ہوا زکوٰۃ
سے پہلے۔ روزے رمضان کے فرض ہوئے، شعبان میں
بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا صدقۃ فطر کے لئے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوٰۃ
کی فرضیت سے پہلے ہی وکان علیہ السلام یخطب
قبل الفطر بیومین یا خراجھا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز قبل حکم فرماتے
صدقہ نکالنے کا۔ پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں دو
آدمیوں میں، یا ایک صاع کھجور یا جَو ہر شخص کیطرف سے آزاد
ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم زکوٰۃ الفطر معناہ قدّر الاجماع علی ان
منکرھا لا یکفر واجب ہے صدقۃ فطر۔ اور وہ حدیث
جس میں مذکور ہے فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
زکوٰۃ فطر کو اس کے معنی ہیں مقرر کیا اس وجہ سے کہ اجماع ہے
اس بات پر کہ منکر اس کا کافر نہیں ہے (درمختار)
لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب
ہے صدقۃ فطر اپنی بیوی کیطرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے

جو بالغ عاقل ہو۔ زوجہ کی طرف سے اس لئے واجب نہیں کہ اس پہ ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت نہیں ہے۔ اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد ونوش میں اس کا شریک ہو مگر اس کا صدقہ باپ پہ واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں (درمختار)

یہ اور بات ہے کہ باپ یا شوہر جو اس کے عیال میں ہیں سب کی طرف سے فطرہ نکال دے تو ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو جائے گا بغیر ان کی اجازت کے۔ بہتر ہے کہ یہ لوگ اجازت دیدیں ظہیریہ کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ترجمہ درمختار سے ظاہر ہے۔

مسئلہ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو ورنہ اولاد کی طرف سے ادا نہ ہوگا (بہار شریعت)

والصاع عند ابی حنیفة ومحمد ثمانیة ارطال بالعراقی یعنی طرفین کے نزدیک آٹھ رطل کا ایک صاع ہوتا ہے ۳۳ تولہ کا اور استار۔ ایک تولہ آٹھ ماشہ دو رتی کا ہوتا ہے اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا کل میزان دو سو ستر ۲۷۰ تولے کا ہے (حاشیہ صدریہ و عالمگیری)

وھو ای الصاع المعتبر ما یسع الفا واربعین درھما من ماش او عدس۔ اور صاع جو شرعاً معتبر ہے وہ ظرف ہے جس میں ایک ہزار چالیس درہم کے وزن کے ماش یا مسور سماویں۔ صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہموں سے دو سو آٹھ درہم کا۔ اور استار دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا۔ (ترجمہ درمختار)

صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے۔ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع کھجور یا منقے، یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔ **مسئلہ** ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے مثلاً چاول، جوار باجرہ یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔ یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو۔ یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جو کی ہو۔ (عالمگیری)

اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون ۳۵۱ روپئے بھر ہے۔ اور نصف صاع ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپئے اٹھنی بھر زائد (بہار شریعت)

جو مسائل بیان کئے گئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ چار اشیاء کا ذکر احادیث میں مذکور ہے۔ وہ نصف صاع یا ایک صاع دینے سے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ خواہ قیمت کچھ ہو۔ مگر ان کے علاوہ کسی اور چیز سے ادا کرے گا تو گیہوں کی قیمت کا لحاظ کرنا واجب ہے۔ اگرچہ مقدار و وزن کے لحاظ سے نصف صاع سے زیادہ ادا کر دے لیکن قیمت میں نصف صاع سے کم ہے تو اس کی تکمیل ضروری ہوگی۔

صاع کی تحقیق کے سلسلہ میں عربی و اردو کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاع کے وزن میں

اختلاف ائمہ زیادہ ہے۔ مختلف کتابوں میں مختلف اوزان ہیں۔ کس قول کو ترجیح دی جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں بہار شریف میں جو برٹش گورنمنٹ کے زمانہ کے روپئے کا وزن بیان کیا گیا ہے اسی قول کو انسب و بہتر سمجھا۔ کیونکہ اس سے زیادہ کا کوئی قول نہیں ملا۔ برٹش کے زمانہ کا روپیہ تلاش کر کے وزن کیا تو ۱۲ ماشہ کا ہوا۔ اس حساب سے نصف صاع کا وزن ایک سو چھپتر روپئے اٹھنی پھر زائد لیا۔ موجودہ حکومت کے روپیہ کا سکہ لیکر حساب کیا گیا تو دو سو چار روپیے اٹھنی ہوے۔ انہیں روپئے سے گیہوں تولا گیا تو دو کلو ایک سو ستائیس گرام ہوے۔ صوبۂ مدراس کا پیمانہ جس کو پڑی کہا جاتا ہے ناپا تو ایک پڑی ڈیڑھ پاؤ اور کچھ زائد ہوا۔ جو اوزان ہیں اپنی عملی تحقیق ناپ تول کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس سے اگر کم کر دیا گیا تو ادائیگی میں نقص و کمی کا احتمال ہے لہٰذا بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک مشت زیادہ دے دیا جائے تو یقین ہے کہ نصف صاع یا ایک صاع گیہوں یا جو ادا ہوگا اور جو زیادہ دے دیا فقراء و مسکین پہ تبرع، وہ احسان ہوگا۔ اس کو ایسا ہی سمجھو جیسے گھی دال میں ڈالنا تھا دال ہی میں گر گیا یعنی بیکار نہیں گیا۔ بعض حضرات کو یہ کہتے سنا کہ یہاں گیہوں پیدا نہیں ہوتا دیگر مقام سے آتا ہے، دکاندار زیادہ قیمت پہ فروخت کرتے ہیں۔ کون پنجاب و نیپال جائے۔ جو چیز یہاں پیدا ہوتی ہے اسی سے فطرہ ادا کریں گے۔ میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اپنی تمام ضروریات اپنے ہی شہر اور گاؤں سے پوری کی جاتی ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر بنارس، کانپور اور احمد آباد کیوں نہیں یاد کیا جاتا۔ حالانکہ شریعت نے فطرہ و زکوٰۃ میں، فقراء و مساکین کا لحاظ رکھا ہے۔ سال میں ایک مرتبہ فطرہ و زکوٰۃ دینا پڑتا ہے، تو دیگر مقام کا خیال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جبراً ادا کر رہے ہیں۔ غور کریں اور سوچیں کہ جب خلوص اور للّٰہیت نہیں تو کیا امید ہے کہ وہ مقبول بارگاہ ہوگا۔

ملک عرب میں گیہوں کہاں پیدا ہوتا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کا اعلان فرمایا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملی ثبوت دیا۔

غرض مسلمان جو بھی عمل خیر کریں احکام الٰہی سمجھ کر اور خلوص نیت سے کریں۔ ان شاء اللہ الرحمٰن یقیناً مقبول بارگاہ ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

نعتِ شریف

از سید شمیم انصاری

پیش کش از:
سید عطا و شمیم
فرع سید الیاس بانیانِ تعلیم والعلوم
لطیفیہ مکانِ حضر
قطب ویلور

اے خوشا بخت مدینہ سے پیام آئے ہیں
اور مجھ ایسے گنہگار کے نام آئے ہیں

دور میں کوثر و تسنیم کے جام آئے ہیں
آج گردش میں کئی ماہِ تمام آئے ہیں

دل کا دُکھ درد جو اُن سے نہ کہوں کس سے کہوں
ایک وہی ہیں جو غم و رنج میں کام آئے ہیں

عرصۂ حشر میں مخصوص نہیں ہے کوئی
سب کی بخشش کے لئے فخرِ انام آئے ہیں

سرنگوں بُت ہوئے میدانِ عمل میں واعظ
جب بھی سرکارِ دو عالم کے غلام آئے ہیں

باادب خدمتِ اقدس میں صبا پہونچانا
میرے لب پہ جو درود اور سلام آئے ہیں

جب کبھی مجھ پہ کٹھن وقت پڑا کوئی شمیم
آپ ہی میرے برے وقت میں کام آئے ہیں

جس نے انسان کو انسان بنایا

از: جناب مولوی نعیم اعجازی صاحب فاضل اشرفیہ مبارکپور یوپی

نسیم سحری کے کیف آور جھونکے شاہد ہیں کہ صبح صادق کے منادی نے مشرق کے کنگوروں سے جب بھی آفتاب عالمتاب کے آنے کی خبر دی تو پوری کائنات پر ظلمت کا تسلط تھا، خورشید کی ضیا بار کرنوں نے طلوع ہوکر نہ صرف خطہ مشرق کو روشن کر دیا۔ بلکہ شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے ایک ایک خطہ کو ایک ایک گوشے کو ہر شہر اور ہر قریے کو اپنی فیض بخشی سے مالامال کر دیا۔ اور اس کی شعاعیں جس طرح شاہی ایوانوں پر پڑیں، اسی طرح غریبوں کے جھونپڑوں پر بھی پڑیں ـــــ بعینہ اسی طرح عرب کی سرزمین پر طلوع ہونے والے آفتاب رسالت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خاکدان گیتی کو اپنی بعثت کا شرف بخشا تو پوری کائنات پر جہالت و گمراہی کی حکمرانی تھی، سارا عالم کفر و شرک کے تند و تیز تھپیڑوں کی زد میں تھا۔ فارس کی سرزمین پر مجوسیوں کے لاکھوں سر آگ کے سامنے جھکے پڑے تھے۔ اور اس عقیدے کے ماننے والے عراق سے لیکر ہندوستان کی سرزمین تک پھیلے ہوئے تھے۔ یورپ کا مذہب عیسائی تھا، جس کا طویل سلسلہ پورے ایشیاء اور افریقہ تک پھیلا ہوا تھا، ان کے علاوہ متعدد ممالک میں آفتاب و ماہتاب ورات کے جلوؤں میں بہنے والے ستارے، درخت، پہاڑ، سمندر حتیٰ کہ اپنی طرح زمین پر چلتے پھرتے انسانوں کے سامنے اس ظالم انسان نے اپنی پیشانی ٹیک دی تھی ـــــ جس نے روز ازل خداوند قدوس کی صدائے "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کے جواب میں "بلیٰ" کا ادا کردہ جملہ فراموش کر دیا تھا۔ اس دور میں بھی ایک خدا کا تصور زندہ تھا لیکن اُسے یہ لوگ خداؤں کا خدا یا سب سے بڑا خدا کہتے تھے۔ اور اسکی ربوبیت میں دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ فاران کی چوٹی سے طلوع ہونے والے آفتاب ہدایت نے ہمالہ کی سر بفلک چوٹیوں کو اپنی صداقت کی کرنوں سے معمور کر دیا۔ یونان و روم کی اولوالعزم حکومتوں کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ کفر و شرک کے منارے لرزہ براندام ہوگئے۔ اس کی روشنی سے جس طرح سلمان فارسی نے استفادہ کیا، صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی بہرہ مند ہوئے آقاؤں میں جس طرح عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے قلب کو منور کیا۔ صدیوں سے صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ ایشیاء اور روم و یونان کے طویل علاقوں میں غلاموں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی حبشی قوم جس کا تصور ہی غلامی کا مترادف تھا اس قوم کو بھی اپنے دامن میں جگہ دی۔ جس کی زندہ مثال حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ وہی بلال حبشی جب تک صرف بلال تھے یعنی دامن سید ابرار

سے وابستہ نہ ہوئے تھے۔ امیہ بن خلف کے کوڑوں کی ضرب سے وادیٔ حجاز میں بلالؓ کی چیخیں بلند ہوتیں مگر کسی عرب کے دل میں رحم کا ذرا شائبہ بھی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن ـــــ وہی بلال جب غلام محمد رسول اللہ علیہ وسلم بن گئے تو تمام کلمہ خوانوں کی نگاہ میں قابل صد احترام لائق اعزاز ہو گیا۔ حضرت بلال کے وجود پر اہل حقائق اب بھی کہتے ہیں شعر

بدر اچھا ہے فلک پر نہ ہلال اچھا ہے
چشم بینا ہو تو دونوں سے بلال اچھا ہے

الغرض آپ کے فیضانِ کرم سے جس طرح ایک امیر آسودہ ہوا اسی طرح ایک غریب بھی سیراب ہوا۔ آپ کی رحمت کے چھینٹے جس طرح ایک رئیس کی قبا پر پڑے اُسی طرح فقیر کی گدڑی پر بھی پڑے ـــــ آپ کی نگاہ رحمت کے صدقے غیر مہذب عربی بدوؤں کو وہ عروج وارتقاء نصیب ہوا کہ ان کی پاؤں کی ٹھوکروں نے قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ میخانۂ توحید کے اس ساقی نے اپنے میکشوں کو جب وحدتِ الٰہ کا جام پلایا تو اسی پر بس نہ ہو گیا بلکہ ان کے کام و دہن، امن و آشتی، علم و ہنر، اخوت و مساوات، عدل و انصاف، تقویٰ و پارسائی سے بھی لذت آشنا ہو گئے ـــــ

جامِ توحید

توحید کا پیغام ہی وہ پہلی کڑی تھی جس نے اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ سے ممتاز کر دیا۔ جو سر ہزاروں معبودانِ باطل کے سامنے بیکوقت جھکنے کا عادی تھا، ایک خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں جھک گیا، مخلوقات کی پرستش کے بجائے خالق کی عبادت ہونے لگی۔ جو جبینیں تثلیث کے مصنوعی مدعیانِ ربوبیت کی دہلیز پہ رگڑ رگڑ کر گھس چکی تھیں ایک خدا کے پیغام پر لبیک کہہ اٹھیں ـــــ مدتوں سے گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکنے والوں نے اس آواز کو دل میں جگہ دی، آنکھوں سے لگایا اور توحید کے علمبردار بن گئے۔ آج صفِ اسلام میں امتیاز مشکل ہے کہ کون ملت سے اگر خدائے واجب الوجود کی بارگاہ میں جھکا ہے۔ یہ توحید ہی کا درس تھا جس کی وجہ سے،

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

خواہ وہ ایرانی ہو یا تورانی، عربی ہو یا عجمی، فاروق اعظم ہوں یا بلالِ حبشی، عثمان غنی ہوں یا دحیۂ کلبی، غلام ہو یا آقا، فقیر ہو یا داتا وحدانیت کے متوالے توحید کے نشے میں سب ایک ہیں۔

پیغامِ امن

بعثتِ مبارک کے وقت پورا عرب بدامنی کے بھٹی میں سلگ رہا تھا۔ اس دَور کے تمام دستور اسی ایک محور پر گردش کر رہے تھے کسی انسان کا باعزت طریقہ سے سانس لینا دشوار تھا، بیٹیوں کو ماؤں کی گودیں بھی پناہ نہ دے سکتی تھیں۔ ایسے پُرآشوب زمانے میں جب آفتاب کی روشنی میں سر بازار عصمتوں پہ ڈاکے ڈالے جا رہے تھے۔ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و آشتی کا وہ درس دیا کہ کایا پلٹ گئی اور فرمانِ نبویؐ کے مطابق یمن کے دارالسلطنت، صنعاء سے ایک عورت تنہا سفر کر کے سونا اچھالتی ہوئی آئی۔ حج کر کے واپس بھی چلی گئی۔ مگر راہ میں کسی نے اس پہ آنکھ تک نہ اٹھائی۔

اسی دریا سے اٹھتی تھی وہ موجِ تند جولاں بھی
شرافت کے نشیمن ہوتے تھے جس سے تہ وبالا

اور اب وہی مقام ہے کہ جہاں سے شاہانِ زمانہ کو امن کا پیغام دیا جانے لگا۔

دولتِ علم اور تمام خامیوں کی طرح اہلِ عرب علم وہنر کی دولت سے بھی محروم تھے بعثتِ نبوی کے زمانہ میں معدودے چند انسان پڑھے لکھے تھے۔ جس نبی کے پاس پہلی ہی وحی علم کی شان وشوکت بیان کرتی ہوئی نازل ہوئی۔ اس کے فیضانِ علم وہنر نے جہالت کی آغوش میں پرورش پانے والے انسانوں کو معلمِ زمانہ بنا کر دنیا کے لئے باعثِ افتخار بنا دیا۔ جیسا کہ علیؓ مرتضیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا" انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابھا" "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ انہیں علوم کی برکت تھی کہ نہ صرف اسلام کی آسمانی کتاب محفوظ ہے بلکہ لانے والے رسول برحق کی زندگی کا ہر ہر شعبہ اور ہر ہر جز ہماری نظر میں ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے اصحاب کی پوری کی پوری زندگی بھی شرح وبسط کے ساتھ ہماری نگاہوں میں محفوظ ہے۔ جس کا اقرار غیر مسلموں نے بھی کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی شہادت موجود ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی رجال کی کتابوں میں پانچ لاکھ انسانوں کی زندگی کامل طور پر محفوظ ہے۔ یہی مؤرخ دوسری جگہ لکھتا ہے کہ "مسلمانوں کی تاریخ اول تا آخر روشنی میں ہے"۔

صداقت ہو تو دل سینے سے کھنچنے لگتا ہے واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

سرمایۂ اتحاد قاسمِ رحمت نے جس طرح ساری دنیا کو اور نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا خصوصاً ملکِ عرب کے ان باشندوں کو خانہ جنگی، جن کا آبائی ترکہ تھا اخوت ومساوات کا ایسا درس دیا کہ تاریخِ عالم جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ صحابۂ کرام نے سرکار کی زبانِ فیض ترجمان سے بارہا یہ آواز سُنی ــــ کہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ یہی نہیں آگے بڑھو تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر زبانِ رسالت سے مساوات وبھائی چارگی کے یہ کلمات سُنائی دیں گے، کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو! اور حضرت آدم مٹی سے بنے تھے۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ پوری دنیا میں ذلیل سمجھی جانے والی حبشی قوم نے آقاؤں سا عروج حاصل کر لیا۔ اس وقت ہماری نگاہیں حضرت عکرمہ پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں جو لاکھوں علماء ومشائخ کے مخدوم ہیں ــــ آقاؤں کو غلاموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا تو اس طرح عمل ہوا کہ محفل میں آنے کے بعد آقا وغلام میں تمیز دشوار ہو گئی ــــ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابیٔ رسول اپنے غلام سے کسی بات پر خفا ہو گئے حتیٰ کہ زدوکوب پر اتر

آئے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اس غلام پر تمہیں جسقدر قدرت ہے اس سے کہیں زیادہ مالک قضا و قدر تم پر قادر ہے، خدا سے ڈرو"! صحابی رسولؐ نے عرض کی یا رسول اللہؐ، یہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا، دن میں کتنی دفعہ معاف کروں۔ سرکار نے فرمایا، ستر بار۔ یہ سنتے ہی احساس ذمہ داری سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ پکار اٹھے "یا رسول اللہ" آپ شاہد رہیں کہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس سلسلے میں یہ بھی حکم آیا ہے کہ اپنے غلام کو ایسا کام نہ کہو جس کا کرنا دشوار ہو بلکہ ایسے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاؤ۔ یہ تو رہے انسانوں کے حقوق ـــــ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے زبان جانوروں کے بھی حقوق مقرر فرمائے ہیں۔

ایک بار ایک اونٹ دربار رسالت میں مستغیث ہوا کہ "یا رسول اللہ مالک مجھ سے کام تو زیادہ لیتا ہے مگر میری غذا کا خیال نہیں کرتا۔ آپ نے مالک کو بلا کر جانور کا حق یاد دلایا۔ اور اسے آرام پہنچانے کی ترغیب دی ـــ ایسا بھی ہوا ہے کہ دو عالم کے مولا پانی لیکر وضو کرنے بیٹھے ہیں اور پیاسی بلی پہنچ گئی تو برتن کا منہ جھکا دیا تاکہ آسودہ ہو لے۔ اگر اس تعلیم کا اثر دیکھنا ہو تو فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کے خیمے میں دیکھو ـــ جہاد کے دوران آپ کے خیمے میں ایک کبوتر نے گھونسلہ بنا لیا تو کوچ کے وقت فراش کو حکم دیا کہ خیمہ بدستور چھوڑ دیا جائے تاکہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ اس مقام پر آج فسطاط نامی شہر اس خیمہ کی یادگار کے طور پر موجود ہے۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک کتے کو پیاسا دیکھا تو اپنا موزہ اتار کر اوڑھنی اور چوٹی کی رسی سے اس کو آسودہ کر دیا۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بلند پایہ شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ شب کو تہجد سے فارغ ہو کر بستر کے پاس آئے تو دیکھا ایک بلی پڑی سو رہی ہے۔ آپ کابل کی شدید سردی میں خود پوری رات کھڑے رہ گئے۔ مگر بلی کو لحاف سے نہیں اٹھایا۔ اس قسم کے ایک دو نہیں، بے شمار مثالیں تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بکھری پڑی ہیں حقیقت شناس اسلاف نے ان کی تعلیم کو نظر میں رکھا تو یہاں تک پہنچے۔ لیکن آج کور چشم مسلمانوں کو بھلا کیا نظر آئے گا ـــ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اسی طرح عدل و انصاف کو تلاش کرو گے، تو فاروق اعظم کی مکمل دس سالہ خلافت تمہارے سامنے مکمل عدل بنکر آجائیگی کہ ایک باپ نے اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم کے سامنے اپنی اولاد کی محبت کا خیال نہ کیا ـــ صرف یہی نہیں بعد کے اسلامی فرمانرواؤں نے بھی اس اسلامی امانت کی پوری طور پر حفاظت کی جیسا کہ سلجوقی خاندان کے باعظمت شہنشاہ ملک شاہ کی سوانح میں ملتا ہے کہ ایک بار اپنے لشکر کے ساتھ کسی جنگل یا میدان میں قیام پذیر تھا کہ اس کے کچھ سپاہیوں نے ایک غریب بیوہ کی گائے پکڑ لی اور ذبح کر کے کھا گئے۔ اس غریب بیوہ کے پاس اس گائے کے سوا کوئی اور ذریعہ معاش نہ تھا۔ وہ اسی کے دودھ کو بیچ کر اپنا

اور یتیم بچوں کا پورا خرچ چلاتی تھی۔ جب اس کا وہ سہارا ختم ہو گیا تو بڑھیا سرِ راہ ایک پل پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ جب بادشاہ کی سواری گذرنے لگی تو پکار کر کہا ــــ اے بادشاہ سلامت یہ تو بتا کہ ترا اور میرا احساب کتاب اسی پل پر ہو گا یا پل صراط پر ــــ بادشاہ نے سنا تو چکرا کر رہ گیا۔ خوف قیامت سے لرزہ براندام ہو گیا۔ صبح قیامت کا نقشہ اس کی نگاہوں میں پھر گیا۔ پوری فوج کو رُکنے کا حکم دیا ــــ اور بڑھیا سے مخاطب ہوا۔ بوڑھی ماں ــ آخر کیا تکلیف تجھے پہنچی ہے کہ تو نے سرِ راہ میرے گھوڑے کی رکاب پکڑ کر روزِ قیامت کی یاد دلائی ــــ بڑھیا نے ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ غصّے میں لال پیلا ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد خشیّتِ ایزدی کا احساس اسقدر غالب ہوا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی ــــ اور پھر بڑھیا کو اس کے حق سے زیادہ نواز کر روانہ کیا گیا ــــ یونہی تقویٰ اور پرہیز گاری کو کمالِ انسانی کا تاج قرار دیا گیا ہے۔ تمام اعزاز نسبی اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم میں اسی جوہرِ گراں مایہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ــ اور اگر اس کی زندہ تصویر دیکھنا چاہو تو جنید و شبلی کی زندگی کا مطالعہ کر جاؤ ــــ اور اگر اپنے دیش میں اس کی تفسیر دیکھنا ہو تو اجمیر کے خواجہ معین الدین چشتی، دلی کے محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کی سوانح حیات پڑھ جاؤ، تو معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے کس راستہ کو اپنایا کہ خود دنیا کے لئے نمونۂ عمل بن گئے ــ اگر نگاہِ حق بین سے دیکھا جائے۔ تو یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ بغداد و کلیر، ملتان و بلخ کے روحانی پیشواؤں کا تاجدار مدینے کی سرزمین پر آج بھی سرچشمۂ رحمت بنا ہوا ہے ؎

سارے عالم پہ برابر ہے عنایت آپکی
راجدھانی ہے عرب، دنیا حکومت آپکی

ـــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وبہ نستعین



اختیارِ مصطفیٰ قرآن و احادیث کی روشنی میں

از: افضل العلماء مولوی محمد حسین صاحب لطیفی
مدرس دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں عطا کریں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔ سلطانِ دارین مختارِ کونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے تمام دُنیا کا مختار بنایا ہے۔ آپ کی بادشاہت اور حکومت اور خداداد اختیارات کا اندازہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ بلا تخصیص ہر امر میں آپ کی اطاعت فرض اور ہر کام میں آپ کی فرماں برداری ضروری ہے اور آپ کی اطاعت اللہ رب العزۃ کی طاعت ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ آپکی فرماں برداری اللہ کی فرماں برداری ہے۔ دونوں کی نافرمانی دوزخ کی نشانی ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا یعنی جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ سبحان اللہ! سارے جہاں کو یہ حکم ہوتا ہے کہ اپنی فلاح چاہتے ہو اور بہبودی مقصود ہے تو ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کرو۔ لہٰذا میں اس عنوان کے تحت اُن احادیث اور اقوال ائمہ کو پیش کرتا ہوں جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کا ثبوت ملتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَوْلَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰٓی اُمَّتِیْ لَاَخَّرْتُ الْعِشَآءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اگر میں اپنی امت پر شاق و دشوار نہ سمجھتا تو نمازِ عشاء کا وقت تہائی رات تک مؤخر کر دیتا یعنی تاخیر کو فرض کر دیتا اور دوسری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ لَوْلَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰٓی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ اگر میری امت پہ دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز میں مسواک فرض کر دیتا۔ دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ اختیارات دئے ہیں کہ جس کو چاہیں فرض فرما دیں۔ اس رحیم آقا کا رحم و کرم بھی اپنے غلاموں پہ روشن اور ظاہر ہو گیا کہ امت کی دشواری اور سختی منظور نہیں ہے اور آپ امت کی مشقت گوارہ نہیں فرماتے ہیں صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی۔ جب معلوم ہوا کہ یہ کافی نہیں

ہے' عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' وہ تو میں کر چکا اب میرے پاس بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ کا ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے' فرمایا اِجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ اس کی جگہ اسے کر دو اور اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی کے لئے ہرگز کافی نہ ہوگی۔ شارح نے اس حدیث کی تشریح یوں فرمائی ہے' کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک خصوصیت ابو بردہؓ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل تھا کہ جس کو چاہیں کسی بھی حکم سے خاص فرماویں۔

صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا کیا ہے' عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی' تو فرمایا غلام آزاد کر سکتے ہو۔ عرض کی کہ اتنی استطاعت نہیں رکھتا ہوں۔ فرمایا لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو۔ عرض کی کہ یہ بھی نہیں رکھ سکتا۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ عرض کی یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اتنے میں کھجوریں آپؐ کی خدمت اقدس میں لائی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں خیرات کر دو۔ عرض کی کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں تو کوئی ہمارے برابر محتاج نہیں' فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَقَالَ اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ اور فرمایا' جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ کیا ناظرین نے گناہ کا ایسا کفارہ بھی سنا ہے؟ دو من کھجوریں سرورِ کائنات سے عطا کی گئیں کہ آپ کھا لو کفارہ ہو گیا۔

قسم ہے خدا کی یہ بارگاہ مصطفےٰؐ ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے۔ ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ کی خلافتِ کبریٰ ہے۔ آپؐ کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے جب ہی تو ارحم الراحمین جل جلالہٗ نے گناہ گاروں' خطا کاروں کو آپؐ کا دروازہ بتایا کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ گناہ گار آپؐ کے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور آپ شفاعت فرمائیں تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ وہ بیچ کر پھر گیا اور گواہ مانگا۔ جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے۔ مگر کوئی گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے۔ گفتگو سن کر کہا اَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ

بیچا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی، عرض کی بِتَصْدِیْقِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (وفی الثانی) صَدَّقْتُكَ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَا تَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا (وفی الثالث) اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰی خَبَرِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَلَا اُصَدِّقُكَ عَلٰی الْاَعْرَابِیْ یا رسول اللہ میں حضورؐ کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں، میں حضورؐ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضورؐ حق ہی فرمائیں گے۔ میں آسمان و زمین کے خبروں پر حضورؐ کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلہ میں تصدیق نہ کروں۔ اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا شَهِدَ لَهٗ خُزَيْمَةُ اَوْشَهِدَ عَلَيْهِ فَحَسْبُهٗ خزیمہؓ جن کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں تنہا ان کی شہادت کافی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن عظیم کے حکم عام وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ سے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ فرما دیا۔ قربان جائیے اس نوازش پر قرآنی احکام سے مستثنیٰ کرتے ہوئے آپؐ اپنے اختیار سے صرف ان کی ایک گواہی کو دو لوگوں کی گواہی کا درجہ عطا فرماتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کے ثبوت پر گواہی دے رہی ہے۔

صحیح بخاری و ترمذی میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زوجۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیمار تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّ سَهْمَهٗ بیشک تمہارے لئے حاضرانِ بدر کے برابر ثواب و حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔ یہ خصوصیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔ سنن ابوداؤد میں انہیں سے ہے۔ یَضْرِبُ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَضْرِبْ لِاَحَدٍ غَابَ غَيْرَهٗ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا اور نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں تم دوسرا نکاح نہیں کر سکتے حالانکہ بیک وقت ایک آدمی کے لئے چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور قرآن کریم نے بھی یہی حکم دیا ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیا

سے تھا۔ طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے ہے، جب ان کے شوہر اوّل جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا،

تسلبی ثلٰثًا ثم اصنعی ما شئت تین دن سنگار سے الگ رہو۔ پھر جو چاہو کرو۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس حکم عام سے استثنا فرما دیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جو حکم کیا، یہ آپ کے اختیار سے تھا۔ ابن سکن میں ابو نعمانؓ ازدی سے ہے ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہر دو۔ عرض کی میرے پاس نہیں، فرمایا اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقھا السورۃ ولا یکون لاحد بعدک مھرا۔ کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورۃ نہیں آتی وہ سورت سکھانا ہی اس کا مہر ہے اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں (رواہ سعید بن منصور مختصراً)

ناظرین کرام! صحیحین سے تو ثابت ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ اس کے باوجود براء رضی اللہ عنہ نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ محمد بن مالکؓ کہتے ہیں جب براءؓ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا اور لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے اسوقت اموالِ مالِ غنیمت غلام و متاع حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرما رہے تھے سب بانٹ چکے۔ یہ انگوٹھی باقی رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براءؓ، میں حاضر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی لیکر میری کلائی تھامی پھر فرمایا لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں۔ براءؓ فرماتے ہیں تم لوگ کیوں کر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے پہن لے جو کچھ اللہ و رسولؐ نے پہنایا۔

صحیح مسلم میں ہے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، خداوند تعالیٰ گودنے والی پر اور گدوانے والی پر اور چہرے کے بال نوچنے والی پر اور نچوانے والی پر اور دانتوں کے درمیان خوبصورتی پیدا کرنے کیلئے کشادگی پیدا کرنے والی پر جو خدا کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرتی ہیں ان پر لعنت فرماتا ہے! عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ قول قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت ام یعقوب، جو قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں سنا تو ان کے پاس آئیں اور کہا مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تم گودنے والی گدوانے والی چہرے کے بال نوچنے والی نچوانے والی پر لعنت کرتے ہو۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور قرآن مجید

میں بھی ان پر لعنت آئی ہے۔ ام یعقوب نے کہا میں نے قرآن مجید کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے مجھکو تو یہ لعنت نظر نہیں آئی ابن مسعودؓ نے کہا اگر تم قرآن مجید کو غور سے پڑھیں تو تم کو ضرور یہ حکم مل جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

یعنی مسلمانو! رسول جو تمہیں عطا کریں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔ ام یعقوب نے کہا میں تو ان باتوں میں سے کچھ تمہاری بیوی میں اس وقت پاتی ہوں۔ ابن مسعودؓ نے کہا جا کر دیکھ لو۔ چنانچہ ام یعقوبؓ نے ابن مسعود کی بیوی کو جا کر دیکھا اور کوئی بات ان میں سے نہ پائی تو واپس آ کر کہا مجھے کوئی بات نظر نہ آئی۔ ابن مسعودؓ نے کہا اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی اس سے تعلق نہ رکھتے۔ (یعنی اسکو طلاق دے دیتے۔)

اس حدیث سے ہمکو یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ام یعقوب نے آکر سوال کیا اسکے جواب میں آپنے یہی فرمایا کہ قرآن شاہد ہے مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا مذکورہ افعال کے بارے میں تو قرآن میں کچھ بھی نہیں بلکہ صحابیٔ رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے اس آیت کو ام یعقوب کے سامنے پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ یعنی میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن مجید ہے اور دوسری سنت رسول ہے۔

ان دونوں پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔ گویا یہ دونوں لازم وملزوم ہیں اور قرآن مجید کے اس قول پر ہم کو حکم بجا لانا ضروری ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اسکا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھکر یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو۔ جو اسمیں حرام اسے حرام مانو وَاِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کے مثل ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام کیا۔ یہاں صراحتہً حرام کی دو قسمیں فرمائیں ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ حرام فرما دیا۔ دوسرا وہ جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اور فرما دیا کہ وہ دونوں برابر اور یکساں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرماویں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اسکے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔ اس آیت کی تفسیر میں الامن والعلیٰ میں اعلیٰحضرت لکھتے ہیں کہ ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور صلعم نے قبل طلوع

بقیہ بر صفحہ ۱۳۸

ھدیۂ تشکر

تمام تعریفیں اس ذاتِ پاک وحدہٗ لاشریک کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہمیں حصولِ علم شرائع کی توفیق عطا فرمائی اور حکمت وبیان کی باتوں سے ہمارے سینوں کو کھول دیا اور ہمارے دلوں کو نور وھدایت سے منور کردیا۔ اور لاکھوں درود وسلام ہوں نبی آخر الزماں پہ جو دونوں جہاں کے تاجدار ہیں۔ آپ نے ظالموں کو رحمدل، جابروں کو سراپا رحمت اور حق ناشناسوں کو اپنی صحبت سے صاحبِ معرفت بنایا اور آپ کے اصحاب پر بھی جو سابقین اوّلین ہیں۔

مالکِ ذوالجلال! تیری ہر نعمت لازوال، تیرا ہر کرم انتہائے کمال، تو نے ہمیشہ اپنے بندوں پر جود وعطا نچھاور کیا، نامرادوں کے دامان کو گوہرِ مراد سے مالا مال کیا تیری رحمت کے نثار، تیری عطا کے قربان کہ تو نے ہمیں اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا فرمایا جس کی خواہش انبیاء علیہم السلام نے کی تھی، اور ہماری تربیت کی خاطر اپنے خاص بندوں کی ایک ایسی دینی درسگاہ میں لایا جسکی بنیاد باعثِ کون ومکاں حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر رکھی گئی جو تقریباً تین صدیوں سے علمی وعرفانی مادی وروحانی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جہاں سے سینکڑوں علم کے متوالے گوہرِ مقصود سے مالا مال ہوئے۔

یہاں آبِ حیاتِ جاوداں کا - حقیقی گر بتایا جا رہا ہے

معزز سامعین وناظرین!

دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کے چشمۂ علم سے سیراب ہونے والوں میں سے ہم خاکسار بھی ہیں، جس کے ایک ایک گھونٹ کے قطرے نے ہمیں قال اللہ وقال الرسول کے حقائق سے سرشار فرمایا۔ ہم سراپا مشکور ہیں۔ تقدس مآب مرشدنا و مولانا اعلیٰحضرت ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری دام برکاتہم العالی سجادہ نشین خانقاہِ اقطابِ ویلور قدس سرہم کے جن کی انمول نصیحتوں، بے مثال ہدایتوں اور عنایات وکرم نے حصولِ علم کے مشکل ترین میدان میں ہمت افزائی کی اور ہر حال میں کرم سے نوازا اور ممنون ہیں احسانمند ہیں ہم حضرت مخدومنا ومولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالی و مخدومنا ومولانا ابو الحسن عضد الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کے جن کے نوازشات اور محبت آمیز تنبیہات نے سمتِ صحیح پر لا کھڑا کیا۔ جن کے پند ونصائح کے دلکش اور حکمت آمیز الفاظ آج بھی ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آج ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعے ان مربین کرام کی نظر نوازی اور احسان وفضل کا شکر ادا کر سکیں اور ہم اپنے حضرات اساتذۂ کرام کے تہِ دل سے شکر گذار ہیں جنہوں نے علم دین

کی لازوال دولت سے سرفراز کرتے ہوئے اسرار و معارف سے روشناس کیا۔ اور جن کی فیض صحبت نے ہمیں آج اس مقام پر لایا ہے جہاں آپ دیکھ رہے ہیں۔ ان کا غصہ اور پیار دونوں ہمارے لئے مہمیز کا کام دیتے تھے۔

آج ہم اپنے مقدس مربیان اور محترم اساتذۂ کرام سے بادل نخواستہ رخصت ہوتے ہوئے باادب دعا کی استدعا کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ آپ تمام کے سایۂ ہما فال کو ہمارے سروں پر قائم رکھے اور یہ سرچشمۂ علوم وفنون تا قیامت تشنگانِ علوم کو سیراب کرتا رہے۔

آمین

اس مدرسہ کو یارب آباد رکھ ہمیشہ
ہر علم وفن میں ہمکو بس مالا مال کردے

آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔

بتاریخ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۷۳ء روز شنبہ

پیش کنندگان:-

مولوی سید مصطفٰے قادری عرف خسرو انا ہسور (فاضل لطیفیہ)
مولوی حافظ محمد کمال الدین عارف بلنجپوری فاضل لطیفیہ
مولوی سید محمد حنیف کلچرلوی آندھرا پردیش
مولوی عبدالرزاق جولیالوی کرناٹکا
مولوی حافظ محمد اسمٰعیل وانمباڑی
حافظ سید نور الحسن حسینی بنگلور



حضرت سید علی مراد شاہ بخاری قدس سرہٗ

سنہ ۱۲۴۹ھ تا سنہ ۱۳۱۰ھ کڈپہ

نامِ مبارک مراد علی عرف علی مراد شاہ صاحب افضلؔ تخلص فرمایا کرتے تھے۔ آپ حضرت سید جلال الدین اکملؔ کے بڑے صاحبزادے اور حضرت شاہ کمال جامیؔ دکن کے پوتے ہیں۔ سنہ ۱۲۴۹ھ میں آپکی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والدِ بزرگوار سے پانے کے بعد مدراس میں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ نعمتِ باطنی اور خلافت اپنے والدِ ماجد حضرت سید جلال الدین قدس سرہ سے پائی۔ آپکا وصال بروزِ جمعہ ۱۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۰ھ بمقام مدراس ہوا۔ آپ کی نعش مبارک اسپیشل ٹرین کے ذریعہ کڈپہ لائی گئی اور حضرت سید شاہ نور اللہ باشاہ صاحب قدس سرہٗ کے مزارِ مقدس کے قریب تدفین ہوئی۔ آپ کا مزارِ مقدس مرجع خاص و عام ہے۔ نیز آپ کے روحانی فیوضات و برکات کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ آپ کے خلیفۂ خاص پوتے اور نواسے حضرت سید عبدالحق عرف شاہ میر بادشاہ صاحب ثالث المتخلص بہ شاہ میر قدس سرہٗ نے آپ کی شان میں ایک منقبت لکھی ہے۔ جو عقیدت و ارادت سے بھرپور ہے۔

مرتب ابوالمکارم بخاری

پیر روشن ضمیر افضل ہے — اور پیران پیر افضل ہے
شاہ سیّد علی ہے جس کا نام — لائق و دلپذیر افضل ہے
عرف میں شہ علی مراد کہیں — اور تخلص شہیر افضل ہے
وارثِ انبیاء ہے وہ بیشک — نائبِ دستگیر افضل ہے
عالمِ باعمل ہے لاثانی — فاضلِ بے نظیر افضل ہے
علم حق اور علم دیں میں خوب — دو جہاں میں شہیر افضل ہے
خوبیوں سے جہاں میں ہے مشہور — مثلِ مہرِ منیر افضل ہے
حق کا دیدار اس نے دیکھ لیا — خلق میں جس کا پیر افضل ہے
حشر کے دن نہیں ہے خوف مجھے — حامی و دست گیر افضل ہے
ساری دنیا کے سارے پیروں میں — سچ ہے میرا ہی پیر افضل ہے

از طفیلِ نبی بفضلِ خدا
مرشدِ شاہ میر افضل ہے

دعا

پیش کش :- بی عبدالرحیم
زر سہار اچور، کرناٹک
متعلم دارالعلوم
لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کیلئے
بادلو ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کیلئے

اے دعا ہاں عرض کر عرش الٰہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے

ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کیلئے
کر رہے ہیں زخم دل فریاد مرہم کیلئے

رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہمکو بھول جا

خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوبؐ کی امت میں ہیں

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

مطبوعہ عزیز الیکٹرک قومی پریس [illegible]